یاد دلبراں

ترتیب

مناظر ختم نبوت، حضرت مولانا

اللہ وسایا صاحب مدظلہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

www.amtkn.com 061 4514122 www.emaktaba.info

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نام کتاب : **یاد دلبراں**

نام مؤلف : حضرت مولانا اللہ وسایا

صفحات : ۲۰۰

قیمت : ...... روپے

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : نومبر ۲۰۰۹ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4514122

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

عرض مؤلف

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۰ اما بعد!

اس جہان فانی سے رخصت ہونے والے اکابر واصاغر پر فقیر تعزیتی مضامین لکھتا رہتا ہے۔ اس کا پہلا مجموعہ ’’فراق یاراں‘‘ کے نام سے ۳۰۴ صفحات پر مشتمل فروری ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا۔ اس پر دوستوں نے بھرپور محبت سے سرفراز فرمایا۔ اس کتاب میں ایک سو حضرات پر تعزیتی مضامین تھے۔ جن حضرات کا کتاب میں تذکرہ تھا۔ ان حضرات کی نیکی کا صدقہ ہے کہ کتاب کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس سے حوصلہ بڑھا۔ اب فروری ۲۰۰۶ء سے نومبر ۲۰۰۹ء کے دوران میں وفات پانے والے حضرات پر تعزیتی مضامین کو اس کتاب میں شائع کرنے کا خیال ہوا۔ جب وہ مضامین اکٹھے کئے تو اوسط درجے کی کتاب کے لئے جتنے صفحات چاہئیں وہ پورے نہ ہوتے تھے۔ خیال ہوا کہ بہت عرصہ پہلے سیدنا ابوہریرہؓ، آئمہ اربعہؒ، آئمہؒ حدیث (صحاح ستہ) پر جو مضامین لکھے تھے وہ اس میں شامل کر لے جائیں۔ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ پر فقیر کا مضمون نہ تھا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا عطاء الرحمٰن شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ بہاولپور نے ایک ضرورت کے تحت حکم فرمایا، وہ لکھا۔

’’فراق یاراں‘‘ کی ترتیب کے وقت قدیم مبلغین مجلس مولانا غلام حیدرؒ میاں چنوں، مولانا محمد علی جانبازؒ سمندری، پر مضامین نہ ملے تو وہ بھی بعد میں لکھے۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ پر مضمون نہ تھا۔ ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے حکم پر وہ لکھنا پڑا۔ (ابھی تک غیر مطبوعہ ہے) اسے بھی اس کتاب میں شامل کرلیا۔

ماہنامہ حق چاریار سے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمیؒ کا اور ماہنامہ بینات

کے شہید اسلام نمبر سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ پر مضمون بھی اس میں شامل کر دیئے۔ اس کے بعد فروری ۲۰۰۶ء سے تا امروز جو مضامین ماہنامہ لولاک میں شائع ہوئے ان کو شریک اشاعت کرلیا۔ یوں یہ کتاب تیار ہوگئی۔

فقیر کی کتاب ’’فراق یاراں‘‘ کے منظر پر آنے کے بعد جہاں دوستوں نے خوشی کا اظہار کیا وہاں بعض احباب نے شکوہ وشکایات کے طومار بھی قائم کئے۔ ان کا جواب مولانا حق نواز جھنگویؒ کے مضمون کی ابتداء میں اجمالی عرض کردیا ہے۔ یہاں پر دہرانے کی ضرورت نہیں، وہاں دیکھ لیا جائے۔

اللہ رب العزت ان تمام حضرات کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں جن کا اس کتاب میں تذکرہ ہے۔ فقیر کو بھی دنیا میں ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق ہو اور آخرت میں ان حضرات کی معیت کا شرف نصیب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان غفور الرحیمی سے یہ کوئی بعید نہیں کہ ایسے ہی فرمائیں۔ انشاء اللہ وہ ضرور ایسے فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ صحت وعافیت وسلامتی کے ساتھ باقی زندگی مکمل فرمادیں۔ آخری وقت تک اپنے ماسواء کا محتاج نہ فرمائیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی غلامی کرتے کرتے موت آئے اور یہ جا، وہ جا، ہوجائے۔ آمین! بحرمة خاتم النبيين! اس کتاب کا نام ’’یاد دلبراں‘‘ تجویز ہوا ہے۔

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا ملتان

۹؍ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ

۲۹؍نومبر ۲۰۰۹ء

ضروری گذارش......ایک غلط فہمی کا ازالہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ خاتم النبیین ۰ اما بعد!

۲۰۰۶ء میں فقیر کے قلم سے نکلے ہوئے تعزیتی مضامین کو’’فراق یاراں‘‘ کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس کے پیش لفظ میں وضاحت کر دی گئی تھی کہ یہ صرف لولاک میں شائع شدہ تعزیتی مضامین کا مجموعہ ہے۔لیکن اس وضاحت کے باوجود بعض رفقاء جنہوں نے فہرست پر نظر ڈالی تو اپنے اپنے ذوق کے ممدوح علماء کا تذکرہ نہ پاکر تبصرے شروع کر دیئے۔ عرصہ تک تو خاموشی اختیار کئے رکھی کہ پیش لفظ نہ پڑھنے کے باعث وہ اعتراض کرتے ہیں۔تو لائق جواب نہیں۔اب کچھ عرصہ سے دل میں خیال ہوا کہ وضاحت کر دی جائے تو وہ حضرات غیبت کے گناہ سے بچ جائیں گے۔ ورنہ میری خاموشی ان کو غیبت میں مبتلاء کرنے کا باعث بن گئی تو اس جرم کا خود مرتکب قرار نہ پاجاؤں اس لئے عرض ہے۔

’’فراق یاراں‘‘ کتاب میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحبؒ، حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ، حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ، حضرت مولانا ایثار القاسمیؒ، حضرت مولانا محمد اعظم طارقؒ ایسے مرحوم حضرات پر تعزیتی مضامین نہیں ہیں۔ اس پر دوستوں کو اعتراض ہوا اور ہونا چاہئے تھا۔لیکن اسے انہوں نے فقیر کے عناد اور دشمنی پر محمول فرمایا۔ معاذ اللہ! ایسے نہیں ہے۔ یہ تمام حضرات تو میرے لئے بہت قابل احترام تھے۔ بالخصوص حضرت مولانا ضیاء القاسمی مرحوم تو میرے محسن تھے۔ ان کے عمداً تذکرہ کو حذف کرنا احسان فراموشی اور محسن کشی سمجھتا ہوں۔ لیکن ایسے کیوں ہوا؟ اس کا باعث پسند ناپسند یا عناد نہیں۔ ورنہ ان حضرات کے احترام میں کسی سے کم جذبات نہیں رکھتا۔لیکن

معترضین حضرات خیال فرماتے کہ ’’فراق یاراں‘‘ کتاب میں شہید اسلام، مخدوم ومحترم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مرحوم پر بھی مضمون نہیں تو کیا معاذ اللہ ان سے بھی عناد کے باعث مضمون کو حذف کیا گیا؟ جیسے اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ باقی حضرات پر بھی مضامین کا نہ ہونا ایسے ہی سمجھا جاسکتا ہے۔اصل وجہ یہ ہے۔

۱...... ’’فراق یاراں‘‘ میں صرف لولاک میں شائع شدہ فقیر کے لکھے ہوئے تعزیتی مضامین کو جمع کیا گیا ہے اور بس، تمام تعزیتی مضامین کو جمع نہیں کیا گیا۔

۲...... ان مرحومین یا دیگر حضرات پر جو مختلف رسالوں کے ’’نمبرات‘‘ میں تعزیتی مضامین شائع ہوئے وہ بھی شامل نہیں کئے گئے۔ جیسے شہید اسلام حضرت لدھیانویؒ پر تعزیتی مضمون ’’بینات‘‘ کے شہید اسلام نمبر میں شائع ہوا۔لیکن فراق یاراں میں شائع نہیں ہوا۔اس لئے کہ تمام رسائل کے شخصیات پر مشتمل نمبرات کے مضامین کو جمع کرنے کا اہتمام ہی نہیں کیا گیا۔

۳...... بعض حضرات جیسے حضرت مولانا حق نوازؒ صاحب، فاروقیؒ صاحب مرحومین وغیرہ پر سرے سے مضمون ہی نہیں لکھا جاسکا تھا۔ یہ بھی محض اتفاقی امر سے زیادہ امر نہ سمجھا جائے۔ کسی بھی بزرگ کے انتقال پر فوری طبیعت آمادہ ہو، فرصت مل جائے تو مضمون لکھا گیا۔فرصت نہ ملی یا طبیعت صدمہ سے اتنی نڈھال ہوئی کہ اسے آئندہ پر موقوف رکھا گیا تو موقوف رکھنا بالکلیۃ عدم مضمون نویسی کا باعث بن گیا۔ پھر کسی پرچہ نے نمبر نکالنے کے لئے تقاضہ کیا تو کچھ لکھنے کی سبیل پیدا ہوگئی۔ ورنہ معاملہ ٹھپ ہوگیا۔

۴...... لیکن یہ سوال اپنی جگہ اب بھی قائم ہے کہ فقیر نے لولاک میں ان حضرات پر تعزیتی مضامین کیوں نہ لکھے؟ حالانکہ ان مرحومین کے احترام ومقام اورنسبت کا

تقاضہ تھا کہ مضمون لکھا جائے۔ اس میں بھی ایک انتظامی اصول کا دخل ہے۔ وہ یہ کہ ماہنامہ لولاک کے ایڈیٹر مخدوم ومحترم حضرت صاحبزادہ طارق محمود صاحب مرحوم ومغفور تھے۔ جس شخصیت کے وصال پر وہ تعزیتی شذرہ یا مضمون لکھ دیتے تو جماعتی تقاضہ پورا ہو جاتا۔ اس پر فقیر بالکل کچھ نہ لکھتا کہ چلو ضرورت پوری ہوگئی۔ ہاں اگر صاحبزادہ صاحب مرحوم کے مضمون میں مزید کچھ لکھنا جماعتی نقطۂ نظر سے ضروری ہوتا تو فقیر اس جماعتی ضرورت کے پیش نظر وقت نکال کر ضرور ''مکھیاں'' مارتا۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ سے پوری صورتحال پر تفصیلی روشنی پڑ سکتی ہے۔ وہ یہ کہ:

رمضان المبارک کی عید کی رخصت پر فقیر اپنے گاؤں تھا کہ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مرحوم کے سانحہ ارتحال کی خبر ملی۔ جب دفتر حاضر ہوا تو حضرت مرحوم پر بلامبالغہ بیسیوں صفحات پر مشتمل اپنی یادداشتوں کو قلمبند کیا اور رات کی تنہائی میں خوب محو ہو کر مضمون لکھا۔ صبح کو لولاک کی منتظمہ کے ساتھی نے بتایا کہ حضرت قاسمیؒ صاحب مرحوم پر صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ کا تفصیلی مضمون آ گیا ہے۔ میں نے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جالندھری دامت برکاتہم سے صورتحال عرض کی کہ فقیر نے بھی مضمون لکھا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے بھی۔ تو اب کیا کرنا ہے؟ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے فرمایا کہ صاحبزادہ مرحوم کا مضمون چھاپ دیں۔ ان کا ایسے فرمانا سو فیصد درست تھا۔ اس لئے کہ فقیر کی نسبت حضرت صاحبزادہ مرحوم کے مضامین جاندار ہوتے تھے اور وہ لولاک کے ایڈیٹر بھی تھے۔ ان کا حق فائق تھا۔ فقیر نے ایک سیکنڈ ضائع کئے بغیر اپنے مضمون کو چاک کر کے ردی کے سپرد کیا اور دوسرے کام میں لگ گیا۔

کچھ عرصہ بعد صاحبزادہ صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ نے حضرت قاسمی صاحب مرحوم پر مضمون نہیں لکھا تو صورتحال عرض کی۔ بہت سٹ پٹائے کہ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب دامت برکاتہم کا فیصلہ سوفیصد درست تھا۔ میرا ہی مضمون اس شمارہ میں شائع ہوتا یہ تو ساری اعتماد اور جماعتی اصول کی باتیں ہیں۔ لیکن آپ نے مضمون چاک کیوں کیا؟ رکھا رہتا پھر کسی موقع پر شائع ہوجاتا۔ کسی اور رسالہ میں شائع کردیتے۔ پہلی دفعہ جو مضمون لکھا جائے وہ ضائع ہوجائے تو دوسری بار ایسا لکھا بھی نہیں جاسکتا۔ مضمون پھاڑنے کی آپ نے غلطی کی۔ مجھے بھی احساس ہوا کہ دوسرے کاموں کے سر پر سوار ہونے کے باعث یہ سوچ نہ سکا۔ جلدی میں ضائع کردیا۔ پھر نہ کسی پرچہ نے نمبر نکالا نہ کسی نے مطالبہ کیا۔ مضمون رہ گیا۔

ان تفصیلات کے بعد گذارش ہے کہ جن حضرات کا اوپر تذکرہ کیا یا مزید حضرات جن پر ''فراق یاراں'' میں مضامین شامل نہیں ہیں۔ ان پر فقیر کچھ نہیں لکھ سکا۔ یا لکھا تو وہ لولاک کے علاوہ کسی اور پرچہ میں شامل ہوئے۔ جب کہ ''فراق یاراں'' صرف لولاک میں شائع شدہ فقیر کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ اپنے دور کے بزرگ، رفقاء، اکابر واصاغر جن کی صحبتوں کا شرف اور دیدار کا شربت نوش جان کیا، ان پر کچھ نہیں لکھ سکا۔ حالانکہ لکھنا چاہئے تھا۔ لیکن وہ اس کتاب کا موضوع نہیں۔

وہ تو ''جنہیں میں نے دیکھا'' اس عنوان کی کتاب کا متقاضی ہے۔ جس کی اب نہ فرصت نہ ہمت۔ اب تو اپنی تیاری کی فکر کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں۔ آمیــــــن ۰

بحرمة خاتم النبیینؐ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

فہرست

	عرض مؤلف		۳
	ضروری گذارش، ایک غلط فہمی کا ازالہ		5
۱......	حضرت سیدنا ابوہریرہؓ	(وفات۵۹ھ)	۱۲
۲......	حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ	(پیدائش۸۰ھ، وفات۱۵۰ھ)	۲۱
۳......	حضرت امام مالکؒ	(پیدائش۹۰ھ، وفات۱۷۹ھ)	۲۴
۴......	حضرت امام شافعیؒ	(پیدائش۱۵۰ھ، وفات۲۰۴ھ)	۲۷
۵......	حضرت امام ابن حنبلؒ	(پیدائش۱۶۴ھ، وفات۲۴۱ھ)	۲۸
۶......	حضرت امام بخاریؒ	(پیدائش۱۹۴ھ، وفات۲۵۶ھ)	۳۱
۷......	حضرت امام مسلمؒ	(پیدائش۲۰۴ھ، وفات۲۶۱ھ)	۳۴
۸......	حضرت امام ابن ماجہؒ	(پیدائش۲۰۹ھ، وفات۲۷۳ھ)	۳۵
۹......	حضرت امام داؤدؒ	(پیدائش۲۰۲ھ، وفات۲۷۵ھ)	۳۷
۱۰......	حضرت امام ترمذیؒ	(پیدائش۲۰۵ھ، وفات۲۷۹ھ)	۴۰
۱۱......	حضرت امام نسائیؒ	(پیدائش۲۱۵ھ، وفات۳۰۳ھ)	۴۳
۱۲......	حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ	(وفات۲۱؍اگست۱۹۷۵ء)	۴۴
۱۳......	حضرت مولانا غلام حیدر صاحب میانچوں	(وفات۲۱؍جولائی۱۹۸۳ء)	۵۱
۱۴......	حضرت مولانا محمد علی جانبازؒ سمندری	(وفات۶؍اگست۱۹۸۳ء)	۵۲
۱۵......	حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ	(وفات۲۲؍فروری۱۹۹۰ء)	۵۴
۱۶......	حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ	(وفات۲۷؍اپریل۱۹۹۸ء)	۶۵
۱۷......	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	(وفات۱۸؍مئی۲۰۰۰ء)	۶۷

۱۸......	امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ	(وفات ۶؍فروری ۲۰۰۶ء)	۷۵
۱۹......	حضرت مولانا غلام سرورؒ مظفر گڑھی	(وفات ۱۶؍اپریل ۲۰۰۶ء)	۸۵
۲۰......	حضرت مولانا احمد یار صاحب وہاڑی	(۲۹؍جولائی ۲۰۰۶ء)	۸۶
۲۱......	جناب صاحبزادہ طارق محمودؒ	(وفات ۱۲؍ستمبر ۲۰۰۶ء)	۸۷
۲۲......	حضرت مولانا ابوبکر صدیق کمالویؒ	(وفات ۳؍نومبر ۲۰۰۶ء)	۹۲
۲۳......	حضرت مولانا محمد عبداللہ احمد پوریؒ	(وفات ۱۶؍دسمبر ۲۰۰۶ء)	۹۴
۲۴......	حضرت مولانا محمد یعقوبؒ چنیوٹی	(وفات ۲۱؍دسمبر ۲۰۰۶ء)	۹۵
۲۵......	حضرت مولانا سید نصیب علی شاہؒ	(وفات ۲۱؍جنوری ۲۰۰۷ء)	۹۸
۲۶......	حضرت مولانا قاری محمد اخترؒ	(وفات ۱۷؍مئی ۲۰۰۷ء)	۹۸
۲۷......	حافظ عبدالرشید مرحوم	(وفات یکم؍جون ۲۰۰۷ء)	۱۰۱
۲۸......	یادگار اسلاف مولانا عبدالحئی جامپوریؒ	(وفات ۴؍جون ۲۰۰۷ء)	۱۰۲
۲۹......	حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ	(وفات ۴؍جولائی ۲۰۰۷ء)	۱۰۴
۳۰......	حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی	(وفات ۲۴؍اگست ۲۰۰۷ء)	۱۰۹
۳۱......	مولانا کریم بخش علی پوریؒ	(وفات ۱۹؍ستمبر ۲۰۰۷ء)	۱۱۰
۳۲......	مولانا قاری محمد اسجدؒ مدنی	(وفات ۲۵؍ستمبر ۲۰۰۷ء)	۱۲۲
۳۳......	مولایا سید محمد امین شاہ صاحبؒ	(وفات ۲۶؍اکتوبر ۲۰۰۷ء)	۱۲۴
۳۴......	مولانا محمد اختر صدیقیؒ	(وفات ۲۹؍اکتوبر ۲۰۰۷ء)	۱۲۷
۳۵......	حافظ محمد حیات انگویؒ	(وفات ۲۴؍جنوری ۲۰۰۸ء)	۱۳۰
۳۶......	مولانا سید کوثر حسین شاہؒ	(وفات ۲۷؍جنوری ۲۰۰۸ء)	۱۳۱
۳۷......	پاسبان ختم نبوت حضرت سید نفیس الحسینیؒ	(وفات ۵؍فروری ۲۰۰۸ء)	۱۳۲
۳۸......	حضرت مولانا محمد اشرف شاد	(وفات ۱۵؍فروری ۲۰۰۸ء)	۱۴۷
۳۹......	مولانا قاری محمد اکملؒ	(وفات ۱۸؍فروری ۲۰۰۸ء)	۱۴۷

۴۰......	جناب حاجی سید شاہ محمد آغاؒ	(وفات ۱۴؍مارچ ۲۰۰۸ء)	۱۴۹
۴۱......	مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید سواتی	(وفات ۱۶؍اپریل ۲۰۰۸ء)	۱۵۰
۴۲......	مولانا مسعود احمد راشدیؒ	(وفات ۸؍اپریل ۲۰۰۸ء)	۱۵۰
۴۳......	مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ	(وفات ۲۶؍اپریل ۲۰۰۸ء)	۱۵۱
۴۴......	حضرت مولانا سید عبدالوہاب شاہؒ	(وفات ۱۳؍مئی ۲۰۰۸ء)	۱۵۱
۴۵......	حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ	(وفات ۱۱؍جون ۲۰۰۸ء)	۱۵۴
۴۶......	الحاج بلند اختر نظامیؒ	(وفات ۱۳؍ستمبر ۲۰۰۸ء)	۱۵۹
۴۷......	شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمدؒ	(وفات ۲۷؍ستمبر ۲۰۰۸ء)	۱۶۰
۴۸......	قاری محمد اسماعیل شہیدؒ	(وفات ۴؍نومبر ۲۰۰۸ء)	۱۶۳
۴۹......	حضرت مولانا محمد ایوبؒ مدنی ملتانی	(وفات ۳۰؍نومبر ۲۰۰۸ء)	۱۶۵
۵۰......	مولانا ارشاد اللہ صدیقیؒ	(وفات ۲۲؍دسمبر ۲۰۰۸ء)	۱۶۵
۵۱......	حکیم قاری محمد یونسؒ	(وفات ۳؍فروری ۲۰۰۹ء)	۱۶۶
۵۲......	حضرت پیر نصیر الدین گولڑویؒ	(وفات ۱۳؍فروری ۲۰۰۹ء)	۱۶۸
۵۳......	حاجی معراج دینؒ	(وفات ۲۴؍فروری ۲۰۰۹ء)	۱۶۹
۵۴......	میاں عبدالواحدؒ	(وفات ۲۸؍فروری ۲۰۰۹ء)	۱۷۱
۵۵......	قاری خبیب احمد عمرؒ	(وفات یکم؍مارچ ۲۰۰۹ء)	۱۷۲
۵۶......	مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ	(وفات ۱۲؍اپریل ۲۰۰۹ء)	۱۷۳
۵۷......	شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خانؒ	(وفات ۵؍مئی ۲۰۰۹ء)	۱۷۷
۵۸......	شیخ الحدیث مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ	(وفات ۶؍جولائی ۲۰۰۹ء)	۱۸۷
۵۹......	حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہبازؒ	(وفات ۱۶؍جولائی ۲۰۰۹ء)	۱۸۹
۶۰......	حضرت مولانا غلام فریدؒ	(وفات ۳؍اگست ۲۰۰۹ء)	۱۹۴
۶۱......	حضرت مولانا علی شیر حیدریؒ	(وفات ۱۷؍اگست ۲۰۰۹ء)	۱۹۶

(۱) ...... حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ

(وفات ۵۹ھ)

نام، قبیلہ، وطن: حضرت ابو ہریرہؓ قبیلہ دوس سے تھے۔ وطن یمن تھا۔ عرب میں کنیت کا بہت رواج تھا۔ فلاں کا باپ، فلاں کی بیٹی" فلاں کا بیٹا، فلاں کی ماں' کہتے تھے۔ کنیت نے اتنی وسعت اختیار کی کہ نابالغ بچے کی کنیت رکھ دی جاتی تھی۔ بسا اوقات اصل نام پر کنیت کا ایسا غلبہ ہو جاتا کہ اصل نام کا جاننے والا سوائے کسی قریبی تعلق والے کے کوئی نہ ہوتا۔ یہی حال حضرت ابو ہریرہؓ کے نام کا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں آپ کے نام کے متعلق بیس اقوال درج کئے اور آپ کے والد کے نام میں پندرہ اقوال درج کئے۔ راجح قول وہ ہے جو محدث حاکم نے نقل کیا کہ آپ کا نام عبدالرحمٰن بن صخر معلوم ہوتا ہے۔ کنیت کا سلسلہ عرب میں اتنا بڑھا ہوا تھا کہ بسا اوقات ماں باپ کی جگہ دوسری چیزوں کو مضاف الیہ بنا کر بھی کنیت رکھ دیتے تھے۔ جیسے ابوتراب (مٹی والا) ابو ہریرہ (بلی والا)

الاصابہ میں ترمذی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ عبیداللہ بن رافع نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ کی ابو ہریرہؓ کنیت کیوں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری ایک چھوٹی سی بلی تھی۔ رات کو درخت پر بیٹھا دیتا۔ دن کو بکریاں چراتا تو وہ ساتھ رہتی تھی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک دن میں اپنی آستین میں چھوٹی بلی کو چھپائے جا رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ بلی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یا ابا ہریرہؓ (اے بلی والے) اس کو لکھ کر استیعاب میں ہے:'' وھذا اشبہ عندی ان یکون لنبی ﷺ کناہ بذالک'' (میرے نزدیک زیادہ صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی کنیت مقرر فرمائی تھی)

دربار رسالت ﷺ میں حاضری

۷ ہجری میں اپنے وطن یمن سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت فتح خیبر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ ابو ہریرہؓ خیبر میں آپ ﷺ سے جا کر ملے۔ اس وقت ابو ہریرہؓ کی عمر تیس سال سے زیادہ تھی۔ خیبر میں اسلام قبول کیا۔ غزوہ خیبر میں شرکت کی۔ یوں چار سال آپ ﷺ کی خدمت میں برابر حاضر باش رہے۔ یمن سے سفر کے دوران میں ابو ہریرہؓ کا غلام گم ہو گیا تھا۔ خیبر میں آپ نے اسلام قبول کیا تو اچانک وہ غلام سامنے آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارا غلام ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا:'' ھو حر لوجہ اللہ o ''میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو آزاد کر دیا۔

والدین: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں یتیمی میں پلا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش سے قبل والد صاحب کا انتقال ہوگیا تھا۔ والدہ یمن سے کب مدینہ منورہ تشریف لائیں یہ تو معلوم نہ ہوسکا۔البتہ یہ یقینی ہے کہ والدہ آپ کے ساتھ مسلمان نہ ہوئیں بلکہ آپ کی تبلیغ سے بعد میں اسلام لائیں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں۔ایک دن آنحضرتﷺ کے متعلق والدہ نے نازیبا کلمات کہہ دیئے۔ میرا کلیجہ شق ہوگیا۔فوراً زخمی دل اور بوجھل قدموں سے روتا ہوا آنحضرتﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور والدہ کے ایمان کے لئے درخواست کی۔آپﷺ نے فرمایا:’’اللھم اھد ام اباھریرۃؓ ‘‘یا اللہ ابوہریرہؓ کی والدہ کو ہدایت دے دے۔حضرت ابوہریرہؓ یہ دعا سنتے ہی قبولیت کے یقین کے ساتھ گھر کو پلٹے۔دروازہ بند تھا۔آہٹ پاکر والدہ نے گھر سے آواز دی ابوہریرہؓ باہر رکے رہو۔فرماتے ہیں کہ میں نے پانی کی آواز سے اندازہ کیا کہ والدہ غسل کر رہی ہیں۔غسل کر کے کپڑے بدلے جلدی میں سر پر دوپٹہ بھی نہ کیا اور دروازہ کھول دیا اور مجھے دیکھتے ہی بول اٹھیں:’’ اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ ‘‘میں پھر الٹے پاؤں خوشی سے روتا ہوا آپﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپﷺ نے واقعہ سنا۔اللہ تعالیٰ کی حمد فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔میں نے عرض کی کہ آپﷺ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میری اور میری والدہ کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دیں۔تذکرہ الحفاظ میں آپﷺ کی دعا کے یہ الفاظ منقول ہیں:’’اللھم حبب عبدک ھذا وامہ الیٰ عبادک المؤمنین وحببھم الیھما‘‘(اے اللہ اپنے اس بندہ (ابوہریرہؓ) اور اس کی والدہ کو اپنے مومن بندوں کا محبوب بنادے اور مومنین کو ان دونوں کا محبوب بنادے۔)

چنانچہ اس دعا کے باعث حضرت ابوہریرہؓ یقین کے ساتھ فرماتے تھے کہ جو بھی مومن آدمی میرا ذکر سنے گا مجھے دیکھے گا ضرور مجھ سے محبت کرے گا۔درحقیقت اسی دعا کا نتیجہ وثمرہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے دلوں میں ابوہریرہؓ کی محبت وعظمت ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے ایک دن حضرت ابوہریرہؓ سے آپﷺ کی ملاقات ہوگئی۔ آپﷺ نے ابوہریرہؓ کو ساتھ لے لیا۔ایک مجلس میں تشریف لے گئے۔حضرت ابوہریرہؓ موقعہ پاکر وہاں سے کھسک گئے۔گھر جاکر غسل کیا۔واپس دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپﷺ نے فرمایا کہاں گئے تھے۔ابوہریرہؓ نے عرض کی مجھے ضروری غسل کرنا تھا۔اچانک آپﷺ سے ملاقات ہوگئی۔ مجھے حیا مانع ہوئی کہ غسل کے بغیر آپﷺ کے ہاں حاضر

رہوں۔اس لئے غسل کر کے آیا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا:’’سبحان الله ان المؤمن لا ینجس ٥ ‘‘سبحان اللہ! مومن (ایسا) ناپاک نہیں ہوتا (کہ کسی کے پاس اٹھنا‘ بیٹھنا‘ بولنا‘ بات تک کرنا منع ہو جائے۔)

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر باشی

سیدنا ابو ہریرہؓ اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہمیشہ حاضر باش رہے۔ چنانچہ استیعاب میں ہے ابو ہریرہؓ غزوہ خیبر میں مسلمان ہوئے۔اس غزوہ میں آپؐ کے ساتھ شریک رہے۔ پھر تحصیل علم کی رغبت میں آپ ﷺ کے ہمیشہ ساتھ رہے۔اور جہاں آپؐ تشریف لے جاتے یہ بھی آپؐ کے ساتھ پھرتے۔اصابہ میں ہے:’’میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپؐ کی وفات تک برابر آپؐ کے گھروں میں ساتھ جاتا تھا۔آپؐ کی خدمت کرتا تھا۔آپؐ کے ساتھ جہاد وحج میں شریک ہوتا تھا۔ اس وجہ سے سب سے زیادہ حدیث نبویؐ کا عالم ہوں۔‘‘ چنانچہ سیدنا فاروق اعظمؓ حضرت طلحہ بن عبیدہؓ حضرت ابن عمرؓ جیسے اجل صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ سب سے زیادہ حدیث نبویؐ کے عالم تھے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے سند

سیدنا ابو ہریرہؓ نے ایک بار آپ ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ آپؐ کی شفاعت کا کون حق دار ہوگا؟۔اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں چونکہ باتیں یاد کرنے کا حرص ہے۔اس لئے میں نے سمجھ لیا تھا کہ اس بات کو تم سے قبل کوئی دریافت نہ کرے گا۔ (یہ آپؐ کی طرف سے سیدنا ابو ہریرہؓ کے لئے حدیث رسولؐ کے جاننے کے شائق ہونے کی سند ہے۔) اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ میری شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق وہی ہوگا جو سچے دل سے لا الہ الا اللہ پڑھ لے۔ (بخاری)

آنحضرت ﷺ کی جدائی میں بے قراری اور اس پر انعام

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم (صحابہؓ) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ بھی تھے۔اتنے میں آپؐ اٹھ کر اچانک چل دیئے۔ہم نے انتظار کیا۔مگر خاصی دیر تک آپؐ تشریف نہ لائے تو ہمیں تشویش ہوئی کہ کہیں کسی دشمن نے کوئی تعرض نہ کیا ہو۔کوئی واقعہ نہ پیش آ گیا ہو۔اس فکر میں ہم پریشان ہو گئے اور سب سے پہلے میں گھبرایا۔

میں آپؐ کی تلاش میں چل دیا۔ انصار کے ایک باغ میں پہنچا۔ (خیال ہوا کہ شاید اس میں آپؐ تشریف فرما ہوں گے۔) میں باغ کے اردگرد پھرا تمام راستے بند تھے۔ پانی کے جانے کی ایک نالی تھی۔ اس سے سمٹ سمٹا کر اندر چلا گیا۔ باغ میں آپؐ تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ ابوہریرہؓ آ گئے؟ میں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ فرمایا کیوں آئے؟۔ عرض کی کہ آپؐ نے واپسی میں تاخیر کردی ہمیں تشویش ہوئی۔ ہم سب گھبرا گئے۔ سب سے پہلے میں گھبرایا اور تلاش میں چل پڑا۔ اس باغ پر پہنچا تو باغ کی نالی سے لومڑی کی طرح سمٹ کر (یہ حضرت ابوہریرہؓ کے اپنے الفاظ ہیں) اندر آ گیا۔ باہر باقی لوگ موجود ہیں۔ اس وقت آپؐ پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ رحمت خداوندی کا خصوصی استحضار تھا۔ (رحمت کا دربار جوش میں تھا) خلوت میں اپنے مولا سے راز و نیاز میں مشغول تھے۔ آپؐ نے اپنے نعلین مبارک دے کر فرمایا کہ ان کو لے جاؤ۔ (بطور سند کے) اور باہر جو بھی کوئی ایسا شخص ملے جو دل کے یقین سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا سے جنت کی خوشخبری سنا دو۔ میں باہر آیا تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے اور پوچھا یہ نعلین مبارک کیسے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپؐ نے یہ عنایت فرمائے ہیں اور فرمایا ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ دل سے پڑھتا ہوا سے جنت کی بشارت سنا دو۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے میرے سینہ پہ زور سے ہاتھ مارا کہ میں چت گر گیا۔ روتا ہوا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے پوچھنے پر ساری بات بتادی۔ اتنے میں عمرؓ بھی آ گئے۔ آپؐ نے یہ ماجرا سنا کر عمرؓ سے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کی میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں مجھے ڈر لگا کہ کہیں صرف لا الہ الا اللہ کہنے پر جنت کی بشارت سن کر لوگ اعمال کو نہ چھوڑ دیں۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا (اچھا ایسا ہی کرو۔ چھوڑے رکھو) خوشخبری دے کر اعمال سے نہ ہٹاؤ۔ (مسلم)

حضورﷺ پر اس وقت خاص کیفیت طاری تھی۔ آپؐ کی رحمت کا دریا جوش میں تھا کہ رب کریم کی عنایات بے پایاں پر نظر تھی۔ اس لئے اس مصلحت کی طرف نظر نہ فرمائی جو مصلحت اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے دل میں ڈال دی۔ جب حضرت عمرؓ نے اس اعلان کو خلاف مصلحت سمجھا تو آپؐ نے بھی مصلحت کی توثیق فرمادی اور تائید کردی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیر کو مرید یا استاد کو شاگرد کوئی مشورہ دے اور بڑا اس مشورہ کو صائب سمجھے تو قبول کرلے۔ یہ سنت نبویؐ ہے۔

آپ ﷺ کی وصیت

(الف)............حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ا...... ہر ماہ

تین روزے رکھا کرو۔۲......سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کرو۔۳......چاشت کی کم از کم دو رکعت پڑھ لیا کرو۔

(ب)...........حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار آپؐ نے فرمایا کون ہے جو میرے ان کلمات کو سنے پھران پر عمل کرلے یا ایسے شخص تک پہنچادے جوان پر عمل کرے۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں فوراً بول اٹھا کہ یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔یہ کام میں کرسکتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے ابوہریرہؓ کا ہاتھ پکڑا۔پانچوں انگلیوں پر پانچ باتیں فرمائیں۔(ہاتھ کو پکڑا۔ایک انگلی پر ہاتھ رکھ کرایک بات۔دوسری انگلی پر ہاتھ رکھ کر دوسری بات۔حتیٰ کہ پانچ باتیں ارشادفرمائیں)

۱......حرام چیزوں سے بچ،تو سب سے زیادہ عابد ہوگا۔

۲......اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کردیا ہے اس کی تقسیم پر راضی رہ۔سب سے زیادہ غنی ہوگا۔

۳......اپنے پڑوسی سے اچھا برتاؤ کر،تو مومن ہوگا۔

۴......لوگوں کے لئے وہی پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے،تو مسلم ہوگا۔

۵......زیادہ نہ ہنس۔کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کردیتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ پودے لگارہے تھے۔آپؐ نے فرمایا کیا کررہے ہو۔عرض کی پودے لگارہا ہوں۔فرمایا کیا اس سے اچھے پودے نہ بتلاؤں۔سنو سبحان اللہ والحمدللہ و لا الہ ا لا اللہ واللہ اکبر !یہ جنت کے پودے ہیں۔ہر کلمہ کے بدلہ جنت میں تمہارے لئے درخت لگ جائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی دعا

حضرت ابوہریرہؓ دعا کیا کرتے تھے:’’ اللھم لا تدرکنی سنة ستین ہ ‘‘ (اے اللہ مجھے ۶۰ ہجری نصیب نہ ہو)اور بعض روایات میں آپ کی یہ دعا مذکور ہے:’’اعوذبا اللہ من امارة الصبیان ہ ‘‘(اے اللہ میں نوعمروں کی امارت سے پناہ چاہتا ہوں۔)اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا اور ۶۰ ہجری سے پہلے آپ کا وصال ہوگیا۔۶۰ ہجری میں یزید کی حکومت قائم ہوئی۔۶۱ ہجری میں سیدنا حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا۔

شاگردوں کی تعداد

استیعاب میں لکھا ہے کہ آپ کے شاگروں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے۔جن میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ شامل ہیں۔ان شاگردوں میں امام ابن حنبلؒ (۱۳۲ہجری) حضرت سعید بن

مسیبؒ (۹۲ ہجری) حضرت مجاہدؒ (۱۰۰ ہجری) علامہ شعبیؒ (۱۰۳ ہجری) امام ابن سیرینؒ (۱۱۰ ہجری) امام عطاء بن ابی رباحؒ، امام ابوحنیفہؒ (۱۵۰ ہجری) عروہ بن زبیرؒ (۹۴ ہجری) یہ حضرات زیادہ مشہور ہیں۔

روایات کی تعداد: حضرت ابوہریرہؓ کی روایات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے:

کن حدیث بوھریرہؓ راشمار
پنج الف وسہ صد وھفتاد چار

بخاری شریف میں ساڑھے چار سو آپ کی روایات ہیں۔ مسلم شریف میں آپ کی روایات کی تعداد پانچ صد ہے۔ مسلمان قوم کو دیگر اقوام کے مقابلہ پر علم حدیث پر ناز ہے اور علم حدیث کو ابوہریرہؓ پر ناز ہے۔

بیٹھ کر نفل پڑھنا: ایک بار آپؐ بیٹھ کر نفل پڑھ رہے تھے۔ ابوہریرہؓ نے عرض کیا کہ آپؐ بیٹھ کر نفل پڑھ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا بھوک کی وجہ سے کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ حضرت ابوہریرہؓ یہ سن کر رونے لگے۔ آپؐ نے فرمایا ابوہریرہؓ مت روؤ۔ بھوکے آدمی کو قیامت کے دن حساب کی سختی نہ ہوگی۔ بشرطیکہ اس نے احتساب کیا ہو۔ یعنی بھوک کو حساب کی سختی سے بچنے کا ذریعہ سمجھا ہو۔ (کنز)

قوت حافظہ: حضرت ابوہریرہؓ کی قوت حافظہ بے پناہ تھی۔ یہ بھی آپؐ کا معجزہ تھا۔ حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابوہریرہؓ اور ایک اور شخص ہم تین آدمی مسجد میں بیٹھ کر دعا کر رہے تھے کہ آپؐ تشریف لائے۔ فرمایا کیا کر رہے ہو۔ عرض کی دعا کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا اب پھر دعا کرو۔ چنانچہ زیدؓ نے اور دوسرے ساتھی نے دعا کی۔ آپؐ نے آمین کہی۔ پھر ابوہریرہؓ نے دعا کی: ’’اللھم انی اسئلک ماسئلک صاحبی وعلما لا ینسی‘‘ آپؐ نے آمین فرمائی۔ اس پر ہم دونوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں بھی ایسا علم نصیب ہو جسے بھول نہ سکیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دوسی آدمی (ابوہریرہؓ) تم سے نمبر لے گیا اور یہ دعا اپنے لئے تم سے پہلے کر گزرا۔

ایک بار مروان بن حکم، حضرت ابوہریرہؓ کو بلا کر ان سے حدیثیں سننے لگے اور اپنے کاتب سے کہہ دیا کہ تم (پردہ میں) یہ حدیثیں لکھتے جاؤ۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ سال گزرنے کے بعد مروان نے پھر حضرت ابوہریرہؓ کو بلایا (اور وہی حدیثیں سننے کی خواہش کی) آپ نے وہ سب سنادیں۔ کاتب اپنے مسودہ کو دیکھتا رہا۔ ایک سال گزرنے کے باوجود ایک حرف کا فرق نہ آیا۔

حضرت ابوہریرہؓ کے متفرق ایمان پرور واقعات

(۱)...........صوفہ عربی میں چبوترہ کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی میں ایک چبوترہ تھا جہاں پر دنیا کے کاموں سے فارغ ہو کر صرف دین کی تعلیم حاصل کرنے والے حضرات رہا کرتے تھے۔ ان کو اصحاب صفہ کہا کرتے تھے۔ جن میں حضرت ابوہریرہؓ بھی شامل تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھ پر تین دن ایسے گزرے کہ میں نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ صفہ تک جانے کے لئے گھر سے چلا۔ راستہ میں ضعف کی وجہ سے کئی بار گر گیا۔ گرتا پڑتا صفہ تک پہنچا۔ حضور علیہ السلام اصحاب صفہ کو دو پیالوں میں ثرید کھلا رہے تھے جو کہیں سے ہدیہ میں آیا تھا۔ سب کھا چکے۔ پیالوں میں سوائے کھائے ہوئے کھانے کے کچھ نہیں بچا۔ آپ ﷺ نے ان پیالوں سے اپنی مبارک انگلیوں کے ساتھ باقی ماندہ کھانے کو جمع کیا جو صرف ایک لقمہ بنا۔ وہ آپؐ نے مجھے عنایت فرمادیا۔ میں نے اپنی انگلیوں میں لے کر اسے کھانا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت ڈالی کہ میں نے پیٹ بھر کر کھایا اور سیر ہو گیا۔

(۲)...........اسی طرح فرماتے ہیں کہ بسا اوقات بھوک کی وجہ سے میں پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ ایک بار بہت بھوک کا غلبہ تھا۔ میں راستہ میں بیٹھ گیا۔ صدیق اکبرؓ تشریف لائے۔ میں نے ان سے مسئلہ پوچھا۔ خیال تھا کہ وہ ساتھ لے جائیں گے۔ کھانا کھلاویں گے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے مسئلہ سمجھا دیا اور خود چل دیئے۔ اتنے میں فاروق اعظمؓ تشریف لائے۔ ان سے بھی ایسے ہی ہوا۔ اتنے میں آپؐ تشریف لائے۔ میں نے مسئلہ پوچھا۔ آپؐ مسکرا دیئے اور فرمایا میرے ساتھ آجاؤ۔ پھر آپؐ گھر تشریف لے گئے۔ گھر والوں سے پوچھا کہ کوئی چیز کھانے کو ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک پیالہ دودھ کا جو کسی ہمسایہ نے ہدیہ بھیجا تھا۔ آپؐ نے ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ جاؤ۔ اصحاب صفہ کو بلا کر لاؤ۔ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں کھٹکا ہوا کہ ایک پیالہ اور اتنے آدمی۔ میرے حصہ میں کچھ نہیں آئے گا۔ پھر جبکہ تقسیم آپؐ نے مجھ سے کرانا ہے تو اس صورت میں میرے تک پہنچنے کا احتمال بھی نہیں۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ جب تمام اصحاب صفہ تشریف لے آئے تو آپؐ نے فرمایا ابوہریرہؓ پیالہ لے لو اور باری باری سب کو پلانا شروع کردو۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سب نے دودھ پیا اور دودھ سے پیالہ اسی طرح بھرا رہا۔ جب سب پی چکے تو آپؐ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اب میں (حضور ﷺ) اور آپ باقی رہ گئے۔ میں نے

عرض کی جی یارسول اللہ ﷺ ۔آپؐ نے فرمایا پیواور خوب پیو۔میں نے آپؐ کے حکم پر تین بار پیا۔ چوتھی بار بھی آپؐ نے فرمایا کہ پیو۔میں نے عرض کی کہ اب اندر گنجائش نہیں تو آپؐ نے وہ پیالہ مجھ سے لے لیااور باقی ماندہ دودھ خوداستعمال فرمایا۔

(۳)............حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری اور دین کی تعلیم کو میں نے اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا۔میرے پاس نہ کوئی غلام تھا نہ باندی اور دنیاوی حاجت کے لئے دولت۔بھوک ستاتی تو پیٹ پر کنکریاں باندھ لیا کرتا۔فرماتے تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اصحاب صفہ کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔

(۴)............حضور ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد فتوحات کی بدولت فاقہ وتنگدستی کا دور ختم ہوا۔حضرت ابوہریرہؓ کا حال بھی بدل گیا۔اچھی غذااوراچھے کپڑے میسر آئے۔ کسی نے سابقہ حالت یاددلائی تو آہ بھر کر فرمایا کہ بھوک کی وجہ سے کئی مرتبہ بے ہوش ہوکر گرجاتا تھا۔ایک مرتبہ فرمایا کہ میں یتیمی میں پیدا ہوا۔مسکینی میں ہجرت کی۔میں غزوان کی بیٹی کا اس شرط پر ملازم تھا کہ مجھے کھانے کومل جایا کرے گااور پیدل چلنا پڑے گا۔چنانچہ غزوان کی بیٹی کے گھر والے جب اونٹ پر سوار ہوتے تو میں پیدل اونٹوں کے مہار تھام کر حدی پڑھتا ہوا چلتا تھا۔جب وہ کہیں منزل کرتے تو میں ان کے لئے سوکھی لکڑیاں کاٹ کرلاتا تھا۔لیکن آج وہی ابوہریرہؓ ہوں وہی عورت جس کا میں ملازم تھا۔یعنی غزوان کی بیٹی کی وہ میری بیوی ہے۔اب سوار ہوتے ہیں تو میرے لئے سواری مہیا کی جاتی ہےاور جب منزل میں اترتا ہوں تو خدمت کی جاتی ہے۔

(۵)............ایک بارآنحضرت ﷺ نے فطرانہ کے غلہ کی حفاظت حضرت ابوہریرہؓ کے ذمہ لگائی۔حضرت ابوہریرہؓ جاگتے رہے۔رات کوایک آدمی آیا۔غلہ سے کچھ اٹھایا۔آپ نے پکڑ لیا۔اس نے منت معذرت کی اور تنگدستی کا عذر کیا۔آپ نے چھوڑ دیا۔صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا ابوہریرہؓ تو تمہارے رات کے چور کا کیا ہوا؟۔میں نے عرض کی کہ وہ بہت رویا۔تنگدستی کا عذر کیا۔میں نے چھوڑ دیا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا خیال کرنا وہ رات پھر آئے گا۔دوسری رات وہ پھر آیا۔غلہ چوری کررہا تھا۔ابوہریرہؓ نے پکڑ لیااور دھمکی دی کہ میں تمہیں آج آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔وہ پھر پاؤں پڑ گیا۔منت ومعذرت کی۔آپ نے چھوڑ دیا۔صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا ابوہریرہؓ تو تمہارے رات کے چور کا کیا ہوا؟۔میں نے ساری صورت حال عرض کی۔آپؐ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے۔آج پھر آئے گا۔ تیسری رات پھر آیا غلہ چوری کررہا تھا۔ابوہریرہؓ نے پکڑ لیا۔فرمایا آج تو کسی حالت میں تیری

کوئی معافی نہ ہوگی۔ تجھے آنحضرتؐ کے پاس لے کر جاؤں گا۔ وہ پاؤں پڑ گیا۔ اس نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا مجھے چھوڑ دو۔ تمہیں ایسی بات بتاتا ہوں جو تمہیں بہت کام دے گی۔ اور وہ یہ کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔ صبح تک اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیں گے۔ کوئی شیطان قریب نہ آئے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابوہریرہؓ تمہارے رات کے چور کا کیا ہوا؟۔ میں نے عرض کی کہ اس نے اس طرح آیت الکرسی پڑھنے کا کہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ جھوٹا تھا لیکن بات سچی بتا گیا۔ (پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔ تین رات سے تمہیں تنگ کر رہا تھا۔)

(۶)........... حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ذرا سی کھجوریں لے کر حاضر ہوا۔ آپؐ نے برکت کی دعا کی اور فرمایا کہ کھجوروں کو تھیلی میں رکھ لو اور جب ضرورت ہو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو۔ اس کو جھاڑ کر بالکل خالی مت کر دینا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں ضرورت کے وقت ایسا ہی کرتا۔ حتیٰ کہ تھیلے کی کھجوریں فروخت کر کے ان پیسوں سے سواریاں خرید کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھیجیں۔ تقریباً پچیس سال تک حضرت ابوہریرہؓ اس عمل سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد کہیں گر کر ضائع ہوگئی۔

(۷)........... حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ جب تم اپنی مسجدوں کو دلہن بنادو اور قرآنوں کو سجادو تو یہ تمہاری ہلاکت ہے۔

وفات

حضرت ابوہریرہؓ نے مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں اپنے گھر میں وفات پائی۔ وقت نزع رونے لگے۔ پوچھنے پر فرمایا خوب سمجھ لو کہ میں تمہاری اس دنیا کے چھوٹ جانے پر نہیں رو رہا۔ بلکہ اس فکر میں رو رہا ہوں کہ میرا سفر بہت لمبا ہے اور سامان سفر بہت کم ہے اور میں اب ایسے موقعہ پر ہوں کہ روح نکلتے ہی یا تو جنت میں جانے والا ہوں یا دوزخ میں۔ نہیں سمجھتا کہ مجھے پکڑ کر کس میں لے جایا جائے گا؟۔ آپ کے جنازہ کی نماز ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے پڑھائی اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔ وفات کی اطلاع حضرت امیر معاویہؓ تک پہنچی تو آپ نے حضرت ابوہریرہؓ کے وارثوں میں دس ہزار درہم تقسیم کئے۔ سن وفات میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کی رائے میں ۵۷ ہجری اور دوسری جماعت کی رائے ۵۸ ہجری ہے۔ واقدیؒ نے ۵۹ ہجری بتایا ہے۔ (لولاک صفر ۱۴۲۴ھ)

(۲) ...... حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

(پیدائش ۸۰ھ، وفات ۱۵۰ھ)

نام نعمان، کنیت ابوحنیفہ، امام اعظم لقب، نسب نامہ نعمان بن ثابت بن زوطی۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد جناب ثابتؒ، حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کے لئے اوران کے خاندان کے لئے دعا کی تھی۔ بعض نے امام صاحب کا سن پیدائش ۷۰ ہجری بھی بتایا ہے۔

حضرت علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد علم نبوت کے تین مراکز تھے۔ مکہ، مدینہ، کوفہ۔ مکہ معظّمہ کے صدر معلم حضرت ابن عباسؓ۔ مدینہ طیبہ کے صدر معلم حضرت ابن عمرؓ اور کوفہ کے صدر معلم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں کوفہ دارالخلافہ بنا۔ حضرت علیؓ کے کوفہ تشریف لانے سے قبل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمارؓ، حضرت ابوموسیٰؓ کوفہ تشریف لا چکے تھے۔

صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہزار پچاس حضرات نے کوفہ میں سکونت اختیار فرمائی جن میں سے چوبیس بدری صحابہؓ بھی تھے۔ بعض حضرات نے کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کے تشریف لانے کا ذکر فرمایا ہے۔ علامہ نوویؒ نے کوفہ کو دارالفضل والفضلاء کا لقب دیا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ بیس سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ادب، انساب، علم کلام کے حصول کے بعد فقہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس زمانہ میں کوفہ میں فقیہ وقت حضرت امام حمادؒ تھے۔ حضرت حمادؒ مشہور امام وقت تھے بڑے بڑے تابعینؒ سے آپ نے استفادہ کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حدیث وفقہ کا جوسلسلہ کوفہ میں قائم ہوا تھا۔ اس کا مدار اپنے وقت میں حضرت حمادؒ پر رہ گیا تھا۔ حضرت حمادؒ کا سن وصال ۱۲۰ ہجری ہے۔ حضرت حمادؒ اوران کے علاوہ کوفہ میں کوئی ایسا محدث و فقیہ نہ تھا۔ جن سے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے استفادہ نہ کیا ہو۔ حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ نے امام صاحب کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تحریر کی ہے۔ حضرت علامہ سیوطیؒ نے بہت سے آپ کے شیوخ واساتذہ کا ذکر کیا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ نے بھی آپ کے شیوخ کا تعارف کرایا ہے۔ علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے جس حدیث سے استدلال کیا اس کو خیار تابعینؒ سے حاصل کیا تھا۔ ان کے رواۃ میں کوئی متہم بالکذب نہیں۔ امام صاحب کے مسلک کے دلائل میں ضعف مابعد کے رواۃ میں تو ممکن ہے۔ امام صاحب تک کوئی ضعف نہیں۔ آپ نے حرمین شریفین

کا سفر بھی کیا اور استفادہ علم بھی۔ آپ کا چھ سال تک مکہ مکرمہ میں مستقل قیام رہا۔ بیس مرتبہ سے زائد بصرہ کا سفر کیا۔ مکہ مدینہ کوفہ بصرہ غرض عراق وحجاز دونوں جگہ سے روایات کو آپ نے حاصل کیا۔ آپ کے تلامذہ کا شمار مشکل بلکہ بہت مشکل ہے۔ علامہ کروریؒ نے آپ کے تلامذہ کی تعداد آٹھ ہزار سے اوپر بیان فرمائی ہے۔ فقہاء میں آپ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ امام زفرؒ امام حسن بن زیادؒ، اور محدثین سے آپ کے شاگرد حضرت عبداللہ بن مبارکؒ لیث بن سعدؒ، امام مالکؒ اور سعد بن کدامؒ، صوفیاء سے آپ کے شاگرد فضیل بن عیاضؒ، داؤد طائیؒ رحمہم اللہ تعالی اجمعین مشہور ومعروف ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں سے چالیس حضرات پر مشتمل ایک کونسل تھی جو نئے مسائل پر بحث کے بعد جس پر اتفاق ہوجاتا تھا۔ وہ مسئلہ ضبط تحریر میں آجاتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں آکر میں نے دریافت کیا کہ یہاں سب سے بڑا پارسا کون سا ہے؟۔ تو مجھے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا نام بتایا گیا اور میں نے ان کو ایسا پایا جیسا سنا تھا۔

بخاری، مسلم کی حضرت ابوہریرہؓ اور طبرانی و احمد کی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوکان العلم بالثریا لتناولہ اناس من ابناء فارس ٥ “اگر علم ثریا کے پاس ہوتو فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ علامہ سیوطیؒ اور ابن حجرؒ نے آپ ﷺ کی اس پیشگوئی کا مصداق اولین حضرت امام ابوحنیفہؒ کو قرار دیا ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: ”کان من اذکیاء بنی آدم ٥ “ یعنی امام صاحب اولاد آدم کے ذکی وذہین لوگوں میں سے تھے۔ حضرت امام وکیعؒ فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کسی فقیہہ سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔

عہد صحابہ کرامؓ اور امام صاحب

امام صاحب کے آغاز شباب تک کئی صحابہ کرامؓ زندہ تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ نے ۹۳ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ نے ۱۰۲ھ میں اور عبداللہ بن بسرؓ المازنی نے ۹۶ ہجری میں وفات پائی۔ محدثین ومحققین کے نزدیک حضرت امام صاحب نے متعدد حضرات صحابہ کرامؓ سے متعدد بار شرف زیارت حاصل کیا۔ لہذا آپ کا تابعی ہونا مسلم ہے۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو بار بار دیکھا ہے۔ حضرت حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں متعدد صحابہ کرامؓ کوفہ میں جمع تھے۔ حضرت امام مالکؒ اور اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے چھبیس صحابہ کرامؓ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا

ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ ذہبیؒ علامہ نوویؒ زین العراقیؒ، ابن جوزیؒ امام دارقطنیؒ نے امام صاحب کی تابعیت کو تسلیم کیا ہے۔البتہ حضرات صحابہ کرامؓ سے آپ کا روایت کرنا بعض حضرات کے نزدیک بالکل ثابت نہیں۔لیکن صاحب لسان المیز ان نے حضرت عائشہ بنت عجرؓ سے آپ کی روایت کا ذکر کیا ہے۔امام صاحب اور آپ کی قائم کردہ فقہی کونسل سے بارہ لاکھ ستر ہزار مسائل کا مدون ہونا بیان کیا گیا ہے۔منصور نے ۱۴۷ ہجری میں آپ کو قید کیا،سجدہ کی حالت میں رجب ۱۵۰ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔رحمۃ اللہ علیہ!

آپ کے صرف ایک صاحبزادے تھے جن کا نام حمادؒ تھا۔یحییٰ بن معینؒ کا قول ہے:"کان ابوحنیفہ ثقة لایحدث الا ما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ ہ" "امام صاحب ثقہ تھے وہی حدیث بیان کرتے تھے جو آپ کو حفظ ہوتی تھی جو حفظ نہ ہوتی تھی اسے بیان نہ کرتے تھے۔امام وکیعؒ فرماتے ہیں جیسی احتیاط امام صاحب سے حدیث میں پائی گئی کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔حضرت علی بن جعد جوہریؒ جو حضرت امام بخاریؒ اور حضرت امام ابو داؤدؒ کے استاد ہیں۔فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ:"اذا جاء بالحدیث جاء بمثل در ہ" "امام ابو حنیفہؒ جس حدیث سے استدلال کرتے تھے وہ موتی کی طرح چمکتی ہوتی ہے۔علامہ شعرانیؒ نے میزان میں امام ابوحنیفہؒ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ قسم بخدا وہ شخص ہم پر الزام لگاتا ہے کہ ہم نص پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔کیا نص کے بعد بھی قیاس کی ضرورت ہوگی؟۔حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں فرمایا کہ ان ضعیف الحدیث عندہ (ابوحنیفہ) اولیٰ من القیاس کہ امام صاحب ضعیف حدیث کو بھی قیاس سے اولیٰ سمجھتے تھے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں:"الناس عیال لابی حنیفہ فی الفقہ بعدہ ہ" "آنے والے فقہ میں ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین ہیں۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:"من مناقب ابی حنیفۃ التی انفرد بہا انہ اول من دون علم الشریعة ورتبہ ابوابا ثم اتبعہ مالک بن انس فی ترتیب المؤطا ہ ولم یسبق اباحنیفۃ احد ہ" "امام ابوحنیفہ کے خصوصی مناقب میں سے ہے جن میں وہ منفرد ہیں۔ایک یہ بھی ہے کہ وہ وہی شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور ان کو ابواب پر ترتیب دیا۔پھر امام مالکؒ نے مؤطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی اور اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔امام صاحب کی مسانید کی تعداد علامہ کوثری نے اکیس بیان کی ہے۔جن کو ان کے شاگردوں نے اپنی کتابوں میں مکمل سمو دیا ہے۔علامہ شعرانیؒ نے بڑے فخر و مسرت سے اعلان کیا کہ میں امام اعظمؒ کی مسانید ثلاثہ کے صحیح نسخوں کی زیارت و مطالعہ سے مشرف ہوا۔(لولاک رجب المرجب ۱۴۲۳ھ)

(۳) ...... حضرت امام مالکؒ

(پیدائش ۹۰ھ، وفات ۱۷۹ھ)

نام مالکؒ، کنیت ابوعبداللہ، لقب امام دارالہجرۃ، والد کا نام انس، سلسلہ نسب یہ ہے۔ مالک بن انس بن ابی طاہر بن عمر بن الحارث بن عثمان بن جشیل بن عمرو بن الحارث ذی اصبح خالص عرب خاندان سے تعلق تھا۔ یہ خاندان جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں معظم ومحترم تھا۔ آپ کے بزرگ یمن سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے پردادا ابوطاہر نے مدینۃ النبی ﷺ میں آکر قیام کیا۔ آپ کے دادا ابوطاہرؒ نے شرف اسلام حاصل کیا۔ قاضی ابوبکرؒ نے ان کو صحابہؓ میں شمار کیا ہے۔ بعض نے ابوطاہرؒ کے آنحضرت ﷺ سے لقاء کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن آپ کے دادا جلیل القدر تابعی اور صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہونے پر کسی کو کلام نہیں۔ حضرت امام مالکؒ کا سن پیدائش ۹۳ھ ہے۔ آپ کا خاندان ممتاز علمی گھرانہ تھا۔ مدینۃ الرسول علم وفضل کا معدن تھا۔ امام مالکؒ کے زمانہ تک مدینہ طیبہ کی فضا علم ودین کے اعتبار سے نکتہ عروج پر تھی۔ چنانچہ امام مالکؒ کو یہاں کے علماء پر اتنا اعتماد تھا۔ ان کے نزدیک عمل اہل مدینہ مستقل حجت ہے۔

حضرت امام صاحبؒ نے مدینۃ المنورہ کے امام القراء حضرت نافع بن عبدالرحمٰن سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ جن کی قرأت پر آج دنیائے اسلام کی بنیاد ہے۔ آپ نے قرات کی تعلیم بالکل بچپنے میں حاصل کی۔ آپ کے استاذ حضرت نافع امام القراء ہیں۔ یہ حضرت ابن عمرؓ کے غلام تھے اور حضرت ابن عمرؓ جلیل القدر صحابی رسول اور حدیث وروایت کے استاذ وشیخ تھے۔ نافعؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی کامل تیس برس خدمت کی۔ حضرت نافعؒ نے دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی روایت کی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت نافع کو اہل مصر کا معلم بنا کر بھیجا تھا۔ ان کی وفات ۱۱۷ھ ہے۔ محدثین اس روایت کو جو مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کی سند سے ہو سلسلۃ الذہب (سونے کی لڑی) شمار کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت امام مالکؒ تبع تابعین سے شمار ہوتے ہیں۔ امام مالکؒ نے مؤطا میں جن شیوخ سے روایت کی ہے۔ ان کی تعداد پچانوے ہے۔ اور یہ سب حضرات مدنی ہیں۔ ان کے شیوخ میں صرف چھ حضرات غیر مدنی ہیں۔ یہ صرف مؤطا کے شیوخ کی تعداد ہے۔ ورنہ علامہ زرقانی نے ۹ سو سے زائد آپ کے شیوخ کی تعداد بتائی۔ غرض مدینہ طیبہ کے وہ تمام علوم جو مختلف سینوں میں تھے۔ ان سب کو قدرت نے امام مالکؒ کے سینہ میں مجتمع فرمادیا۔ آپ کے شیوخ کی جلالت شان کا اس سے اندازہ فرمائیے کہ امام احمد بن

حنبلؒ سے کسی راوی کی نسبت سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ اس لئے کہ ان سے امام مالکؒ نے روایت کی ہے۔ مؤطا میں سیدنا علیؓ اور سیدنا ابن عباسؓ کی روایات کم ہیں۔ ہارون الرشید کے سوال پر امام مالکؒ نے فرمایا یہ دونوں بزرگ میرے شہر میں نہ تھے اور میری ان کے اصحاب سے بھی ملاقات نہ ہوسکی۔ اسی طرح حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات ان حضرات سے بھی کم مؤطا میں ہیں۔ اس لئے یہ حضرات اوران کے اکثر اصحاب امام مالکؒ کے زمانہ میں کوفہ جا چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی درس گاہ پر حضرت نافعؒ جانشین ہوئے تو کم از کم بارہ برس حضرت امام مالکؒ نے ان سے استفادہ کیا۔ پھر حضرت نافعؒ کی وفات کے بعد امام مالکؒ اس درس گاہ کے صدر نشین ہوئے۔ جب حدیث شریف کے املاء کرانے کا وقت آتا۔ غسل کر کے عمدہ لباس زیب تن کرتے۔ خوشبو لگاتے اور اس اہتمام کے بعد مجلس علمی کی صدارت کیلئے باہر تشریف لاتے۔ پوری دنیائے اسلام میں امام صاحب کی شہرت کا چرچا ہوا۔ افریقہ، یورپ اور ایشیاء کے مسافران علم نے آپ سے استفادہ کیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ یوشک ان یضرب الناس اکبادا لابل یطلبون العلم فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینة ‘‘ (ترمذی ج۲ص۹۳، باب ماجاء فی عالم المدینۃ)

آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب وہ زمانہ آئے گا جب لوگ طلب علم کیلئے اونٹ ہنگائیں گے۔ لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ وہ کسی کو نہ پائیں گے۔ سفیان بن عیینہؒ اور عبدالرزاقؒ نے آپ ﷺ کی اس پیشگوئی کا مصداق حضرت امام مالکؒ کو قرار دیا ہے جو بالکل صحیح ہے۔

حافظ امام ذہبیؒ نے آپ کے شاگردوں کی تعداد کی شمار ناممکن لکھی ہے۔ امام مالکؒ نے باسٹھ سال درس وتدریس، فقہ وفتاویٰ اور تدوین حدیث سے اپنی مسند علمی کو چار چاند لگائے رکھے۔ بعض حضرات نے آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد تیرہ سو سے زائد بیان کی۔ امام زہری، شیخ ابوالاسود، ایوب سختیانی ’’ربیعة المرائی‘‘، یحیٰ بن سعید انصاری، امام صاحب کے شیوخ میں شامل ہیں۔ لیکن آپ سے انہوں نے بھی روایت کی ہے۔ امام محمدؒ، امام شافعیؒ، ابو یوسف جیسے آئمہ ہدیٰ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ فقہ اربعہ میں قدر مشترک اور اصل حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے اجماعی مسائل ہیں۔ پھر فقہائے مدینہ جیسے ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ اور تابعین مدینہ سے فقہائے سبعہ اور صغار تابعین سے امام زہریؒ اور ان جیسے حضرات پر حضرت امام مالکؒ کی فقہ کا اعتماد ہے۔ مدینہ کے فقہائے سبعہ یہ حضرات ہیں:

(۱)............حضرت سعید بن مسیّب المتوفی ۹۴ھ (۲)............عبداللہ بن عتبہ بن مسعود المتوفی ۹۸ھ (۳)............عروہ المتوفی ۹۴ھ (۴)............قاسم بن محمد بن ابی بکر المتوفی ۱۰۸ھ (۵)............ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام المتوفی ۹۴ھ (۶)............سلیمان یسار المتوفی ۱۰۹ھ (۷)............خارجہ بن زید المتوفی ۱۰۹ھ

امام مالکؒ کے بارہ میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب حدیث آئے تو مالک مستحق ہیں۔عبدالرحمٰن بن بعدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر امام مالک سے بڑھ کر حدیث نبوی ﷺ کا اور کوئی امانت دار نہیں۔امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حدیث یاد کرنی ہو تو کس کی کریں۔فرمایا امام مالکؒ کی۔امام صاحب کو مدینہ طیبہ سے غایت درجہ کی محبت تھی۔بجز ضروری سفر کے کبھی مدینہ طیبہ سے باہر نہیں نکلے۔ہارون الرشید نے چاہا کہ مؤطا کو خانہ کعبہ میں آویزاں کیا جائے اور تمام مسلمانوں کو فقہی احکام میں اس کی پیروی کا پابند کیا جائے۔اگر کوئی شہرت پسند ہوتا تو اس کیلئے اس سے بڑھ کر شہرت حاصل کرنے کا اور کون سا بڑا موقع ہو سکتا تھا؟۔لیکن امام صاحب کی اخلاص کی بلندی کو دیکھئے۔فرمایا:''ایسا نہ کرو خود صحابہ کرام فروع میں مختلف ہیں اور وہ ممالک میں پھیل چکے ہیں اور ان میں ہر شخص راہ صواب پر تھا۔مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مکان پر کرایہ دیگر عمر بھر رہے۔اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا۔مسجد نبوی ﷺ میں حضرت عمرؓ کی نشست گاہ پر نشست کرتے۔یہ وہی جگہ تھی جہاں اعتکاف کے لئے آپ ﷺ کا بستر مبارک لگایا جاتا تھا۔اور ذوالنفس ذکیہؒ نے مدینہ منورہ میں اور ان کے بھائی ابراہیمؒ نے بصرہ میں جب سادات پر منصور کی زیادتیوں کے خلاف بغاوت کی تو امام صاحب نے ان کا ساتھ دیا۔اس جرم میں والی مدینہ جعفر بن سلیمان نے آپ کو قید اور ستر کوڑوں کی سزا دی۔تمام پشت خون آلود ہوگئی اور دونوں بازو کندھوں سے نکل گئے۔اونٹ پر بٹھا کر شہر میں منادی کرائی۔آپ فرماتے جاتے تھے جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں۔فتوی دیتا ہوں کہ جبری طلاق درست نہیں۔۱۴۶ھ میں جب منصور حرمین میں حاضر ہوا اور والی مدینہ جعفر بن سلیمان کی امام صاحب سے زیادتی کا علم ہوا تو قصاص لینا چاہا۔لیکن امام صاحب نے منع کر دیا اور فرمایا کہ جب کوڑا پڑتا تھا اس وقت میں جعفر کو قرابت رسول ﷺ کے باعث معاف کر دیتا تھا۔آپ نے چھیاسی سال کی عمر پائی۔۱۱ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں انتقال فرمایا۔جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

مئوطا: یہ کتب خانۂ اسلام کی وہ پہلی کتاب ہے جو قرآن مجید کے بعد باضابطہ سب

سے پہلے (فقہی ابواب کی ترتیب پر) لکھی گئی۔ مؤطا کا لغوی معنیٰ روندا ہوا‘ تیار کیا ہوا‘ نرم اور سہل بنایا ہوا‘ تمام معانی بطور استعارہ کے مراد لئے جاسکتے ہیں۔ ابوحاتم مرازی فرماتے ہیں امام مالک نے مؤطا مرتب کر کے لوگوں کے لئے سہل و آسان بنادیا ہے۔ بعض حضرات نے صحاح ستہ میں اس کا مقام ترمذی کے بعد بیان کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ صحیحین کے بعد اس کا درجہ ہے۔ حافظ ابوزرعہ راضی بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص طلاق پر قسم کھائے کہ مؤطا میں امام مالک نے جو حدیثیں بیان کیں ہیں صحیح ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

امام شافعیؒ نے مؤطا کو کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب قرار دیا ہے۔ آج کے شوافع علماء فرماتے ہیں کہ امام شافعی کا یہ قول بخاری و مسلم کے ضبط تحریر میں آنے سے قبل کا ہے۔ صحیح بخاری میں ثلاثیات کی تعداد بائیس ہے۔ جبکہ مؤطا کی بنیاد ہی ثلاثیات پر ہے۔ بلکہ اس کا امتیاز ہے کہ مؤطا میں چالیس ثنائیات ہیں۔ ثلاثیات یعنی آپ کے اور آنحضرت ﷺ کے درمیان تین واسطے۔ ثنائیات دو واسطے ہوئے۔ ابتداء مؤطا میں دس ہزار احادیث تھیں مگر امام صاحب نے باقی کو قلم زو فرمادیا۔ اب صرف ۱۷۲۰ باقی ہیں۔ اس میں مسند و مرفوع ۶۰۰ ہیں۔ مرسل ۲۲۲ ہیں۔........موقوف ۶۱۳ ہیں۔........تابعین کے اقوال و فتاویٰ ۲۸۵ ہیں۔ کل ۱۷۲۰ ہوئیں۔ پندرہ سے زیادہ مؤطا کی شروحات متداول ہیں۔ (لولاک شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ)

(۴) ...... حضرت امام شافعیؒ

(پیدائش ۱۵۰ھ، وفات ۲۰۴ھ)

نام محمد‘ کنیت ابوعبداللہ‘ لقب ناصر السنۃ‘ نسب نامہ محمد بن ادریس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید قریشی الہاشمی المطلبی۔ ساتویں پشت پر آپ کا نسب نامہ آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔ جد اعلیٰ شافع کی نسبت سے شافعی کہلاتے ہیں۔ آپ رجب ۱۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اسی دن ہی امام ابوحنیفہؒ کا یوم وفات ہے۔ قدرت حق نے امت مسلمہ کو امام اعظمؒ کا بدل عنایت فرمایا۔ امام شافعیؒ نے سب سے پہلے مسلم بن خالد زنجی مفتی مکہ سے تین سال تعلیم حاصل کی۔ جب تیرہ سال عمر مبارک ہوئی تو مدینہ طیبہ امام مالکؒ کے آستانہ پر حاضر ہوئے۔ امام مالکؒ کے سامنے مؤطا کی زبانی تلاوت کی۔ امام مالکؒ کے پاس آٹھ ماہ رہے۔ پھر مکہ مکرمہ کے شیوخ بالخصوص محدث شہید سفیان بن عیینہؒ سے تعلیم حاصل کی۔ (امام شافعیؒ کو) عمائد قریش کی سفارش پر والئی یمن نے نجران کا عامل مقرر کردیا۔ والئی یمن نہایت ظالم تھا۔ آپ اسے روکتے

تھے۔ وہ آپ کے درپے آزار ہوا۔ خلیفہ ہارون الرشید کو جھوٹی شکایت کی۔ گرفتار کر کے آپ کو دربار خلافت لایا گیا۔ امام محمد کو معلوم ہوا۔ آپ کی سفارش پر جان بخشی ہوئی۔ یہ واقعہ ۱۸۴ھ کا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۴ سال تھی۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ نے امام صاحبؒ سے فقہ عراق حاصل کی۔ امام محمدؒ کی خدمت میں تین سال رہے اور بالآخر خود فقہ کے بانی ومؤسس قرار پائے۔ تازندگی امام محمدؒ کے ممنون رہے۔ خود ان کا قول ہے کہ امام محمدؒ سے جو کچھ پڑھا سنا اور حاصل کیا وہ بار شتر کے برابر ہے۔ امام محمد بھی آپ کا بے پناہ خیال رکھتے تھے۔ ابوالحسن زیادیؒ فرماتے ہیں کہ جو برتاؤ امام محمدؒ کا امام شافعیؒ سے تھا اور کسی سے نہ تھا۔ قدر زر زرگر بداند۔ قدر جوہر جوہری، کا معاملہ تھا۔ رجب ۲۰۴ میں اپنے تلامذہ کی ایک جماعت ورثہ چھوڑ کر عالم فانی سے رخصت ہوئے۔ مصر میں مزار ہے آخری عمر یہاں گزاری تھی۔ مسند شافعی آپ کی یادگار تصنیف ہے۔ اس میں کل روایات ۱۹۰۰ ہیں۔ مکررات حذف کر کے روایات کی تعداد ۸۲۰ ہے۔ الرسالہ، کتاب الام آپ کی تصنیفات کو شہرت عامہ حاصل ہوئی۔ ملا علی قاریؒ نے آپ کی تصنیفات کی تعداد تیرہ بیان کی ہے۔ امام محمد نے آپ کو یہ سند دی: ”ان تکلم اهل الحديث يوماً فبلسان الشافعی ہ“ ”اگر کسی روز اصحاب حدیث کلام کریں تو شافعی کی زبان میں کلام کریں گے۔ گویا یہ امام وقت ہونے کی سند تھی۔ امام احمدؒ نے آپ کو دوسری صدی کا مجدد شمار کیا ہے۔ (لولاک رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ)

(۵) ...... حضرت امام ابن حنبلؒ

(پیدائش ۱۶۴ھ، وفات ۲۴۱ھ)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ شیبانی مروزی کنیت ابوعبداللہ خالص عربی النسل تھے۔ بغداد میں ربیع الاول ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ تین سال میں والد کا انتقال ہو گیا۔ بغداد مولد ومدفن ہے۔ آپ نے بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ حضرت امام ابویوسفؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حدیثیں لکھیں۔ دیگر محدثین سے بھی استفادہ کیا۔ بغداد سے فارغ ہو کر کوفہ' بصرہ' مکہ' مدینہ' یمن' شام' جزیرہ کے حضرات محدثین سے آپ نے استفادہ کیا۔ ۱۸۷ھ میں حجاز کے پہلے سفر میں حضرت امام شافعیؒ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت امام شافعیؒ حدیث کی صحت وسقم میں ان پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ حضرت حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ وہ بہت بڑے فقیہ تھے۔ جبکہ ان پر حدیث کا رنگ غالب تھا۔ امام شافعیؒ بغداد سے جانے لگے تو فرمایا: ”خرجت من بغداد وما خلفت بها اتقى ولا افقه من احمد بن حنبل“ ”میں بغداد چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اس

حالت میں کہ وہاں حضرت احمد بن حنبل سے بڑھ کر نہ کوئی متقی ہے نہ کوئی فقیہہ۔ حضرت امام احمد بن حنبل نے حضرت امام شافعی سے مؤطا کا سماع بھی حاصل کیا۔

چالیس سال کی عمر میں (تقریباً ۲۰۴ھ) آپ نے حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ ابتدا ہی سے ان کے درس میں سامعین اور طالبین کی تعداد بسا اوقات پانچ ہزار سے بھی زائد ہوتی تھی۔ ان میں پانچ پانچ سو صرف لکھنے والے ہوتے تھے۔ متوکل خلیفہ نے آپ کو اپنے لشکر میں ہفتہ بھر کے لئے رکھا۔ ان کا بیش قیمت کھانا دسترخوان پر ہوتا تھا۔ مگر آپ نے مسلسل ہفتہ بھر روزہ رکھے رکھا۔ بہت ضعف ہوگیا۔ جلدی رخصت نہ مل جاتی تو جان بچانی مشکل ہوگئی تھی۔ حضرت حافظ ابن جوزیؒ نے ان کے شیوخ کی تعداد سو سے زائد بتائی ہے جن میں قاضی ابو یوسفؒ ہیثم بن بشیر بن حازمؒ وکیعؒ، یحییٰ بن سعیدؒ قطانؒ سفیان بن عینیہؒ اور حضرت امام شافعیؒ جیسے حضرات شامل ہیں۔

تلامذہ میں خلق عظیم شامل ہے۔ جن میں حضرت امام بخاریؒ حضرت امام مسلمؒ حضرت امام ابوداؤدؒ حضرت ابوزرعہؒ حضرت عبداللہ بن احمدؒ ایسے محدثین شامل ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں ستتر سال کی عمر میں وصال کیا۔ جنازہ میں لاکھوں لاکھ افراد کی شرکت کا ذکر کیا گیا ہے۔

مامون خلیفہ معتزلیوں کا ہمنوا ہوا۔ تو آپ نے سینہ تان کر اس کی مخالفت کی۔ تین دن تک مناظرہ ہوا۔ مناظرہ میں شکست کے بعد گرفتار کر کے مامون کے ہاں بھجوایا گیا۔ راستہ میں تھے کہ مامون کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد معتصم اس کا جانشین ہوا۔ وہ بھی معتزلی تھا۔ اس نے امام صاحب کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ کوڑے لگانے کا حکم کیا۔ ہر دو کوڑا کے بعد جلاد بدل جاتا تھا۔ تاکہ تازہ دم جلاد دوسرے کوڑے مارے۔ ۲۸ ہفتہ قید میں رہے۔ اس عرصہ میں ۳۴ کوڑے آپ کو لگائے گئے۔ امام احمد بن حنبلؒ ہر کوڑے پر فرماتے تھے:

’’اعطونی شیاء من کتاب اللہ او سنۃ رسولہ حتی اقول بہ ٥‘‘

میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول ﷺ کی سنت میں سے کوئی دلیل پیش کرو تاکہ میں اس کے مطابق فتویٰ دوں۔

حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو ایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ان میں سے ایک کوڑا بھی مست ہاتھی کو لگایا جاتا تو وہ چیخ مار کر بھاگ جاتا۔ علی بن لامینیؒ معروف محدث جو حضرت امام بخاریؒ کے مایہ ناز استاذ تھے۔ فرماتے ہیں:

’’ان اللہ اعز ھذا الدین برجلین لیس لھما ثالث ابوبکر ن الصدیق یوم الردۃ واحمد بن حنبلؒ یوم المحنۃ ‘‘اللہ تعالیٰ نے اس دین کی غلبہ و حفاظت کا کام دو شخصوں سے لیا جن کا تیسرا ہمسر نظر نہیں آتا۔ ارتداد کے موقع پر سیدنا صدیق اکبرؓ اور فتنہ خلق قرآن کے مسئلہ پر حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے دین کی حفاظت کا کام لیا۔

مسند احمد بن حنبل

دوسری صدی تک علماء، حدیث و آثار صحابہؓ و تابعینؒ کو ایک ساتھ لکھتے تھے۔ تیسری صدی کے اوائل میں یہ طریقہ بدل دیا گیا۔ حدیث نبوی ﷺ کو آثار صحابہؓ سے علیحدہ لکھا گیا پھر مسانید لکھنے کا آغاز ہوا۔ اس دور میں شاید ہی کوئی محدث ہو جس نے مسند نہ تحریر کی۔ جیسے احمد بن حنبلؒ ’’اسحاق بن راھویۃؒ‘‘ عثمان بن ابی شیبۃؒ وغیرھم !

حدیث کی تصنیف کے دو طریقے ہیں یا تو فقہی ابواب پر مرتب کیا گیا جیسے صحاح ستہ۔ یا مسانید کے طریقہ پر تصنیف کیا گیا۔ مسند یعنی ہر صحابیؓ کی تمام روایات کو ایک ساتھ جمع کر دیا جاتا ہے مسند میں صحابہؓ کی روایات جمع کرتے ہوئے کبھی حروف تہجی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ کبھی قبائل پر ترتیب دی جاتی ہے۔ کبھی اسلام میں سبقت کا لحاظ ہوتا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے علم حدیث کی تحصیل کے زمانہ سے جمع روایات کا سلسلہ ۱۸۰ھ سے ہی شرع کر دیا تھا اور آخیر زندگی تک اس میں مشغول رہے۔ ان کا قول ہے کہ میں نے سات لاکھ احادیث سے مسند میں احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ پھر حضرت حافظ ابن کثیرؒ کے بقول دو سو ایسے صحابہؓ کی روایات درج نہیں ہیں جن کی بخاری و مسلم میں روایات منقول ہیں۔

امام صاحبؒ اس کی تبویب نہیں کر سکے۔ یہ آپ کے شاگردوں اور آپ کے صاحبزادہ نے کی۔ اس کی ترتیب وتنقیح سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔ کتاب اسی حال میں رہ گئی۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ مسند کی موجودہ ترتیب امام صاحبؒ کے صاحبزادہ عبداللہ کی ہے اس میں خامیاں ہیں۔ مدنی صحابہؓ کو شامیوں میں اور شامیوں کو مدنی صحابہؓ میں شمار کیا گیا ہے۔

بعض حضرات نے مسند کی ترتیب قائم کی مگر اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی وہ سب کتب نایاب ہیں۔ بعض حضرات نے اس کا اختصار بھی کیا ہے۔ ابوالحسن بن عبدالہادی ۱۲۳۹ھ نزیل مدینہ منورہ نے اس کی شرح لکھی ہے۔ موجودہ زمانے میں الفتح الربانی میں مسند احمد کی شرح اور ابواب پر ترتیب قائم کی گئی ہے۔ احمد بن عبدالرحمٰن البناء نے یہ خدمت سرانجام دی ہے۔ مسند میں

تقریباً سات سو صحابہ کرامؓ کی روایات ہیں۔ اس میں روایات کی تعداد تین ہزار بتائی جاتی ہے۔ آپ کے صاحبزادہ عبداللہ کی زوائد کو شمار کیا جائے تو اس کی تعداد چالیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اس تعداد میں مکررات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ دیگر مسانید سے مسند احمد کو صحیح تر کہا گیا ہے۔ اس میں تین سو ثلاثیات ہیں۔ حافظ شمس الدین جزریؒ کے بقول کوئی حدیث غالباً ایسی نہیں جس کی اصل اس مسند میں نہ ہو۔ واللہ اعلم!

بعض حضرات نے اس میں ۳۸ موضوع روایات کا ذکر کیا ہے۔ مگر علامہ سیوطی نے التعقبات علی الموضوعات میں اس کا جواب دیا ہے۔ البتہ امام صاحب کے صاحبزادہ کے زوائد میں ضعیف وموضوع سب شامل ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اصل مسند میں کوئی موضوع روایت نہیں۔ سوائے تین چار روایتوں کے، مگر ممکن ہے کہ امام صاحب نے ان کو کاٹ دینے کی وصیت کی ہو مگر وہ سہواً رہ گئی ہوں۔ بہرحال اصل کتاب سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ (لولاک شوال المکرم ۱۴۲۳ھ)

(۶) ...... حضرت امام بخاریؒ

(پیدائش ۱۹۴ھ، وفات ۲۵۶ھ)

حضرت امام بخاریؒ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ' بردزبہ یہ مجوسی تھے۔ مجوسیت پر ان کا انتقال ہوا۔ امام صاحب کے پردادا مغیرہ خاندان کے پہلے شخص ہیں جنہوں نے بخارا کے امیر، ایمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسی نسبت سے امام صاحب جعفی معروف ہوئے۔ ورنہ جعف خاندان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کے دادا کے زیادہ حالات معلوم نہیں البتہ آپ کے والد جناب اسماعیل بہت بڑے محدث تھے۔ اپنے زمانہ میں محدثین کے طبقہ رابعہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ یہ امام مالکؒ اور حمادؒ کے شاگرد تھے۔ لیکن عبداللہ بن مبارکؒ کی خدمت میں زیادہ رہے۔ امام بخاریؒ ۱۳ شوال نماز جمعہ کے بعد ۱۹۴ ہجری کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں نابینا پیدا ہوئے۔ والدہ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے بینائی لوٹا دی۔ امام صاحبؒ کے والد کا جب انتقال ہوا امام صاحبؒ کی عمر اس وقت تین سال تھی۔ آپ نے بچپن میں تحصیل علم کا شغل اختیار کیا۔ سولہ سال کی عمر میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور امام وکیعؒ کی کتابوں کو حفظ کر لیا تھا۔ (یہ دونوں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔)

امام صاحبؒ حج کے لئے حجاز مقدس گئے۔ دو سال مکہ مکرمہ قیام کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر

میں نبی کریم ﷺ کے روضہ طیبہ کے پاس چاندنی راتوں میں قضایا الصحابۃ والتابعین اورالتاریخ الکبیر تصنیف کی۔حافظ ابن حجرؒ کے بقول امام صاحب کے سفر کا آغاز ۲۱۰ ہجری میں ہوا۔مصر، جزیرہ میں دو بار تحصیل علم کے لئے سفر کیا۔حجاز مقدس میں چھ سال قیام کیا۔کوفہ وبغداد علماء کا مرکز تھا۔بصرہ میں چار مرتبہ تشریف لے گئے اور بعض دفعہ پانچ پانچ سال قیام کیا۔ متعدد مرتبہ بغداد بھی گئے۔ ہر مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ بغداد کے قیام پر اصرار کرتے تھے۔

امام صاحبؒ کا قول ہے کہ میں نے اسی ہزار حضرات سے حدیثیں لکھی ہیں۔اور وہ سب محدث تھے لیکن اسحٰق بن راہویہؒ اور علی بن مدینیؒ سے زیادہ فیض حاصل کیا۔امام صاحب سے براہ راست نوے ہزار آدمیوں نے جامع الصحیح البخاری کو سنا تھا۔امام ترمذیؒ نسائیؒ، مسلمؒ جیسے صحاح ستہ کے آئمہ آپ کے شاگرد تھے۔امام صاحبؒ فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں اور بخاری شریف کا میں نے چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کیا ہے۔آپ کی ذہانت وحافظہ ضرب المثل تھا۔ایک بار بغداد تشریف لے گئے۔ بغداد کے علماء نے آپ کے حافظہ کے امتحان کے لئے ایک سو احادیث کے متون اور اسناد کو بدل کر دس دس آدمیوں نے دس دس احادیث پیش کیں۔ سند کسی حدیث کی اور متن کسی اور حدیث کا تھا۔ جب آپ سنتے تھے فوراً فرمادیتے: ’’ لاادری ‘‘ میں نہیں جانتا۔ جب وہ دس دس آدمی سو روایتوں کو سند ومتن کے اخلاط سے سنا چکے اور آپ نے سب کی صحت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تو آپ نے ان سو احادیث کے صحیح متن کو صحیح سندوں کے ساتھ سنا کر ہجوم خلق کو متحیر کردیا۔آپ کے علم وفضل کا سب کو لوہا ماننا پڑا۔

امام بخاریؒ کا حافظہ معاصرین کے نزدیک آپ کی کرامت تھا۔اپنے والد سے بہت ساترکہ پایا۔لیکن سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہے۔اور خود بسا اوقات آپ کو دو یا تین بادام پر دن گزارنا پڑا۔تحصیل علم کے لئے آدم بن ایاسؒ کے ہاں گئے۔گھر سے رقم آنے میں تاخیر ہوگئی۔فرماتے ہیں میں نے اس صورت حال کو مخفی رکھا۔دو دن گھاس کھا کر گزارہ کیا۔تیسرے دن کسی اجنبی نے دینار کی تھیلی عطیہ وہدیہ کردی۔یوں اللہ تعالیٰ نے مشکل حل کردی۔فرماتے ہیں کہ ہدیہ کرنے والے کو میں جانتا بھی نہ تھا۔فرماتے ہیں جس دن مجھے غیبت کی حرمت معلوم ہوئی اس دن سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔

ایک مرتبہ بیمار ہوئے۔حکیموں کو دکھایا گیا۔حکیموں نے آپ کا قارورہ دیکھ کر کہا کہ یہ سالن استعمال نہیں کرتے۔ جب آپ سے معلوم کیا تو انکشاف ہوا کہ چالیس سال سے سالن استعمال نہیں کیا۔ایک بار پڑھ رہے تھے۔فارغ ہوکر قمیص کا دامن اٹھا کر ساتھیوں سے فرمایا کہ

دیکھو پشت پر کیا ہے۔ دیکھا تو ایک بھڑ تھا۔ جس نے پشت کو سترہ مقام پر ڈنگ مار کر نشان زدہ اور متورم کر دیا۔ ساتھیوں نے عرض کی پہلی بار آپ کو بھڑ نے ڈنگ مارا تو آپ سلام پھیر دیتے۔ فرمایا ایک سورہ کی تلاوت کر رہا تھا۔ نامکمل چھوڑنا گوارہ نہ ہوا۔

آپ کے فضائل کے لئے بقول حافظ ابن حجر کے: ’’فذالک بحر لا ساحل لہ ٥ ‘‘ ایسا سمندر ہیں جس کا کنارہ نہیں۔ امام مسلم کا کہنا تھا کہ اپنے زمانہ میں دنیا بھر میں وحید العصر تھے۔ ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں کہ اپنے زمانہ میں اس آسمان کے نیچے امام بخاریؒ سے بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا۔ ۲۵۶ ہجری میں باسٹھ سال کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔ والئی بخارا نے کہا کہ میرے گھر پر میرے بچوں کو بخاری و تاریخ الکبیر پڑھا دیں۔ فرمایا پڑھانے کے لئے کسی کے دروازے پر جانا علم کی توہین ہے۔ اس نے کہا میرے بچے آپ کے ہاں پڑھنے کے لئے آجائیں گے لیکن ایسے وقت جب دوسرے طلباء نہ ہوں۔ فرمایا یہ امتیاز بھی طبیعت پر بھاری ہے۔ والئی بخارا غصہ سے بپھر گیا۔ آپ نے بخارا چھوڑ دیا۔ سمرقند گئے۔ وہاں سے سفر کیا۔ بخارا سے تھوڑے فاصلہ پر ننھیال کا گاؤں خرتنگ وہاں چلے گئے۔ شوال میں وہاں سے سمرقند کے لئے سفر کیا تو راستہ میں اجل نے آن گھیرا۔

امام صاحبؒ کی بائیس تصنیفات ہیں۔ بخاری شریف لکھ کر اپنے اساتذہ امام احمد بن حنبلؒ اور ابن المدینیؒ کے سامنے پیش کیا۔ یہ کتاب امام صاحب نے سولہ سال میں مکمل فرمائی۔ امام بخاری کے عہد تک احادیث کے بہت سے مجموعے تیار ہو گئے تھے۔ لیکن ان سب میں صحیح وضعیف ہر طرح کی روایات تھیں۔ آپ نے صحیح مجموعہ تیار کرنے کے لئے ارادہ کیا۔ امیر المومنین فی الحدیث اسحٰق بن راہویہؒ نے اس ارادہ کو اور زیادہ قوی کر دیا۔ ایک دن آپ نے امام بخاریؒ سے فرمایا کہ احادیث صحیحہ کا تم مجموعہ تیار کر دیتے۔ امام بخاریؒ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ امام بخاریؒ نے الجامع الصحیح کو مسجد نبوی میں تصنیف کیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں ہر حدیث کے درج کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا تھا۔ دو رکعت نفل پڑھتا تھا۔ جب صحت پر انشراح ہو جاتا تب اسے اپنی کتاب میں درج کرتا تھا۔

اس اہتمام کی وجہ سے بعض لوگوں کا قول ہے کہ انہوں نے اسے براہ راست آپ ﷺ سے سنا۔ تراجم کو نبی کریم ﷺ کے مزار مبارک اور منبر شریف کے درمیان بیٹھ کر تحریر کیا۔ غرض کتاب کا تمام مسودہ مسجد نبوی میں فائنل کیا۔ علماء حدیث کا قول ہے فقہ البخاری فی تراجمہ اور واقعۃً تراجم بخاری ہی کتاب کا نچوڑ ہے۔ لیکن ترجمۃ الباب کے ساتھ

حدیث کا تعلق تلاش کرنا بس یہ علماء ہی کا کام ہے۔حدیث کی تلاش بخاری سے بہت مشکل امر ہے اس لئے کہ امام صاحب ادنیٰ مناسبت سے بھی حدیث لاتے ہیں۔اصل اس مناسبت کو تلاش کرنا ہی کام ہے۔

بخاری میں بائیس روایات ثلاثی ہیں اوران میں بیس ثلاثیات کے شیوخ حنفی ہیں۔دو کی تحقیق نہیں۔حضرت امام بخاریؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام جعفر صادقؒ سے امتیازی کرم فرمایا ہے۔جبکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کی روایات کو لائے ہیں۔بعض صغیر السن تلامذہ کی روایات بھی لائے ہیں۔امام شافعیؒ کے شاگردوں سے مؤطا کا سماع بھی کیا۔لیکن امام مالکؒ کی صرف پانچ روایات لائے ہیں اوروہ بھی حضرت امام شافعیؒ کے حوالہ سے۔

امام محمدؒ کے شاگرد ہیں۔لیکن ان کی صرف دوروایات لائے ہیں۔امام مسلمؒ امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں لیکن مسلم میں ان کے حوالہ سے کوئی روایت نہیں لائے۔اس لئے اگرامام ابوحنیفہؒ کی کوئی روایت نہیں لائے تواس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ان آئمہ کی روایات کا چارسو عالم تذکرہ تھا۔ان کی روایات کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔محدثین وہ روایات لائے جن کوان کے نزدیک زیادہ جمع کرنے کی بہت زیادہ ضرورت تھی تاکہ وہ محفوظ ہوجائیں۔ لامع الداری میں سو سے زیادہ بخاری کی شروحات وحواشی اور متعلقات کا تذکرہ ملتا ہے۔ان میں سب سے زیادہ شہرت فتح الباری کو ہوئی۔لامع الداری حضرت گنگوہیؒ کے بخاری شریف کے دروس کے افادات ہیں۔(لولاک رجب المرجب ۱۴۲۳ھ)

(۷) ...... حضرت امام مسلمؒ

(پیدائش ۲۰۴ھ،وفات ۲۶۱ھ)

نسب نامہ یہ ہے مسلم بن حجاج بن داؤد بن کوشاد،امام صاحب کی کنیت ابوالحسن ہے۔ عرب خاندان قبیلہ بنی قشیر سے تعلق رکھتے تھے۔اس لئے قشیری بھی کہلاتے ہیں۔امام مسلمؒ ۲۰۴ھ میں خراسان کے مشہور شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے۔بعض حضرات نے سن پیدائش ۲۰۶ھ بھی تحریر کیا ہے۔ابتدائی تعلیم کے بعد سماع حدیث کی طرف ۲۱۸ھ میں متوجہ ہوئے۔عرب وعجم کی شاید کوئی قابل شخصیت ہوجس سے آپ نے کسب فیض نہ کیا ہو۔اساتذہ میں امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت امام بخاریؒ اور شاگردوں میں امام ترمذیؒ ابوبکر بن خزیمہؒ اورابوعوانہؒ جیسے حضرات شامل ہیں۔امام مسلمؒ کا مسلک معلوم نہیں ہوسکا۔اس لئے کہ صحیح مسلم کے ابواب خود مصنف نے مرتب

نہیں کئے بلکہ شارح مسلم علامہ نوویؒ کے قائم کردہ ہیں۔تراجم ابواب سے صاحب کتاب کے مسلک کے متعلق رائے قائم کی جاسکتی ہے۔البتہ نواب صدیق حسن خان نے ان کو شافعیؒ لکھا ہے۔مولانا عبدالرشید نعمانی نے ان کو مالکیؒ لکھا ہے۔آپ کی وفات کا واقعہ بھی عجائبات میں سے ہے۔آپ سے کسی نے حدیث شریف پوچھی جو اتفاق سے آپ کو یاد نہ تھی۔گھر آئے تو اس کی تلاش میں منہمک ہوگئے۔گھر والوں نے کھجور پیش کیں۔آپ کھجوریں کھاتے رہے اور حدیث شریف تلاش کرتے رہے۔حدیث کی تلاش میں اتنے منہمک ہوئے کہ بے خبری میں کھجوریں زیادہ کھالیں۔حدیث تو مل گئی لیکن کھجوروں کا زیادہ استعمال موت کا باعث بن گیا۔

۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو یک شنبہ کے دن وفات پائی۔اگلے روز دوشنبہ کو جنازہ ہوا۔نیشا پور سے باہر نصیر آباد میں دفن ہوئے۔تیس سے زائد آپ کی تصنیفات ہیں لیکن جو شہرت صحیح مسلم کو ہوئی۔اس کی مثال نہیں۔تین لاکھ صحیح احادیث سے انہوں نے صحیح مسلم کا انتخاب کیا ہے۔مکررات کے بعد صحیح مسلم کی روایات کی تعداد چار ہزار بیان کی جاتی ہے۔سفیان بن ابراہیم جو امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ان کہنا ہے کہ پندرہ سال صحیح مسلم کی ترتیب میں اپنے استاذ امام مسلم کے ساتھ شریک رہا۔ان کے بیان کے مطابق ۲۵۷ھ میں اس کتاب کی قرأت سے فراغت پائی۔اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب اپنی رحلت سے بہت پہلے اس کی ترتیب سے فارغ ہوچکے تھے۔امام صاحب نے اپنے دور کے تمام مشائخ حدیث کا جن احادیث پر اتفاق تھا۔ان کو اپنی صحیح میں درج کرنے کا اہتمام کیا۔جیسا کہ صحیح مسلم باب التشہد میں خود فرماتے ہیں۔پندرہ سال کی محنت سے کتاب کو مکمل کیا تو اس کی تکمیل پر اتنا اعتماد تھا کہ فرمایا۔محدثین اب دوسو سال بھی حدیث لکھتے رہیں تب اس کتاب سے استفادہ کے بغیر انہیں چارہ کار نہ ہوگا۔تصنیف کتاب سے اس وقت تک ہر دور میں اس کی قرأت امت میں معمول بہا رہی۔اس کی شروحات کا ایک ذخیرہ ہے۔(لولاک شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ)

(۸) ...... حضرت امام ابن ماجہؒ

(پیدائش ۲۰۹ھ،وفات ۲۷۳ھ)

نام محمدؒ کنیت ابوعبداللہؒ الرابعی القزوینی نسبت اور ابن ماجہ عرف ہے۔نسب نامہ یوں ہے۔ابوعبداللہ محمد بن یزیدؒ بن عبداللہ بن ماجہ الرابعی باالولاء القزوینی ہے۔

بعض حضرات نے دادا کا نام ماجہ لکھا ہے۔بعض نے اسے والدہ کا نام قرار دیا ہے۔ عجالہ نافع میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ”ماجہ لقب پدر ابوعبداللہ است نہ لقب جدا ونہ نام مادر“

ماجہ نہ ماں کا نام ہے نہ دادا کا بلکہ امام صاحب کے والد کا لقب ہے۔اور یہی صحیح اور قرین قیاس ہے۔قزوین ایران کا مشہور شہر ہے جسے آپ کے مولد ومسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔اسی نسبت سے قزوینی کہلاتے ہیں۔آپ ۲۰۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔قزوین کے جید علماء بقید حیات تھے۔آپ نے ان سے استفادہ کیا۔عمر کے اکیسویں سال ۲۳۰ ہجری میں سماع حدیث کے لئے عراق‘ بصرہ‘ کوفہ‘ بغداد‘ مکہ‘ مصر اور رئی کا سفر کیا۔حافظ ابن حجر نے خراسان اور شام میں تحصیل علم کے لئے جانا بھی لکھا ہے۔

مشہور محدث ابوبکر بن شیبہؒ سے خصوصیت سے تحصیل علم کیا۔امام مالکؒ اور امام لیث کے شاگردوں سے استفادہ کیا۔آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے۔مورخ ابن خلکان نے آپ کو امام فی الحدیث اور متعلقات حدیث کے علوم کا ماہر قرار دیا ہے۔ابن کثیر نے آپ کے علم وعمل اور تبحر علمی اور اصول وفروع کا ماہر قرار دیا ہے۔علامہ ذہبیؒ نے فرمایا:’’قدکان ابن ماجه حافظاً صدوقاً واسع العلم‘‘ مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے آپ کو شافعی المسلک قرار دیا ہے۔۲۱ رمضان ۲۷۳ ہجری کو انتقال فرمایا۔اگلے دن تدفین ہوئی۔اس اعتبار سے چونسٹھ سال عمر مبارک ہوئی۔آپ کی تصنیفات میں ایک تفسیر کا بھی ذکر ملتا ہے۔گرانقدر تصنیف آپ کی سنن ابن ماجہ ہے۔حافظ ابن حجرؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں:’’وكتابه فى السنن جامع جيد‘‘ ان کی کتاب سنن (احکام) میں ایک عمدہ جامع ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے ابن ماجہ کو نہایت مفید کتاب کہا۔صرف مسائل فقہ کے اعتبار سے اس کی ترتیب وتبویب کی تعریف کی۔شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ فی الواقع حسن ترتیب‘ عدم تکرار اور اختصار جو اس کتاب میں ہے اور کسی کتاب میں نہیں۔اس میں نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نادر احادیث ہیں جس سے صحاح خمسہ خالی ہیں۔مختلف احادیث نقل کرتے ہوئے بعض ایسے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ایمان افزاء ہیں۔جس سے حدیث نبوی سے اس عہد کے مسلمانوں کے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔مثلاً باب ماجاء فيما يستحب من التطوع بالنهار میں حبیب بن ثابت کی روایت نقل کی کہ انہوں نے اس حدیث کے راوی ابواسحٰق سبیل کو مخاطب کر کے فرمایا:’’ ماأحب ان لى بحديثك هذا ملاء مسجدك ذهباً ٥‘‘ مجھ کو آپ نے جو حدیث سنائی اس کے بدلہ میں تمہاری مسجد کے برابر بھرا ہوا سونا لینا بھی پسند نہیں کرتا۔

ماجہ میں پانچ ثلاثی روایات ہیں۔جبکہ مسلم ونسائی کی عالی روایات رباعیات ہیں۔جو ابن ماجہ میں بکثرت موجود ہیں۔ابن ماجہ میں پانچ ثلاثی روایات ایک ہی سند سے مروی ہیں۔

ابن ماجہ طبقہ کے لحاظ سے بہت عالی ہیں۔ مگر سند کے اعتبار سے ان کا کوئی خاص وزن نہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے امام ابوزرعہؒ کے متعلق فرمایا: ’’کان من افراد الدھر حفظاً وذکاءً دینا عملًا وعلماً ۰ ‘‘ابوزرعہؒ حفظ حدیث ذکاوت دین داری علم وعمل کے زمانہ سے یکتائے روزگار اشخاص میں سے تھے۔ یہی امام ابوزرعہ نے ابن ماجہ کو دیکھ کر یہ سند عطا کی کہ اگر یہ کتاب (ابن ماجہ) لوگوں کے ہاتھ پہنچ گئی تو فن حدیث کی اکثر جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو جائیں گی۔ چنانچہ حافظ ابوزرعہ کی حرف بہ حرف پیشگوئی پوری ہوئی۔ مثلاً صحیح ابن حبان صحت وقوت اسناد کے لحاظ سے ابن ماجہ سے اصح ہے۔ مگر جو قبولیت ابن ماجہ کو ملی وہ صحیح ابن حبان کو نہیں ملی۔ حافظ ابوالفضل محمد بن مطاہر مقدسی (۵۰۷ ہجری) جنہوں نے ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شمار کیا۔ اس کے بعد تمام مصنفین نے ان کی پیروی کی حافظ ابن حجر نے اس میں منکر احادیث کی تعداد زیادہ فرمائی ہے۔ لیکن دوسرے حضرات نے تصریح کی کہ منکر کا قول رجال ابن ماجہ کی طرف کرنا اولیٰ ہے۔ حدیثوں پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ جن روایات میں ابن ماجہ منفرد ہیں۔ ان میں صحیح حدیثیں بھی ہیں۔ حسن بھی اور ضعیف بھی۔ ان وجوہ کی بنیاد پر ابن ماجہ کا درجہ آخر میں رکھا گیا۔ سنن ابن ماجہ میں بتیس کتابیں پندرہ سو ابواب اور چار ہزار احادیث ہیں۔ گیارہ شروحات ابن ماجہ کی متداول ہیں۔ (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ)

(۹) ...... حضرت امام داؤدؒ

(پیدائش ۲۰۲ھ، وفات ۲۷۵ھ)

حضرت امام ابوداؤدؒ کا اسم گرامی۔ سلیمان۔ والد کا نام اشعث اور دادا کا نام اسحٰق تھا۔ امام صاحب کی کنیت ابوداؤد تھی۔ ہرات اور سندھ کے درمیان بلوچستان کے قریب سیتان نامی جگہ کے رہنے والے تھے۔ سیتان کا معرب سجستان ہے۔ اس لئے ابوداؤد سجستانی کے نام سے معروف ہوئے۔ یہ قول حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا ہے۔ ابن خلکان نے سجستان کو بصرہ کے دیہات میں شمار کیا ہے۔ لیکن اس کے جغرافیہ میں اس کا نام تک نہیں۔ یاقوت حموی نے خراسان کے اطراف میں سجستان کا واقع ہونا بیان کیا ہے۔ زیادہ قرین قیاس یہی ہے۔ ان کے بقول اس کا نام سجز ہے۔ اس لئے امام صاحب امام ابی داؤد سجزیؒ بھی کہلاتے ہیں۔

امام صاحب ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے لئے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں سنن ابوداؤد کی تالیف کی۔ ۲۷۱ھ میں بغداد کو خیر باد کہا۔ اور زندگی کے آخری چار

سال بصرہ میں گزارے۔ ۲۷۵ھ بصرہ میں جمعہ کے دن رحلت فرمائی۔ ابن حجرؒ کے اندازے میں تین سو سے زائد شیوخ سے اکتساب علم کیا۔ حضرت امام بخاریؒ کے بہت سے شیوخ سے حضرت امام ابوداؤدؒ نے بھی حدیث کا سماع کیا۔ حضرت امام ترمذیؒ اور حضرت امام نسائیؒ حضرت امام ابوداؤدؒ کے شاگرد ہیں۔ فقہ وعلم کلام‘ حفظ حدیث‘ زہدو ورع اور عبادت ویقین وتوکل میں یکتائے روزگار تھے۔ مشہور بات ہے کہ ان کے کرتہ کی ایک آستین تنگ اور دوسری کشادہ تھی۔ فیشن کے دلدادہ اس بے ڈھب سلائی پر متعجب ہوں گے۔ لیکن جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اپنا نوشتہ ایک آستین میں رکھ لیتا ہوں اس لئے اسے کشادہ رکھا ہے۔ دوسرے کو کشادہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اسے تنگ رکھ لیا۔

ورع وتقویٰ‘ عفت وطہارت میں بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ کہا گیا ہے کہ امام موصوف رفتار وگفتار میں اپنے استاد حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے بہت مشابہ تھے۔ حافظ موسیٰ بن ہارونؒ آپ کے ہمعصر تھے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوداؤدؒ دنیا میں حدیث اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت امام حاکمؒ کی رائے یہ ہے کہ حضرت امام اهل الحدیث فی عصره بلا مدافعة حضرت امام ابوداؤدؒ اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔ حضرت امام ابوداؤدؒ حنبلی المسلک تھے۔ یہ زیادہ صحیح قول ہے۔ متعدد آپ کی تصانیف ہیں۔ سنن ابی داؤد کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اپنے استاذ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ۲۴۱ ہجری ہے تو اس سے یہ بات متعین ہوئی کہ ۲۴۱ ہجری سے قبل سنن ابی داؤد کی تالیف ہوچکی تھی۔ اساتذہ حدیث کا تجزیہ ہے کہ بخاری کی ساری کمائی ترجمة الابواب میں ہے۔ مسلم کی خصوصیت مختلف اسانید سے صحیح احادیث کو جمع کرنا ہے۔

حضرت امام ابی داؤدؒ نے ائمہ کے مستدلات کو موضوع قرار دیا ہے۔ ترمذی کا مقصد بیان مذاہب ہے۔ حضرت امام نسائیؒ علل حدیث پر تنبیہ فرماتے ہیں۔ ابن ماجہ نے غیر معروف روایات کو بیان کرنا پیش نظر رکھا۔ مفتاح السعادة میں بخاری ومسلم کے بعد ابوداؤد کا درجہ شمار کیا ہے۔ پانچ لاکھ کے ذخیرہ احادیث سے چار ہزار آٹھ سو احادیث کا ابوداؤد میں انتخاب کیا ہے۔ حضرت امام ابوداؤدؒ نے ذخیرہ احادیث میں سے چار ایسی احادیث کا انتخاب کیا جن کے متعلق فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے دین پر عمل کرنے کے لئے یہ چار احادیث کافی ہیں:

(۱)............''انما لاعمال بالنیات ''تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار نیت پر ہے۔

(۲)............''من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعینه ''انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔

(۳)............'' لا یکون المؤمن مؤمنا حتی یرضی لاخیه ما یرضیه لنفسه ''مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جس کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۴)............''الحلال بیّن والحرام بیّن ....الخ ''حلال وحرام واضح ہیں۔ان کے درمیان مشتبہ ومشکوک چیزیں ہیں۔جوان سے بچے گا وہ اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کرسکے گا۔

حدیث اول عبادات کی درستگی کے لئے کافی ہے۔حدیث ثانی سے عمرعزیز کے اوقات کی محافظت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔حدیث ثالث سے حقوق کی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ اپنے عزیز و اقارب' پڑوسیوں اور متعارفین و متعلقین سے کیسے حسن معاشرت کی جائے۔حدیث رابع۔سے ایسے مسائل میں جس میں علماء کو شک وتردد ہے کے لئے ایک واضح راستہ پیش کرتی ہے۔

چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ اپنے بیٹے حماد سے فرمایا پانچ لاکھ احادیث سے پانچ احادیث کا انتخاب کیا ہے۔چار تو یہی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا اور پانچویں یہ ہے:''اعلم من سلم المسلم من لسانه ویده ....الخ ''

معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوداؤدؒ نے بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قائم کردہ منہاج زندگی کو اپنایا۔چنانچہ حضرت امام ابوداؤدؒ کا مشہور قول ہے:'' رحم الله ابا حنیفة انه کان اماما ''اللہ رحم کرے حضرت ابوحنیفہؒ پر،کہ وہ امام تھے۔ابن عبدالبر نے فرمایا کہ قرین قیاس یہ ہے کہ حضرت امام داؤدؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کو سامنے رکھ کر چار احادیث کا انتخاب فرمایا۔غرض دونوں آئمہ کا حدیث کے ذخیرہ سے انتخاب لاجواب ہے۔شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے اپنے افادات میں ابوداؤد کی بائیس شروح وحواشی کا ذکر کیا ہے۔

(لولاک شوال المکرّم ۱۴۲۳ھ)

(۱۰) ...... حضرت امام ترمذیؒ

(پیدائش ۲۰۵ھ، وفات ۲۷۹ھ)

نام محمد، کنیت ابوعیسیٰ، قبیلہ بنو مسلم، پورا نسب نامہ یوں ہے۔ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی بوغی۔ بوغی قریہ بوغ کی جانب منسوب ہے۔ بعض راویوں کے مطابق امام ترمذی اس قریہ بوغ میں آسودہ خاک ہیں جو ترمذ سے چھ فرسخ کی مسافت پر ہے۔ امام ترمذی ۲۰۵ھ میں ترمذ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا انتقال ۲۷۹ھ میں ہوا۔ ستر سال سے زائد عمر پائی۔ امام ترمذی جس دور میں پیدا ہوئے۔ یہ دور علم وفضل کے اعتبار سے درجہ شہرت پر تھا۔ بالخصوص خراسان اور ماوراء النہر کو تو مرکزیت حاصل تھی۔ امام صاحب نے خراسان، عراق اور حجاز میں حصول علم کے لئے جادہ پیائی کی۔ بخاری، مسلم، ابی داؤد آپ کے شیوخ میں شامل ہیں۔ زیادہ استفادہ امام ترمذی نے امام بخاریؒ سے کیا۔ چنانچہ حاکم نے موسیٰ بن علک کا مشہور قول ان کے بارہ میں یہ نقل کیا ہے: ’’مات البخاری فلم یخلف خراسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والحفظ والورع والزھد ‘‘خراسان میں علم وحدیث کے حفظ، زہد وتقویٰ میں امام بخاری کے جانشین ابوعیسیٰ ترمذیؒ جیسا اور کوئی نہ تھا۔

خود امام بخاریؒ کو بھی اپنے مایہ ناز شاگرد امام ترمذی پر اتنا اعتماد تھا کہ ان الفاظ میں امام ترمذی کو سند عطاء کی: ’’ماانتفعت بک اکثر مما انتفعت بی ٥ ‘‘آپ نے مجھ سے جتنا فائدہ اٹھایا اس سے کہیں زیادہ میں نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔ شاگرد کے متعلق امام بخاری ایسے استاذ کا یہ فرمانا امام ترمذی کے لئے لائق فخر بات تھی۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ذہین شاگرد جب استاد سے سوال کرتا ہے تو استاد کی نگاہ دیگر علوم کی طرف جاتی ہے اور کئی پوشیدہ گوشہائے علم سامنے آجاتے ہیں۔ امام ترمذیؒ کے لئے اس سے بڑا کیا اعزاز ہوگا کہ امام بخاری نے امام ترمذی سے دو روایات نقل کی ہیں۔

(۱)........... کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت: ’’فی قول اللہ عزوجل ما قطعتم ‘‘کے تحت (۲)........... حضرت ابوسعیدؓ کی روایت: ’’یاعلی لایحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک ‘‘(باب مناقب علیؓ)

ان دونوں کی تخریج کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں قد سمع محمد بن اسماعیل فی ھذا الحدیث امام بخاری کے انتقال کے بعد خراسان میں امام ترمذی

کے ہم پلہ کوئی امام حدیث نہ تھا۔اس لئے آپ کی ذات مرجع خلائق بن گئی۔امام ترمذی کوحق تعالیٰ شانہ نے حافظہ کی بیش نعمت سے وافر حصہ مرحمت فرمایا تھا۔ان کی زندگی کا یہ واقعہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔انہوں نے ایک شیخ سے دو جزاحادیث کی سماعت کی اوران کوقلمبند کیا۔کچھ عرصہ بعداسی شیخ سے امام ترمذی کی ملاقات ہوئی۔شیخ سے احادیث کے مزید سماع کے لئے درخواست کی۔شیخ نے فرمایالکھوآپ کاغذقلم لیکر بیٹھ گئے۔اتفاق کہ قلم میں روشنائی ختم تھی۔بس کاغذ پر خالی قلم کو چلاتے رہے۔شیخ کواندازہ ہوا کہ یہ لکھ نہیں رہے۔بس یونہی قلم پھیر رہے ہیں۔بیاض کودیکھا تو وہ بالکل سفید تھی۔شیخ بہت برہم ہوئے۔امام ترمذی نے معذرت کی،اور کہا حضرت آپ کی محنت ضائع نہیں گئی اوراس مجلس میں شیخ نے جتنی روایات بیان فرمائی تھیں۔امام ترمذی نے فرفراسی بیان کردہ ترتیب سے وہ تمام روایات سنادیں۔شیخ کوشبہ ہوا کہ شاید ان کو پہلے سے یاد تھیں۔امام ترمذی نے فرمایا کہ آپ ابھی مزید سنادیں اور مجھ سے سن لیں۔شیخ نے غرائب الاحادیث سے چالیس روایات سنادیں۔حضرت امام ترمذی نے وہ تمام بھی زبانی اپنے شیخ کواس مجلس میں سنادیں۔شیخ اپنے عدیم المثال حافظہ کے شاگردامام ترمذی پر بہت خوش ہوئے۔

امام ترمذی پر زہدوتقویٰ اورخوف خدااتنا طاری تھا کہ اکثران پرگریہ طاری رہتا تھا۔ آخری عمر میں کثرت بکاء سے بینائی جاتی رہی۔ترمذی کے نام سے تین آئمہ مشہور ہیں:

(۱)..........امام ابوعیسیٰ ترمذی صاحب سنن ترمذی ہیں۔(۲)..........ابوالحسن احمد بن حسن یہ ترمذی کبیر کے نام سے مشہور ہیں۔یہ امام احمد کے تلامذہ میں سے ہیں۔(۳)..........حکیم ترمذی یہ نوادرالاصول کے مصنف ہیں۔

حضرت ابوعیسیٰ ترمذی کی کئی تصانیف ہیں۔جن میں سنن ترمذی' شمائل ترمذی کوشہرہ آفاق حاصل ہوا۔

جامع الترمذی

حدیث کی جس کتاب میں آٹھ مضامین بیان کئے جائیں اسے جامع کہتے ہیں۔وہ آٹھ مضامین یہ ہیں:

(۱)......سیر۔(۲)......آداب۔(۳)......تفسیر۔(۴)......عقائد۔(۵)......فتن۔
(۶)......احکام۔(۷)......شرائط۔(۸)......مناقب۔

ترمذی ان آٹھوں قسم کے مضامین پر مشتمل ہے۔اس لئے اسے جامع ترمذی بھی

الجامع الصحیح البخاری کی طرح کہا جاتا ہے۔ مگر چونکہ ترتیب فقہی کے اعتبار سے بکثرت احکام کی احادیث لائے ہیں۔ اس لئے اسے سنن ترمذی بھی کہتے ہیں۔ غرض جامع اور سنن کا حسین امتزاج ترمذی شریف ہے۔ اس میں حسن ترتیب' اور عدم تکرار ہے۔ فقہاء کے مذاہب کا ذکر ہے۔ ان مذاہب کے وجوہ استدلال کا بھی بیان ہے۔ راویوں کے اسماء، القاب اور کنیتوں کا ذکر ہے۔ حدیث کے انواع صحیح۔ حسن' غریب' معلل کے تذکروں نے اس کی انفرادیت اور افادیت کو دوبالا کر دیا ہے۔ امام ترمذی نے معروف آئمہ کے مذاہب کا تو تذکرہ کرنا ہی تھا۔ مگر ایسے آئمہ کے مذاہب کا بھی تذکرہ کر دیا جو متروک ہو چکے تھے۔ جیسے امام اوزاعی' سفیان ثوری' اسحاق بن ابراہیم مروزی ان کے مذاہب کی واقفیت ترمذی کے واسطہ کے بغیر ناممکن تھی۔ سنن ترمذی نے اس ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ حضرت امام ترمذی شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ جبکہ مجتہدانہ رنگ بھی غالب تھا۔ امام ترمذی نے اپنی تصنیف کتاب العلل ج۲ص۲۴۶ پر دعویٰ کیا ہے کہ میری کتاب سنن ترمذی میں مندرجہ تمام احادیث معمول بہا ہیں اور ہر ایک پر اہل علم میں سے کسی نہ کسی کا عمل ضرور ہے۔ سوائے دو احادیث کے:

(۱)............ ''عن ابن عباسؓ ان النبی جمع بین الظهر والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء من غير خوف و لا مطر و لا سفر ٥ ''

(۲)............ ''عن النبی ﷺ انه قال من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه ٥ ''

لیکن فی الواقع ان دونوں حدیثوں پر بھی بعض اہل علم کا عمل ہے۔ حنفیہ حدیث اول کو جمع صوری اور حدیث ثانی کو سیاست پر محمول کرتے ہیں۔ اگر امیر المومنین مصلحت سمجھے تو شارب خمر کو چوتھی بار کے ارتکاب پر قتل کا حکم دے سکتا ہے۔ غرض احناف کے ہاں ان دونوں پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ امام ترمذی نے تقریباً ہر ترجمۃ الباب کے تحت روایات کو نقل کر کے اسی باب سے متعلق وفی الباب کہہ کر صرف رواۃ حدیث کے نام لکھ دیتے ہیں کہ اس قسم کی روایات اس باب میں فلاں فلاں راوی کی بھی ہیں۔ اس پر سب سے پہلے ابن حجر نے محنت کی۔ اللباب فیما یقول الترمذی فی الباب مرتب کی۔ اس کی نقل مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

ہمارے پاکستان میں شیخ الاسلام امام المحدثین مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے شاگرد مولانا حبیب اللہؒ نے محنت کر کے ہزاروں صفحات حدیث سے استخراج عما یقول الترمذی فی اللباب مرتب کی۔ اس کی کئی جلدیں ان کی زندگی میں چھپ گئی تھیں۔ سنا ہے کہ

ان کی باقی کتاب تقریباً مکمل ہوگئی تھی مگر وہ چھپی نہیں۔ پاکستان کے تمام شیوخ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے حضرات کو توجہ دلائیں تو یہ خزانہ عامرہ سامنے آسکتا ہے۔ ترمذی شریف کی دس سے زائد شروع تو عام طور پر بہت مشہور ہیں۔ (لولاک رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ)

(۱۱) ...... حضرت امام نسائیؒ

(پیدائش ۲۱۵ھ، وفات ۳۰۳ھ)

نام احمدؒ کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ پورا نسب نامہ احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار ہے۔ خراسان ماوراء النہر کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ خراسان کا ایک شہر نساء ہے جسے آپ کے مولد و مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی سے منسوب ہوکر نسائی کہلائے۔ امام صاحب ۲۱۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام و مصر کے شیوخ سے تعلیم حاصل کی۔ پھر مصر کو اپنے علوم کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ آخری عمر میں مصر سے دمشق آگئے تھے۔ ان کے شیوخ میں اسحٰق بن راہویہؒ محمد بن بشارؒ امام ابوداؤدؒ اور امام بخاریؒ شامل ہیں۔ ابن حجرؒ نے آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست نقل کرنے کے بعد فرمایا: ''وامم لا یحصون ٥ '' زہد و ورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ صوم داؤدی کے پابند تھے۔ ایک دن روزہ، ایک دن افطار کا معمول تھا۔ دن رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزرتا تھا۔ کثرت سے حج کئے۔ جہاد کا بھی جذبہ رکھتے تھے۔ سنت کے قائم کرنے اور بدعت کو مٹانے میں حریص تھے۔ اپنے زمانہ میں حدیث کے امام تھے۔ ابوبکر صدادؒ نے باوجود کثیر الحدیث ہونے صرف امام نسائی سے روایت کی ہے۔ فرماتے تھے میں نے امام نسائی کو اپنے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درمیان حجت بنایا ہے۔ بعض آئمہ حدیث نے امام مسلم سے بھی حدیث میں نسائی کا درجہ اونچا تسلیم کیا ہے۔ علامہ ذہبیؒ سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ یہ مسلم، ترمذی، ابوداؤد سے علل حدیث اور علم الرجال میں زیادہ ماہر ہیں۔ بخاری اور ابوزرعہ کے ہم عصر ہیں۔ مصر سے ذی قعدہ ۳۰۲ ہجری میں فلسطین کے علاقہ رملہ آگئے تھے۔ شام میں بنی امیہ کی طویل حکومت کے باعث خارجیت وناصبیت کا زور تھا۔ امام نسائی یہاں سے دمشق گئے۔ جامع مسجد دمشق میں منبر پر چڑھ کر کتاب خصائص علیؓ سنانی شروع کی۔ ابھی تھوڑی پڑھی تھی کہ سامعین سے کسی نے سوال کردیا کہ مناقب امیر معاویہؓ پر بھی آپ نے کوئی کتاب لکھی ہے؟ فرمایا حضرت معاویہؓ کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ دوسری روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ مجھ کو ان کے مناقب میں بجز اس حدیث

کے لااشبع اللّٰہ بطنہ کے اور کوئی حدیث نہیں پہنچی۔اس پر عوام مشتعل ہوگئے۔شیعہ ہونے کا الزام لگا کر زدوکوب کیا۔جس سے امام صاحبؒ نیم جان ہوگئے۔اس حالت میں لوگ مکان پر لائے۔آپ نے فرمایا مجھے مکہ مکرمہ لے چلو تاکہ میرا انتقال وہاں ہو۔چنانچہ مکہ مکرمہ میں ۱۳صفر۳۰۳ہجری کو دوشنبہ کے روز انتقال فرمایا۔صفا ومروہ کے درمیان تدفین ہوئی۔بعض روایتوں کے مطابق شعبان میں انتقال ہوا اور رملہ میں مدفون ہیں۔انتقال کے وقت عمر مبارک ۸۸سال تھی۔شام میں خارجیت کا زور تھا۔آپ نے اس لئے مناقب علیؓ میں کتاب لکھی تاکہ حضرت علیؓ کے مخالفین کو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ ہدایت دیں اور برملا حق کا اظہار کیا۔دشمنی میں لوگوں نے تشیع کا الزام لگادیا۔حالانکہ فضائل صحابہؓ پر آپ کی مستقل تصنیف موجود ہے۔جس سے خودبخود تشیع کا الزام غلط ہوجاتا ہے۔البتہ احتمال ہے کہ حالات کے باعث حضرت علیؓ اور دیگر اہل بیت کے دفاع کے متعلق کچھ تشدد پیدا ہوگیا ہو۔ورنہ خلفائے راشدین کی ترتیب خود نسائی میں ہے۔ان سے تشیع کے الزام کی تردید کے لئے کافی ہے۔مثلاً باب امامتہ اہل العلم والفضل کی روایت اس کی دلیل تام ہے۔بعض حضرات نے ان کو شافعی المسلک لکھا ہے۔مولانا سید انورشاہ کشمیریؒ فیض الباری میں ان کو حنبلی قرار دیتے ہیں۔امام نسائیؒ حسن سیرت کی طرح حسن صورت میں بھی نمایاں تھے۔بڑے وجیہہ شکیل ومتین تھے۔پرشکوہ روشن چہرہ رنگ سرخ وسفید تھا۔حتیٰ کہ بڑھاپے میں بھی حسن وتازگی میں فرق نہیں آیا۔ان کی تصانیف میں سنن نسائی' کبیر وصغیر مشہور ہیں۔صحاح ستہ میں سنن نسائی صغیر شامل ہے۔اس کی بھی کئی شروح لکھی گئیں۔لیکن باقی صحاح کے مقابلہ میں سنن نسائی کی شروحات کی تعداد بہت کم ہے۔(لولاک ذی الحجہ۱۴۲۳ھ)

(۱۲) ...... حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ

(وفات ۲۱/اگست ۱۹۷۵ء)

شہرۂ آفاق فاتح جرنیل محمد بن قاسمؒ نے سندھ وملتان پر اسلامی پرچم لہرایا۔اس وقت حجاز سے ۱۲ہزار فوج ان کے ساتھ یہاں آئی تھی۔جن میں ۶ہزار فوجی بنوتمیم سے تھے۔سندھ وملتان کی فتح کے بعد فرمانروائے حجاز نے اسلامی فوج کے جرنیل محمد بن قاسمؒ کو تو واپس طلب کرلیا۔لیکن پوری فوج ان علاقوں میں رہی۔محمود غزنویؒ کے عہد میں یہ فوج سندھ' للہ ضلع جہلم' دہلی' ملتان میں منقسم ہوکر قیام پذیر ہوگئی۔بنوتمیم سے تعلق رکھنے والے اسلامی فوجیوں کی نسل آگے بنوتمیم سے ''تھیم'' کہلائی۔

تھہیم برادری کے جناب جندوڈاؒ کے ہاں کوٹلہ چاکر ضلع لودھراں میں بیسویں صدی کے پہلے عشرہ میں محمد شریف پیدا ہوئے جو بعد میں خطیب اسلام حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ کہلائے۔ مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ کے والد گرامی کی توجہ ومحنت سے کوٹلہ چاکر میں جامع مسجد تعمیر ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد اس میں مدرسہ جاری ہوا۔ حضرت مولانا کریم بخش صاحبؒ وہاں تعلیمی خدمات سرانجام دینے لگے۔ مولانا محمد شریفؒ کے والد گرامی جندوڈاؒ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ غربت کا دور تھا۔ سفید پوشی قائم رکھنا مشکل تھا۔ چنانچہ علاقہ کے اس دور کے رواج کے مطابق مولانا محمد شریفؒ نے بچپن میں ایک زمیندار کے ہاں جانوروں کی دیکھ بھال شروع کردی۔ چودہ پندرہ سال عمر ہوگی۔ طبیعت صالح پائی تھی۔ پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتے۔ جناب میاں خدابخش صاحبؒ محکمہ ڈاک میں ملازم تھے۔ ان کی ترغیب وحوصلہ افزائی پر ان کے ہاں فارغ وقت میں قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی فارسی پڑھی۔ مزید تعلیم حاصل کرنا یہاں ممکن نہ تھا اور نہ ہی گھریلو حالات کے باعث والد صاحب مزید تعلیم کے لئے باہر جانے پر رضامند تھے۔

حضرت مولانا محمد شریفؒ نے حصول تعلیم کی دل میں لگی تڑپ کو بجھانے کے لئے توکلاً علی اللہ بغیر کسی کو بتائے رخت سفر باندھا۔ شجاع آباد شاہی مسجد جادھمکے۔ حضرت مولانا قاضی محمد امین مرحوم نے طلباء کی بہتات اور جگہ کی تنگی کا عذر کیا تو ''چھجوشاہ'' میں داخل مدرسہ ہوگئے۔ اس کے بعد مظفرگڑھ ضلع کے معروف دینی مدرسہ کانڈھ میں پڑھتے رہے۔ گوگڑاں ضلع لودھراں میں مولانا سید پیرامام شاہ صاحبؒ کے ہاں بھی تعلیم پائی۔ نحو کی معروف زمانہ کتاب ''کافیہ'' مکمل آپ کو یاد تھی۔ مدرسہ عبیدیہ قدیر آباد ملتان میں آپ پڑھتے رہے۔ اس مدرسہ میں آپ کے ہمدرس حضرت مولانا علی محمدؒ صاحب تھے جو بعد میں دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث اور مہتمم بنے۔

اسی طرح معروف عالم دین اور سیاسی رہنما علامہ رحمت اللہ ارشدؒ بہاول پوری کی روایت کے مطابق جامعہ عباسیہ بہاول پور میں بھی آپ نے تعلیم کے لئے جادہ پیمائی کی۔ علامہ ارشدؒ آپ کے ہمدرس تھے۔ جامعہ عباسیہ بہاول پور میں کسی مسئلہ پر طلباء نے ہڑتال کی تو انتظامیہ نے تمام طلباء کا خارجہ کردیا۔ دوبارہ نیک چال چلنی کا حلفیہ سرٹیفیکیٹ سفارش وضمانتوں کے بعد داخلہ تجویز ہوا۔ علامہ ارشدؒ راوی ہیں کہ ہماری کلاس میں سب سے نیک وصالح نوجوان حضرت مولانا محمد شریفؒ بہاول پوری کا کوئی طالب علم ثانی نہ تھا۔ طالب علموں نے ضمانتیوں کی ضمانت اور سفارشوں سے جامعہ عباسیہ میں دوبارہ داخلہ لے لیا۔ مولانا محمد شریفؒ کے پاس نہ ضمانتی تھا نہ

سفارشی۔ آپ نے سمہ سٹہ سے دہلی ریل کا ٹکٹ لیا اور دہلی جا پہنچے۔ دیو بند گئے۔ وہاں داخلے مکمل ہو چکے تھے تو واپس دہلی جامعہ امینیہ میں آ کر مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کے ہاں علوم کی تکمیل اور دورہ حدیث شریف کیا۔

بظاہر سفارش وضمانت نہ ہونے کے باعث جامعہ عباسیہ بہاول پور میں آپ کو دوبارہ داخلہ نہ ملا۔ لیکن بباطن قدرت کا آپ پر کرم کا فیصلہ ہوا۔ ورنہ جامعہ عباسیہ سے تکمیل کے بعد آپ کسی سرکاری ادارے میں ملازم ہو جاتے۔ جبکہ قدرت کو آپ سے تبلیغ اسلام کا کام لینا تھا۔ جامعہ امینیہ دہلی سے دورہ حدیث کے بعد چار سالہ طبابت کا کورس آپ نے لقمان الہند جناب حکیم اجمل خانؒ سے مکمل کیا۔ واپس آ کر اپنے گاؤں کوٹلہ جا کر چھ ماہ تدریس، امامت وخطابت اور مطب کا کام کیا۔

مجلس احرار اسلام کہروڑ پکا کی ۱۹۳۵ء کے کسی اجلاس کی کاروائی آپ کے صاحبزادہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عطاء الرحمٰن نے پڑھی ہے۔ جس میں مجلس احرار کہروڑ پکا نے ریزولیشن پاس کیا کہ کہروڑ پکا میں احرار کانفرنس کی تیاری ودعوت کے لئے حضرت مولانا محمد شریف ساکن کوٹلہ جا کر کو ہفتہ بھر پروگراموں کے لئے دعوت دی جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے ۱۹۳۵ء سے قبل آپ دہلی سے عالم اور طبیب کا کورس مکمل کر کے یہاں تشریف لا چکے تھے۔ مجلس احرار اسلام کل ہند کی باضابطہ تشکیل ۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء کو ہوئی۔ گویا مجلس احرار اسلام کے قیام کے ٹھیک پانچ سال بعد حضرت مولانا محمد شریفؒ بہاول پوری اس کے نہ صرف باضابطہ ممبر بلکہ مشہور خطیبوں میں شمار ہونے لگے۔

مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے آزادی ملک کے لئے آپ سرگرم رہے۔ مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ کی مادری زبان سرائیکی تھی۔ دہلی کے قیام نے آپ کو اردو کا بھی قادر الکلام خطیب بنا دیا تھا۔ بہاول پور، بہاول نگر، رحیم یار خان، ڈیرہ غازی خان، بھکر، لیہ، میانوالی، راجن پور، مظفر گڑھ اور اندرون سندھ آپ کی خطابت سے گونجنے لگے۔ خطابت کے شہسواروں کا دوسرا نام مجلس احرار اسلام تھا۔ تاہم حضرت مولانا گل شیرؒ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ دو ایسے خطیب تھے جن کی خطابت میں لحن داؤدیؑ، سوز رومیؒ اور ساز رازیؒ کا واضح پرتو تھا۔ ترنم سے تقریر کرتے تو مجمع پر جادو کر دیتے تھے۔ ان دو حضرات کے بعد (سرائیکی پٹی میں) اس دور میں اگر کسی نے خطابت کی دھاک بٹھائی ہے تو وہ حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ اور حضرت مولانا حافظ اللہ وسایا ڈیرویؒ غازی خان تھے۔ حافظ صاحبؒ صرف واعظ تھے۔ جبکہ مولانا بہاول

پوریؒ خوش الحان مقرر اور نظریاتی خطیب تھے۔ بلا مبالغہ حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ کو جن لوگوں نے دیکھا ہے یا سنا ہے وہ گواہی دیں گے کہ مولانا شریفؒ صاحب طرز خطیب تھے۔ ان کی مترنم آواز وخطابت کا اپنا انداز تھا۔ جب قرآن مجید پڑھتے اور ترنم سے اس کے معانی ومعارف بیان کرتے تو اجتماع پر جادو کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ واقعی جادو بیان خطیب تھے۔

درمیانہ قد‘ جسم کسرتی‘ کشادہ پیشانی‘ منور چہرہ‘ گندمی رنگ‘ سرپر زلف بنگال کی طرح بال‘ عقابی نگاہ‘ مست بیانی‘ الہڑ جوانی‘ خوبصورت ترنم‘ گرجدار آواز کے خمیر سے حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ کی خطابت نے اٹھان بھری۔ جہاں گئے لوگوں کے دل موہ لائے۔ درویش منش‘ تکلفات سے کوسوں دور‘ شریف النفس‘ کریم الطبع‘ غربت کے باوجود دریا دل سخی‘ آنکھوں کے غنی‘ نام کی نسبت کے پاسدار‘ حیاء وشرافت کا پیکر تھے۔ آپ کو قدرت نے بہت ہی مقبولیت اور ہردل عزیزی سے نوازا تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ قطب الارشاد سے بیعت تھے۔ حضرت مولانا حسین علیؒ واں بچھراں‘ حضرت مولانا حماداللہ ہالیجویؒ سے اصلاح کا تعلق رہا۔ تہجد‘ اشراق‘ اوابین اور یومیہ تلاوت کلام اللہ نے آپ کو صوفی منش بزرگ بنادیا تھا۔ لوگ آپ سے دیوانہ وار محبت کرتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت امیر شریعتؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو آپ اس کے بانی رہنماؤں میں شامل تھے۔ دم واپسیں تک آپ کا مجلس کے ممتاز رہنماؤں میں شمار رہا۔ حضرت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ قرار پائے۔ تب مجلس کے مرکزی صدر المبلغین کا اعزاز حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ کے حصہ میں آیا۔ آپ آخری سانس تک مجلس کے صدر المبلغین رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ بڑی بہادری سے جیل کاٹی۔ ایک دور میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں آپ کا بڑے اہتمام سے گھنٹوں بیان ہوتا تھا۔

حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ سادگی کا پیکر تھے۔ کرتا‘ ٹوپی‘ تہبند اکثر کھدر کا زیب تن کرتے تھے۔ آپ کے بودوباش‘ رہن سہن کو دیکھ کر اہل نظر جانتے تھے کہ انہوں نے اپنی ولایت کے لعل بے بہا کو گودڑی میں چھپا رکھا ہے۔ زندگی بھر کپڑے کا سادہ سا ’’جھولا‘‘

ہمراہ رکھا۔ایک جوڑا زیب تن‘ دوسرا جوڑا کپڑے کے تھیلہ میں ساتھ ہوتا۔مجلس کی رسید بک اور کاپی کا ایک کاغذ جس پر مہینہ بھر کے پروگرام لکھے ہوتے گویا یہی آپ کی ڈائری تھی۔ساتھ ہوتی تھیں۔جسم کے کپڑے میلے ہوگئے تو دوسرا جوڑا پہن لیا جو اتارا اسے دھویا‘ خشک کرکے تہہ کیا اور تھیلا میں ڈال لیا۔آج کل کے نام ونمود کے بھوکے خطیب جب گھر سے ہفتہ بھر کے سفر پر نکلتے ہیں تو کئی جوڑے کپڑوں سے سوٹ کیس بھرا۔ڈگی میں رکھا جاتا ہے۔ہائے کتنا اصل ونقل میں فرق ہوگیا ہے۔

حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ نماز کے اتنے سختی سے پابند تھے کہ ایک دفعہ رحیم یار خان سے بہاول پور کے لئے بس پر سوار ہوئے۔احمد پور شرقیہ پہنچے تو عصر کا وقت ہوگیا۔ڈرائیور سے نماز کے لئے کہا۔وہ ضد کر گیا تو آپ نے ٹکٹ چھوڑ دیا اور بس سے اتر گئے۔بس چل پڑی۔آپ نے اطمینان سے نماز پڑھی۔اس دور میں خال خال بسیں چلتی تھیں۔دوسری بس ملے نہ ملے۔اس ماحول میں دل کی لو اللہ تعالیٰ کی یاد سے لگا کر دھونی رمائی بیٹھ گئے۔اللہ تعالیٰ کے کرم کا معاملہ ہوا۔نور پور نورنگا یا خانپور مرچاں والا سے ڈرائیور نے بس واپس کی۔احمد پور شرقیہ آکر آپ کو مسجد سے اٹھایا۔آپ چپ چاپ اٹھے اور بس میں سوار ہوگئے۔ڈرائیور نے کہا کہ مولوی صاحب! آپ نے کیا دم کیا کہ بس آگے چلتی رہی۔لیکن میرے دل ودماغ میں آپ کے رہ جانے کا افسوس گھر کئے رہا۔دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر آخر بس لے کر واپس آنا پڑا۔آپ نے مسکرا کر معاملہ ختم کر دیا۔اسی طرح ملتان سے مخدوم پور پہوڑاں کے لئے گاڑی پر سوار ہوئے۔خانیوال پر نماز پڑھنے کے لئے اترے۔نماز شروع کی ہی تھی کہ گاڑی چل دی۔آپ نے اطمینان سے نماز مکمل کی۔دعا سے فارغ ہوکر آئے تو دیکھا کہ پھاٹک پر پہنچ کر گاڑی رک گئی ہے۔وہاں گئے تو معلوم ہوا کہ انجن بند ہوگیا ہے۔آپ سوار ہوئے۔انجن سٹارٹ ہوگیا۔گاڑی آپ کو لے کر چل پڑی۔

حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ نے زندگی بھر سخت سے سخت مشقت برداشت کرکے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔سائیکل‘ اونٹ‘ گھوڑا‘ خچر جو بھی ذریعہ اختیار کرنا پڑا کبھی عار محسوس نہیں کی۔ جہاں کہیں دیہات میں گئے گرمی کے دنوں میں آم کے پیڑ‘ کیکر‘ شیشم کے درختوں کے نیچے چارپائی بچھائی اور آرام کرلیا۔فقیر راقم کے ہاں تشریف لائے۔آموں کے باغ میں جلسہ تھا۔سخت حبس کا موسم تھا۔عوام جمع ہوگئے۔لیکن پسینہ وگرمی سے جان جاتی تھی۔اس زمانہ کے رواج کے مطابق چارپائی سے اسٹیج کا کام لیا۔سر پر رومال رکھا۔کرتہ اتار کر سینے پر

کرلیااور کرتے کے بازوؤں کو جھٹکا دے کر پشت پر کرلیا۔ پیٹ پر کرتا ڈالا ہوا ہے۔ ننگی پشت وعظ شروع کردیا۔ ڈھائی تین گھنٹے اس ہیئت کذائی میں لوگوں کو قرآن سنایا۔ تبلیغ کا فریضہ نبھایا۔ اب تکلف کے دور میں اس سادگی کی داستانوں پر کون اعتبار کرے گا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہم تو واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں۔

حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے انتقال کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدارتی چناؤ کا اجلاس تھا۔ ملک بھر کے جماعتی رفقاء وعلماء موجود تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ صدر اجلاس تھے۔ تلاوت کے بعد حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ اٹھے اور ٹھیٹھ سرائیکی میں چار پانچ جملے کہے اور حضرت بنوریؒ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کے لئے راضی کرلیا۔ حضرت بنوریؒ سے مخاطب ہوکر آپ نے فرمایا کہ حضرت! ختم نبوت کے تحفظ کا کام آپ کے استاذ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ذمہ لگایا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کو یہ امانت سونپی۔ حضرت قاضی صاحبؒ یہ بارگراں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے سپرد کرگئے۔ حضرت جالندھریؒ کے بعد حضرت مولانا لال حسین اخترؒ نے اس امانت کو سینے سے لگایا۔ ان حضرات کی یکے بعد دیگرے وفیات کے بعد اب ہم یتیم ہوگئے ہیں۔ اس وقت دنیا میں آپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے علوم کے وارث ہیں۔ ختم نبوت کے کام کو سنبھالیں۔ ہم آپ کی اس طرح اطاعت کریں گے جس طرح پہلے اکابر کی کی۔ اگر نہیں تو یہ لیجئے چابیاں اور دفتر کو تالا لگادیں۔ ہم بھی گھروں کو جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر ہاتھ میں پہلے سے موجود چابیوں کا گچھا حضرت بنوریؒ کی طرف بڑھا دیا اور روتے ہوئے کہا کہ آپ نے مجلس کی امارت نہ سنبھالی تو کام کے بند ہوجانے کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔ اس طرح کے چند جملوں میں ایسی مؤثر گفتگو کی کہ نہ صرف حاضرین بلکہ حضرت بنوریؒ کی بھی ہچکی بندھ گئی۔ حضرت بنوریؒ نے مجلس کی امارت قبول فرمالی۔

چند ماہ بعد ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانی غیرمسلم اقلیت قرار پائے تو حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ کے دل بے قرار کو قرار آ گیا۔ اس دور کی آپ کی تقریروں کا کچھ سماں ہی اور ہوتا تھا۔ آپ خود بھی روتے تھے اور لوگوں کو بھی رلاتے تھے۔ دل سے بات کہتے تھے اور سامعین کے دلوں سے منواتے تھے۔ آخری وقت تک بہت بہادری' محنت اور وفاداری سے مجلس کا کام کرتے رہے۔

مقبول واعظ‘ بے بدل خطیب‘ نیک دل‘ پاکباز‘ بلند اخلاق اور علم وعمل کا پہاڑ تھے۔ تحریک آزادی اور تحفظ ختم نبوت کے لئے اکابر کے ہمراہ اگلی صفوں میں رہ کر مصروف جہاد رہے۔ کوٹلہ جاکر سے بہاول پور بستی مستیاں آگئے تھے۔ تمام بچوں کو دینی تعلیم دی۔ بڑے بیٹے حضرت مولانا عطاء الرحمٰن جامعہ مدنیہ بہاول پور کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہیں۔ حضرت مولانا مفتی ابوبکر سعید الرحمٰن جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے دارالافتاء میں مسند نشین ہیں۔

حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ نے پوری زندگی فقر وفاقہ سے گزاری۔ فوتگی کے وقت مجلس تحفظ ختم نبوت کے بیت المال کے ۳۶۵ روپے آپ کے نام تھے۔ ملا تو کھالیا۔ نہ ملا تو شکر کرلیا۔ آپ کی نیکی وتقویٰ کے صدقہ میں آپ کی زندگی میں اولاد کے سر چھپانے وگزر بسر کا ایسے پردہ غیب سے انتظام ہوگیا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مستیاں بستی سے سبزی لینے کے لئے سائیکل پر شہر جاتے ہوئے بستی غنی گوٹھ میں حافظ عبدالرشید کے ہاں رکے۔ علیک سلیک کے بعد چلنے لگے تو حافظ صاحب نے کہا کہ مولانا! آج غنی گوٹھ کے کھنڈر کی بولی ہے۔ میں نے حصہ لینا ہے۔ مجھے حصہ دار درکار ہے۔ آپ شامل ہوجائیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ حافظ عبدالرشید‘ مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ اور صفدر صاحب حصہ راس (یعنی برابر حصہ دار) کی بنیاد پر بولی میں شامل ہوئے۔ بولی والی جگہ پر پہنچے تو پندرہ منٹ میں بولی شروع ہوگئی۔ ۲۱؍ایکڑ زمین ان کے نام اس پر بولی ختم ہوئی۔ اس طرح سات ایکڑ آپ کے حصہ میں آئے۔ کچھ پیسے قرض لے کر فوری جمع کرائے۔ باقی سب قسطیں بھی ادا ہوگئیں۔ اس زمین میں پہلے مسجد بنائی پھر مکان۔ یوں بچوں کے سر چھپانے کا قدرت نے انتظام کردیا۔

ایک بار ڈیرہ غازی خان میں حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ مہتمم مدرسہ قاسم العلوم وخطیب مسجد پیارے والی نے کہا کہ ڈیرہ غازی خان میں پہاڑوں کے دامن میں کوڑیوں کے بھاؤ رقبہ مل رہا ہے۔ حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ نے فرمایا کہ اچھے تم میرے بھائی ہو کہ میرا حصہ نہیں رکھا۔ چند دنوں بعد حضرت مولانا غلام محمد نے پیغام بھیجا کہ ایک مربع آپ کے لئے الاٹ کرالیا ہے۔ پہلی قسط (چند صد) بھجوادیں۔ آپ نے قرض لے کر بھجوادیئے۔ بعد میں فرمایا کہ میں ساری زندگی یہ قرض کیسے اتاروں گا۔ قسطیں کون دے گا۔ چلو اس زمین کی جو آمد ہو وہ آپ رکھ لیں اور قسطیں ادا کرتے رہیں۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ خود فوت ہوئے تو مقروض تھے۔ لیکن اولاد کے لئے ایک مربع زمین کا قدرت نے چھپر پھاڑ کر انتظام کردیا۔

آخری سفر پر گھر سے روانہ ہونے لگے تو اپنے بڑے بیٹے شیخ الحدیث حضرت مولانا عطاء الرحمٰن سے فرمایا کہ والدہ، بہن بھائیوں اور گھر کا خیال رکھنا۔ اب میرے بعد تم سب کچھ ہو۔ دفتر ملتان تشریف لائے۔ دو پروگراموں میں شرکت کی۔ واپس دفتر آئے تو طبیعت میں کچھ کمزوری اور گھبراہٹ محسوس کی۔ اپنے دونوں بیٹوں مولانا عطاء الرحمٰن اور حکیم عبیدالرحمٰن کو فون کر کے ملتان دفتر پہنچنے کے لئے پیغام دیا۔ ان کے آنے سے قبل پیٹ میں درد محسوس ہوا تو دفتر کے ساتھیوں نے نشتر ہسپتال داخل کرادیا۔ دونوں بیٹے بھی ہسپتال آ گئے۔ شام کو حکیم عبیدالرحمٰن چلے گئے اور مولانا عطاء الرحمٰن رہ گئے۔ ان سے فرمایا کہ صبح باپ بیٹا ایک ساتھ چلیں گے۔

۱۴ شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ کو دن کے وقت ہسپتال داخل ہوئے اور ۱۵ شعبان المعظم مطابق ۲۱ اگست ۱۹۷۵ء کی شب اڑھائی بجے واصل بحق ہو گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون ! رات اڑھائی بجے دفتر ملتان، جامعہ مدنیہ بہاول پور اور گھر اطلاع ہوئی۔ صبح نماز سے قبل دفتر مرکزیہ ملتان آپ کے جسد خاکی کو لایا گیا۔ نماز کے بعد جنازہ کو گھر بہاول پور لیجانے کا نظم ہوا۔ نو بجے بہاول پور پہنچے۔ غنی گوٹھ کے قریب شریف آباد جہاں آج کل بائی پاس بنا ہے گھر سے باہر مسجد کے ساتھ ملحقہ چھپر تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے یہاں دفن کرنا۔ وفات سے چھ ماہ قبل ہمسائیوں نے وہ جگہ خالی کر دی۔ جہاں کا فرمایا وہیں پر آپ کی قبر بنی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا علی محمدؒ دارالعلوم کبیر والا آپ کے ساتھی اور عزیز دار نے جنازہ پڑھایا۔ ایک ایکڑ میں صفیں تھیں۔ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ علماء اور صلحاء کی جنازہ میں کثرت تھی۔ عصر تک تدفین مکمل ہوئی۔ تدفین کے بعد کئی دن تک قبر سے خوشبو آتی رہی۔ اللہ اکبر کبیرا!

داعی الی اللہ، مجاہد فی سبیل اللہ، شریف العلماء حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو بقعہ نور بنائیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت، دارالعلوم مدنیہ بہاول پور اور آپ کی صالح اولاد آپ کی یادگار ہیں۔ رہے نام اللہ کا! (لولاک صفر ۱۴۲۷ھ)

(۱۳) ...... حضرت مولانا غلام حیدر صاحب میاں چنوں

(وفات ۲۱ رجولائی ۱۹۸۳ء)

حضرت مولانا غلام حیدر صاحبؒ آرائیں فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ دنیاوی علوم جالندھر میں حاصل کئے۔ خاندانی طور پر دینی گھرانہ کے چشم وچراغ تھے۔ پاکستان بننے کے بعد میاں چنوں میں سکول ماسٹر مقرر ہو گئے۔ بیعت کا تعلق حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ

مجاز حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ صاحب سے تھا۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے بھی اصلاح کا تعلق قائم کیا۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ملفوظات حرفاً حرفاً مطالعہ کئے۔ بہت ہی صالح طبیعت تھی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے حکم پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہوگئے۔ دفتر مرکزیہ کے حساب وڈاک کا انتظام بڑی حد تک ان کے ذمہ تھا۔ کسی سرکاری محکمہ سے مجلس کا کوئی کام ہوتا تو وہ بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے۔ اسلام آباد میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مقرر ہوئے۔ تب مجلس کا دفتر جامع مسجد دارالسلام میں قائم تھا۔ جہاں آج کل حضرت مولانا محمد شریف ہزاروی خطیب ہیں۔ ان سے پہلے حضرت مولانا نور محمد صاحبؒ اس مسجد کے خطیب تھے۔ دارالسلام مسجد کو حضرت مولانا نور محمد صاحبؒ نے مرکز بنادیا۔ آپ کے دست راست حضرت مولانا غلام حیدرؒ ہوتے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے لگ بھگ مجلس کا ملکیتی دفتر جی سکس تھری میں قائم ہوا تو حضرت مولانا غلام حیدرؒ اس میں منتقل ہوگئے۔ صحت کی آخری سٹیج تک برابر مجلس کے کام کو اسلام آباد کے سرکاری وغیر سرکاری حلقہ میں وسعت دی۔ حضرت مولانا غلام حیدرؒ بہت ہی محنتی انسان تھے۔ بہت ہی دھیمی طبیعت کے شخص تھے۔ دل گداز گفتگو کرنے کے ماسٹر تھے۔ جس کے پاس جاتے اپنا موقف منوا کر تشریف لاتے۔ آپ مجلس کے ہر اعتماد پر پورے اترتے۔ حق تعالیٰ نے گوناگوں خوبیوں سے ان کو نوازا تھا۔ بہت گہری سوچ والے شخص تھے۔ ہر بات سوچ کر کرتے اور جو قدم اٹھاتے پھونک کر اٹھاتے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۷۴ء سے قبل قادیانیت کے شتر بے مہار کو اسلام آباد میں آپ نے قابو کیا اور خود اس کی پیٹھ پر کامیاب حکمت عملی سے سوار ہوگئے۔ معمولی بیمار ہوئے۔ گھر آ گئے۔ میاں چنوں میں وصال ہوا۔ (لولاک ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ)

(۱۴) ...... حضرت مولانا محمد علی جانبازؒ سمندری

(وفات ۶؍اگست ۱۹۸۳ء)

حضرت مولانا محمد علی جانبازؒ خطیب جامع مسجد سمندری ضلع فیصل آباد۔ آرائیں برادری کے چشم وچراغ تھے۔ ہندوستانی مشرقی پنجاب کے معروف قصبہ تلونڈی میں پیدا ہوئے۔ سکول اور دین کی واجبی تعلیم حاصل کی اور تحریک خلافت میں سرگرم ہوگئے۔ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی روایت کے مطابق: حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ،

حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، حضرت مولانا محمد علی جانبازؒ تینوں پنجاب کے دیہات کا تبلیغی دورہ ایک ساتھ کرتے رہے اور لوگوں کو تحریک خلافت میں شمولیت کے لئے آمادہ کرتے۔ آج اس گاؤں، کل اس قریہ۔ ظہر کہیں۔ عشاء کہیں۔ دن رات سفر جاری رہتا۔ دوپہر کو کہیں آرام کے لئے موقعہ مل جاتا تو تمام ساتھی آرام کرنے کے لئے نیند کا لباس پہن لیتے۔ کپڑے اتار کر لٹکا دیتے۔ جب سب گہری نیند سو جاتے تو حضرت مولانا محمد علی جانبازؒ چپکے سے اٹھتے۔ سب کی جیبوں سے کاغذات ونقدی وغیرہ نکال کر علیحدہ علیحدہ کسی کپڑے میں باندھ کر نشانی لگا دیتے۔ کپڑے لے کر ٹوٹیوں پر بیٹھ جاتے۔ سب کے کپڑے دھو کر ان کو دھوپ میں خشک کرتے اور ساتھیوں کے بیدار ہونے سے پہلے اسی طرح لٹکا کر ان کی امانتیں واپس ان کی جیبوں میں ڈال کر فارغ ہو جاتے۔ ساتھی بیدار ہوتے تو ان کو دھلے کپڑے تیار مل جاتے۔ اس ایک واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کتنے ایثار پیشہ تھے۔

تقسیم کے بعد سمندری جامع مسجد میں تشریف لائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کو سمندری، تاندلیانوالہ، گوجرہ اور گردونواح کے حلقہ کے لئے مبلغ مقرر کر دیا۔ صبح بچوں کو پڑھاتے اور پھر تبلیغ پر نکل کھڑے ہوتے۔ شام رات گئے گھر واپس آجاتے۔ سمندری میں ہر سال کمیٹی پارک میں ختم نبوت کانفرنس کرانے کا معمول زندگی بھر ترک نہیں کیا۔ جس میں ملک کی نامور دینی قیادت کو دعوت دیتے۔ ترجمان اسلام، لولاک، خدام الدین اور دیگر دینی جرائد منگوا کر علاقہ بھر میں تقسیم کرتے۔

ختم نبوت، نظام اسلامی اور دیگر ہر دینی کام کے لئے دن رات ایک کئے رکھا۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں وفد لے کر تشریف لانے کو اپنے اوپر فرض کئے رکھا۔ دو شادیاں کیں۔ پہلی اہلیہ سے مولانا عطاء الرحمٰن شہبازؒ پیدا ہوئے۔ پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی۔ اس سے بڑے بیٹے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ تھے۔ جنہیں قدرت نے ملک گیر شہرت ارزاں فرمائی۔ حضرت مولانا محمد علی جانبازؒ نے بہت ہی عسر و یسر سے زندگی گزاری۔ بہت ہی قناعت پیشہ شخص تھے۔ اکابر کے قدردان تھے۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ آپ کی برادری کے اکثر رشتہ دار خانیوال وبستی سراجیہ میں قیام پذیر ہیں۔

حضرت مولانا محمد علی جانبازؒ زندگی کے آخری سانس تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔ حق تعالیٰ شانہ ان کی قبر کو بقعہ نور بنائے۔ فقیر راقم جب فیصل آباد میں مجلس کا مبلغ مقرر ہوا تو حضرت مولانا سید ممتاز الحسن گیلانیؒ نے جڑانوالہ اور حضرت مولانا محمد علی جانبازؒ نے سمندری،

گوجرہ‘ٹوبہ میں فقیر کا تعارف کرایا۔ان حضرات کی مخلصانہ تربیت کے بے پناہ احسانات سے آج بھی فقیر کی گردن جھکی ہوئی ہے۔حق تعالیٰ آخرت میں اس کا ان کو بہتر بدلہ نصیب فرمائیں۔ آمین!(لولاک ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ)

(۱۵) ...... حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ

(وفات ۲۲؍فروری ۱۹۹۰ء)

اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے والے اکابر، اصاغر، رفقاء پر فقیر کچھ نہ کچھ تعزیتی مضامین لکھتا رہتا ہے۔جانے والوں کا یہ حق ہے۔ان تعزیتی مضامین میں مجھے اپنے متعلق یہ غلط فہمی ہے کہ میں ’’خاکہ‘‘ لکھتا ہوں۔خاکہ لکھنے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مرحوم پر جو لکھا جائے اس میں ان کی زندگی سے متعلق تمام گوشوں کا سرسری طور پر احاطہ ہو جائے۔تاکہ کل کو ان پر کوئی کتاب لکھنا چاہیں تو یہ مضمون اشاریہ یا متن کا کام دے۔اس کے ساتھ ایک عادت اچھی یا بری یہ بھی ہے کہ تعزیتی مضمون لکھتے ہوئے سنی سنائی باتوں کو جمع کرنے کی بجائے جو ذاتی مشاہدات ہیں وہ قلمبند کرتا ہوں۔خراج تحسین پیش کرنا اور خاکہ لکھنا دونوں میں بہت فرق ہے۔

مرحوم شخصیت کے متعلقین وکارکن، فقیر کے تعزیتی مضامین میں خراج تحسین تلاش کرتے ہیں۔مضمون میں جب یہ چیز انہیں غالب نظر نہیں آتی، تو انہیں مایوسی ہوتی ہے اور پھر ان مضامین پر جو بے رحم تبصرے ہوتے ہیں اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ گھر بیٹھے بٹھائے مفت میں ان کی نیکیوں سے بہرہ مند ہو جاتا ہوں۔مولانا ضیاء القاسمیؒ مولانا حق نوازؒ مولانا ایثار الحق قاسمیؒ مولانا محمد اعظم طارقؒ اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی پر فقیر نے کچھ نہیں لکھا۔اس کا باعث یہ کہ ماہنامہ لولاک ملتان کے چیف ایڈیٹر مخدوم زادہ طارق محمودؒ ہوتے تھے۔وہ جس شخصیت پر مضمون لکھ دیتے تھے وہ حرف آخر ہوتا تھا۔مجلس کی نمائندگی ہو جاتی تو فقیر چپ سادھ لیتا۔وہ نامور صاحب قلم تھے۔ان کے مضامین جاندار ہوتے تھے۔اس کے بعد ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔ ہاں اگر انہوں نے کسی شخصیت پر کچھ نہیں لکھا ہوتا تو فقیر قلم پکڑ لیتا اور کچھ نہ کچھ گھسیٹ دیتا۔ان تمام متذکرہ افراد پر ماہنامہ لولاک کے لئے صاحبزادہ مرحوم کے مضامین آ گئے تو فقیر نے کچھ نہ لکھا۔فقیر کے تعزیتی مضامین پر مشتمل کتاب ’’فراق یاراں‘‘ چھپی تو بہت سارے انجان دوستوں کے تیور بگڑے۔حالانکہ صحیح صورت حال وہی ہے جو عرض کر دی۔

گزشتہ دو دنوں سے برادرم حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شجاع آبادی میرے سر

ہیں کہ محترم جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کا فون آیا ہے۔ وہ حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ پر کوئی نمبر لانا چاہتے ہیں۔ ان کا حکم ہے کہ آپ بھی کچھ لکھیں۔ عرض کی کہ فقیر تو حسب عادت ’’مشاہدات یا خاکہ‘‘ لکھنے کا خوگر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے رفقاء خراج تحسین کے تلاش کنندگان۔ تو نبھے گی نہیں۔ نیا پھڈا نہ کھڑا ہو جائے۔ مولانا نے فرمایا کہ ضرور لکھیں۔ مرحوم کا حق ہے۔ مولانا شجاع آبادی کے اصرار کے باوجود ان سے وعدہ کیا نہ ارادہ بنا۔ لیکن ان کے جاتے جاتے مولانا حق نواز مرحوم کی محبت ایسی غالب آئی کہ یکدم طبیعت میں اٹھان اور اڑان کی کیفیت نے قلم پکڑنے پر مجبور کر دیا۔ لیجئے! بسم اللہ کرتا ہوں:

مولانا حق نواز مرحوم سپرا (جٹ برادری) سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہیں عرف عام میں ’’مہر‘‘ کہا جاتا ہے۔ ضلع جھنگ علاقہ چنڈ، تھانہ مسن موضع چیلہ میں بوہڑ والا کھوہ ان کی جائے پیدائش ہے۔ مولانا کے والد گرامی زمیندارہ کرتے تھے۔ ان کا نام مہر علی محمد تھا۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے ’’کھوجی‘‘ کی وصف رکھی تھی۔ اس سے وہ خدمت خلق کا کام لیتے تھے۔ مولانا حق نوازؒ کے ماموں حافظ جان محمد صاحب تھے۔ مولانا نے ان سے قرآن مجید اپنے کھوہ بوہڑ والا میں حفظ کیا۔ مولانا پیر مبارک شاہ بغدادیؒ جھنگ کے مرنجان مرنج پیر تھے۔ انہوں نے جھنگ، ملتان کے اضلاع میں قرآن مجید کے کئی مدارس قائم کر رکھے تھے۔ مولانا حق نوازؒ نے عبدالحکیم میں پیر مبارک شاہؒ کے مدرسہ میں گردان مکمل کی۔ ابتداء سے مشکوٰۃ شریف تک کی تعلیم آپ نے ملک کے شہرہ آفاق جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں حاصل کی۔ اس زمانہ میں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ، حضرت مولانا علی محمد صاحب مرحوم اور حضرت مولانا منظور الحق مرحوم نمایاں شخصیات ہیں۔

دورہ حدیث شریف آپ نے جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہ، حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالستار مرحوم آپ کے دورہ کے معروف اساتذہ کرام ہیں۔ دوران تعلیم آپ نے تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر چوک نواں شہر میں تقابل ادیان کا کورس کیا۔ مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ اور دوسرے اساتذہ سے یہاں پر آپ نے اکتساب علم سے اپنے دامن کو بھرا۔ مولانا حق نوازؒ فراغت کے بعد جھنگ تشریف لائے۔ جھنگ ضلع کے باسی تھے۔ یہ علاقہ شیعہ سنی تنازعہ کی وجہ سے حساس علاقہ ہے۔ تقسیم سے قبل بھی یہی معرکہ آرائی یہاں پر رہی۔ مولانا، نوجوان عالم دین۔ تازہ تازہ فارغ ہوئے۔ بھرپور کام کرنے کا جذبہ۔ زمیندارہ پیشہ سے تعلق رکھنے والے لوگ عموماً جفاکش و محنتی

ہوتے ہیں۔ جھنگ ان کا آبائی ضلع تھا۔محلّہ پپلاں والا کی جامع مسجد (جامع مسجد حق نواز شہیدؒ) کے اس زمانہ میں متولی الحاج اللہ ڈتہ کھدر فروش مسلم بازار جھنگ اور حاجی اللہ وسایا لنگی فروش تھے۔ یہ دونوں حاجی صاحبان تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔مسجد کے جوار میں واقع پارک ''احرار پارک'' کے نام سے آج بھی ان کی خدمات کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔

(رب کی شان اب مولانا کے جانشین مولانا محمد احمد لدھیانوی اس پارک میں ہمیں جلسہ نہیں کرنے دیتے۔ وہ ایسے کہ ہم نے پارک میں کانفرنس کا اعلان کیا۔مولانا محمد احمد لدھیانوی نے دعا کر کے بارش کرادی۔ مجبوراً جلسہ مولانا حق نوازؒ کی مسجد میں لے گئے۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے صدارت کی۔ قارئین پریشان نہ ہوں کہ مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب نے دعا کر کے بارش کرادی؟۔ یہ راز تب کھلا کہ مولانا محمد احمد صاحب نے پپلاں ضلع میانوالی میں فرمایا کہ فیصل آباد میں مجھے نہیں بلایا تو کانفرنس میں بارش ہوگئی۔مولانا کی ولایت کے اعتراف کے ساتھ عرض ہے کہ آئندہ جہاں ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر بارش ہوئی۔ وہ مولانا محمد احمد لدھیانوی کی ولایت کی دلیل ہوگی۔خدا کے ولی، ہماری توبہ۔آپ کو ولی مان لیا۔اب آئندہ کے لئے بارش نہ ہونے کی تسلی کرادیں۔جملہ معترضہ کی معافی کی درخواست کے ساتھ)

اس دور میں جناب بلال زبیری مرحوم موصوف احرار رہنما تھے۔محلّہ پپلاں والا کی جامع مسجد کی خطابت مولانا حق نوازؒ کو مل گئی۔حاجی اللہ ڈتہؒ، حاجی اللہ وسایا، بلال زبیریؒ کی صحبت نے انہیں عملی زندگی میں کام کرنے کے گر پڑھائے۔

اس زمانہ کے تمام احرار کارکن حضرات کی گھٹی میں ''احترام علماء'' کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔مولانا کی صلاحیتوں نے اجاگر ہونا شروع کیا تو ان حضرات نے بھی دل وجان سے مولانا کو احترام دیا۔پاکستان بننے کے بعد یہ تینوں حضرات مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس عمومی کے رکن اور جھنگ کے عہدہ داران تھے۔اس زمانہ میں چنیوٹ گڑھا محلّہ کے پارک میں آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس سہ روزہ دسمبر میں منعقد ہوتی تھی۔حاجی اللہ دتہ، حاجی اللہ وسایا، زبیری صاحب اس کانفرنس کے لئے سامعین کا بھرپور قافلہ لے کر جھنگ سے چنیوٹ تشریف لاتے تھے۔سن متعین کرنا تو بہت مشکل ہے۔ البتہ یاد پڑتا ہے کہ کسی کانفرنس کے موقع پر حاجی صاحبان کی معرفت حضرت مولاناؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

درمیانہ قد، سانولہ رنگ، چھریرا بدن، ستواں ناک، عقابی نظر، انگ انگ سے کام کرنے کا بھرپور عزم ٹپکتا تھا۔ جناں نکا اناں تکھا۔ پنجابی محاورہ کے مصداق۔ یہ پہلی ملاقات کا

تأثر ہے۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ عیدگاہ مسجد جھنگ کے عالم دین مولانا محمد اشرف سیالوی سے دیوبندی بریلوی تنازعہ نے مناظرہ کی شکل اختیار کرلی اور فیصل آباد روڈ پر واقع تھانہ موچیوالہ ضلع جھنگ کے نواح میں مناظرہ ہوا۔ نیا موضوع، نیا ولولہ، نیا علم، خوب رنگ بندھا۔ واقعہ ہوا۔ وقت گزر گیا۔ لیکن تلخی شہر بھر میں رہی۔ اس دور میں ملک بھر میں دیوبندی بریلوی مسئلہ کا خوب رن پڑا ہوا تھا۔ اس بہتی گنگا میں مولانا بھی اشنان کیے بغیر نہ رہ سکے۔

دنیا اس وقت گلوبل کی شکل اختیار کرچکی ہے۔ عالمی اثرات سے ہر ایک ملک متاثر ہوتا ہے۔ پھر ہمسایہ ملک کی گرمی، سردی، بارش، آندھی کے اثرات تو فوری محسوس ہوتے ہیں۔ لیجئے صاحب عراق ایران جنگ شروع ہوگئی۔ خمینی صاحب کے انقلاب کے اثرات نے پاکستان میں ان کے ہم عقیدہ لوگوں کو شعلہ جوالا بنا دیا۔ ہر جگہ وہ اپنی ڈھب کی چھاپ لگانے کے درپے ہوئے۔ تب سعودی عرب اور امریکہ، عراق کے ساتھ اور ایران کے خلاف تھے۔ عراق گورنمنٹ کو ایرانی انقلاب کے راستے میں سد سکندری گردانا جارہا تھا۔ پاکستان میں جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی حکومت تھی۔ پاکستان میں شیعہ سنی تنازعہ نے بھی شدت کا انداز اختیار کرلیا۔ اس سے قبل جنرل یحییٰ کے دور حکومت میں جھنگ میں باب عمرؓ کے حادثہ پر حالات نے نیا رخ اختیار کرلیا تھا۔ باب عمرؓ کے شہداء کے جنازہ میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی غلامی میں فقیر کو بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر جھنگ شہر لال مسجد میں خطبہ جمعہ کے بعد عظمت صحابہؓ کے عنوان پر ایک ماہ جیل میں قید کی نعمت بھی ملی۔ (قارئین ساتھ ساتھ میرے فضائل کا پاؤ پارہ بھی سنتے جائیں۔)

اس دور میں جھنگ کی قیادت مولانا غلام قادر، مولانا ولی اللہ، مولانا مفتی غلام حسین، مولانا سید صادق حسین شاہ، مولانا مفتی عبدالحلیم، مولانا محمد اسد اللہ قاسمی، مولانا محمد فاروق، حکیم مولانا محمد یاسین، مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ کے ہاتھوں میں تھی۔ مؤخر الذکر دو حضرات کے علاوہ سب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوچکے۔ اللہ تعالیٰ سب پر اپنی رحمت نازل فرمائیں اور جو زندہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سلامتی دارین نصیب فرمائیں۔ آگے چل کر اس قیادت میں نئے نوجوان عالم دین مولانا حق نوازؒ بھی شریک قافلہ ہوئے اور بہت جلد قدرت نے انہیں قافلہ سالار بنا دیا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ بلا کے خطیب تھے۔ بلکہ خدا لگتی یہ ہے کہ وہ اپنے انداز خطابت کے موجد تھے۔ اب تو ان کے اخلاص کا صدقہ، ہمارا ہر نوجوان ان کے انداز کو اپناتا ہے۔ اس سے قبل خطباء کے کھیپ میں سریلی اور مترنم آواز میں بیان کرنے کا انداز غالب تھا۔ اب بھی ترنم

والے خطیب ہیں۔ لیکن معدوے چند۔ لیکن جو ہیں ان کی چاندی ہے کہ یہ انداز خطابت اب کمیاب ہے۔ کسی دور میں ارزاں تھا، اب گراں ہے۔

مولانا حق نواز صاحبؒ کی گفتگو میں معلومات ودلائل کی فراوانی، الفاظ کا سیلاب اور جذبات کا سمندر رواں ہوتا تھا۔ وہ ہر موضوع پر تیاری کر کے آتے تھے اور دلائل وجذبات کے ساتھ موجزن ہوتے تھے وہ اپنی مربوط گفتگو اور مسلسل خطاب میں الفاظ کا بے دریغ استعمال کیا کرتے۔ بلکہ ان سے کھیلا کرتے تھے۔ جس موضوع پر اظہار کرتے۔ بے تکان کرتے، جس دریا کو عبور کرتے۔ انتہاء کے کنارہ پر پہنچ کر جس کشتی میں دریا عبور کر کے آئے ہوتے۔ سب سے پہلے اسے جلا دیا کرتے تھے۔ تاکہ واپسی کا شائبہ تک نہ رہے۔ اس لئے جس موضوع پر گفتگو کرتے وہ حرف آخر کا درجہ رکھتی تھی۔ اس کی مثال میں سعید چتروڑ گڑھی اپریشن کی تقریر کو سامنے رکھا جاسکتا ہے۔

مولانا بنیادی طور پر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ جمعیت کے پنجاب الیکشن میں حصہ لیا۔ مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ پنجاب کے امیر منتخب ہوگئے۔ خطابت اور مقبولیت کی انتہاء پر مولانا مرحوم جلوہ گر تھے۔ نوجوان رفقاء کارکن آپ کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ لیکن جمعیت کے تربیت یافتہ منجھے ہوئے نظریاتی ووٹ تو ہر معیار پر جانچ، پڑتال، ناپ، تول اور پرکھ کے بعد ملنے تھے۔ سو ایسے ہوا (معافی چاہتا ہوں کہ واقعات کی ترتیب قائم رکھنا مشکل ہورہا ہے) ایک بار گڑھ مہاراجہ میں ایک تنازعہ میں مسجد کی توڑ پھوڑ میں قرآن مجید کے نسخے شہید ہوگئے۔ (فقیر اس زمانہ میں لولاک کی ادارتی ذمہ داریوں میں شریک تھا۔ مولانا تاج محمودؒ کے حکم پر اکیلے میں جا کر گاؤں میں پھر کر اصل مقام دیکھ کر رپورٹ مرتب کی تھی) تب مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مرحوم تنظیم اہل سنت پاکستان کے سیکرٹری جنرل تھے۔ وہاں کانفرنس کا اعلان ہوگیا۔ جھنگ ضلع میں یہ جگہ واقع ہے۔ مولانا حق نواز مرحوم نے تنظیم کے پلیٹ فارم سے کانفرنس کے کامیاب انعقاد کے لئے دن رات ایک کردیئے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ نے پورے پنجاب کا طوفانی دورہ کیا۔ حکومت نے گڑھ مہاراجہ کانفرنس میں رکاوٹیں کھڑی کردیں۔ پابندی لگنا واضح نظر آرہا تھا۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مرحوم سرگودھا ضلع میں کانفرنس کے دعوتی عمل سے فارغ ہوکر چناب نگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی تشریف لائے۔ مولانا عبدالرحمٰن ظفر ان دنوں شعبہ کتب کے واحد ذمہ دار تھے۔ مولانا صاحب رفقاء کو دعوت دے کر چک جھمرہ جانے لگے تو فقیر کو ساتھ اپنی اردلی

میں لے لیا۔ جھمرہ پروگرام سے فیصل آباد جارہے تھے۔ راستہ میں دو باتیں ارشاد فرمائیں۔

ا...... مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ نے فقیر سے فرمایا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت بزرگوں کی جماعت، مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نقشبندی، مجددی، بزرگ، حضرت مجدد الف ثانیؒ احداث کے خلاف آیت من آیات اللہ، اور پھر آپ لوگوں کا چناب نگر میں ربیع الاوّل کا جلوس، سمجھ نہیں آتا۔ کس سے شکایت کروں۔ فقیر نے عرض کیا کہ قادیانیوں کو نتھ ڈالنے، ان کا غرور خاک میں ملانے کے لئے شروع کیا تھا۔ اب احرار کے حضرات نے شروع کر دیا ہے۔ ضرورت پوری ہورہی ہے۔ کسی سے شکایت نہ کریں۔ وعدہ رہا اس سال سے ہمیشہ کے لئے ہماری طرف سے جلوس نہیں نکلے گا۔ مولانا اس پر گل لالہ کی طرح شگفتہ ہوگئے۔

۲...... فرمایا کہ لگتا ہے گڑھ مہاراجہ کانفرنس پر پابندی لگ جائے گی۔ فقیر نے عرض کیا مولانا تاج محمودؒ سے رابطہ کرنے میں کیا حرج ہے۔ اتنے میں عبداللہ پور پھاٹک سے ریلوے چوک پہنچ گئے تھے۔ گاڑی موڑی مولانا تاج محمودؒ صاحب کے مکان پر جا کر ان سے حضرت قاسمی صاحب نے پریشانی عرض کی۔ بیٹھے بیٹھے کمشنر، ڈی۔ آئی۔ جی سے فون پر رابطے شروع ہوگئے۔ کچھ مان لو، کچھ منوالو۔ تصادم دونوں کے لئے نقصان دہ تھا۔ درمیانہ راستہ نکل آئے۔ دوسرے دن ڈپٹی کمشنر، ایس۔ پی سے جھنگ میں میٹنگ طے ہوگئی۔

صبح گئے تو محلّہ چنداں والا کے سکول میں تنظیم کی قیادت دھوپ سینک رہی تھی۔ لیکن اداس چہروں کے ساتھ، معلوم ہوا کہ جھنگ کے ٹینٹ والوں کو حکومت نے روک دیا۔ بھکر، مظفر گڑھ سے ٹینٹ کا سامان منگوایا۔ وہ راستہ سے واپس کرادیا گیا۔ اب علماء کے جانے پر پابندی۔ خیر مولانا تاج محمود، مولانا ضیاء القاسمی گئے۔ ڈی۔ سی، ایس۔ پی سے گڑھ مہاراجہ سے قریب باہر منظوری مل گئی۔ راستے کھل گئے۔ جلسہ کی جگہ کی تبدیلی ہمارے حضرات نے مان لی۔ منظوری حکومت نے دے دی۔ فقیر نے پہلی بار سٹیج پر قدموں میں بیٹھ کر مولانا حق نوازؒ کی خطابت کی جولانیوں کو دیکھا۔ پناہ بخدا ایک جیسی تیز رفتاری میں ایڑیوں کے بل کھڑے ہوکر تقریر کرتے۔ اس زمانہ میں مولانا کا شاید ہی کوئی ثانی ہو۔

تو جناب عرض ہے کہ ایران، عراق جنگ کے موقعہ پر دیوبندی، بریلوی قضیہ سے الگ ہوکر دوسرے محاذ پر مولانا نے عنان خطابت کو موڑا۔ نیا نعرہ، نیا نام، نئے دلائل، نیا ولولہ پورے پنجاب کو شعلہ جوالا بنادیا۔ (اب مولانا نہ رہے رفقاء نے بھی نعرہ چھوڑ دیا۔ رہے نام اللہ کا) لیکن اتنی بات تو مانی جائے کہ مولانا جس میدان میں اترے، کامیابی سے سب کو ہمنوا بنالیا۔

اس عنوان پر بہت سارے ساتھی لکھیں گے۔فقیر نہ اس میدان کا آدمی۔نہ اس راہ کا مسافر۔نہ اس موضوع پر تیاری، چٹے کورے ان پڑھ ہونے کا اعتراف۔ہمارا میدان دوسرا، راستہ دوسرا، انداز دوسرا، مولانا حق نواز مرحوم نے ختم نبوت کے میدان میں کیا تعاون کیا۔اس پر فقیر کو لکھنا چاہیئے تھا۔لو صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔اب میں اس سلسلہ کی مولانا کی خدمات کو لیتا ہوں۔

۱...... حضرت مولانا حق نواز مرحوم ہمارے حضرت صاحب قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے بیعت تھے۔اس پر وہ فخر کرتے تھےاور ساری زندگی نازاں رہے۔

۲...... اسلم قریشی قضیہ کے سلسلہ میں جامع مسجد شہداء لاہور میں کانفرنس رکھی تھی۔اس زمانہ میں ملتان تنظیم اہل سنت، مجلس علماء اہل سنت اور دیگر حضرات کی اسلامی مہینہ کے پہلے دن میٹنگ ہوتی تھی۔اس موقعہ پر ملتان دفتر مرکزیہ میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے میٹنگ طلب فرمائی۔تمام جماعتیں شریک ہوئیں۔ہمیں معلوم نہ تھا کہ مولانا حق نوازؒ کے رفقاء کی اس موقعہ پر ملتان میں میٹنگ ہوتی ہے۔اس لئے ان کو دعوت نہ دی جاسکی۔میٹنگ ختم نبوت دفتر میں قبل از ظہر ختم ہوگئی۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم دفتر تشریف فرما تھے۔میٹنگ کے بعد مولانا حق نواز صاحب آ گئے۔حضرت قبلہ سے جس انداز نیازمندی سے ملے۔حضرت قبلہ نے جس محبت سے گلے لگایا۔لطف دوبالا ہوگیا۔حضرت قبلہ نے فرمایا کہ مولانا کس طرح بھولے پھرتے ہو؟

مولانا نے عرض کیا ملتان میٹنگ تھی۔آپ کی تشریف آوری کا سنا، حاضر ہوگیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا اچھا ہوگیا۔لاہور شہداء مسجد مال روڈ فلاں تاریخ کو کانفرنس ہے۔تشریف لائیں۔مولانا نے عرض کی اکیلا یا جماعت سمیت؟ حضرت قبلہ نے فرمایا صرف جماعت نہیں پوری قیادت وکارکنوں سمیت۔مولانا نے عرض کی، اجازت ہے۔کارکن سر پر لال ٹوپی پہن کر آئیں؟ حضرت قبلہ نے فرمایاہاں اجازت ہے۔فقیر نے مولانا مرحوم سے عرض کیا کہ ایک کالی ٹوپی والے کو ہم نے بھی بلایا ہوا ہے۔اس کی بھی آپ اجازت دے دیں۔اس پر مجلس کشت زعفران بن گئی۔ مولانا مرحوم نے فرمایا کہ مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہم سب کی نمائندہ ہے اور حضرت الامیر دامت برکاتہم ہمارے امام ہیں۔جب جس کو چاہیں بلائیں۔خندہ روئی سے قلب وجگر کی گہرائیوں کے ساتھ آمنا وصدقنا، کبھی اس پر اعتراض نہ ہوگا۔اس پر ہمارے کوئی تحفظات نہیں۔اس لحاظ سے جو آپ مناسب سمجھیں اقدام کریں۔اس پر اعتراض کرنا تو

درکنار تصور اعتراض کا شائبہ بھی گناہ کبیرہ سمجھتا ہوں۔ چائے پی۔ حضرت قبلہ سے دعائیں لیں اور چل دیئے۔ اب ہر تقریر میں مولانا مرحوم نے اس لاہور کی ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہونے کی تحریک کو معمول بنالیا۔ کانفرنس میں آپ کے رفقاء تھوک کے حساب سے تشریف لائے۔ مولانا خود بھی جلسہ کے شروع میں پہنچ گئے۔ حضرت قبلہ کے قدموں میں سٹیج پر براجمان۔ اللہ اکبر کیا خوبیوں والا انسان۔ نہ کروفر، نہ نخرہ، نہ فوں نافاں۔ اب مہمان مقررین تشریف لانے شروع ہوئے۔ سب کو اٹھ کر مل رہے ہیں۔ خیر مقدم کررہے ہیں۔ اتنے میں جناب آغا مرتضٰی تشریف لائے۔ سب کے ساتھ ساتھ آپ سے بھی مصافحہ ہوا۔ تقریریں جاری۔ ایک کے بعد دوسرے۔ چوتھے پانچویں، چھٹے مقررین کے بیان ہوتے رہے۔ (ہزاروں ساتھی اب بھی اس کے گواہ موجود ہوں گے) کہ آغا مرتضٰی پویا کا اعلان ہوا۔ مخالفانہ نعرے شروع ہوگئے۔ پتہ نہیں کہ وہ لوگ کون تھے۔ بظاہر مولانا کے رفقاء لگتے تھے۔ جلسہ باہر کے گراؤنڈ سے مسجد کے ہال میں منتقل ہوا۔

سپیکر کا نظم درست ہوا۔ مولانا حق نوازؒ نے ازخود آکر سپیکر سنبھال لیا۔ جن دوستوں نے نعرہ لگایا تھا ان سے مخاطب ہوئے۔ ''اچھا عظمت صحابہؓ کے متوالو! تم سمجھتے ہو کہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے آپ کے دل میں عظمت صحابہؓ زیادہ ہے؟ تف ہے تمہاری سوچ پر، حیف ہے تمہارے طرز عمل پر۔ تمہاری اس سوچ نے حضرت قبلہ کے سامنے مجھے شرمندہ کیا۔ جھوٹ بولتے ہو۔ تم میرے ساتھی نہیں ہو۔ تم دشمن کے ایجنٹ ہو۔ تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔'' ممکن ہے کہ الفاظ وہ نہ ہوں۔ لیکن اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ مفہوم تقریباً یہی تھا۔ پھر خود پویا صاحب کا اعلان کیا، تقریر کرائی۔ پھر سید عطاء المؤمن شاہ بخاری کی تقریر ہوئی۔ آپ نے ہلڑ بازوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ آخری خطاب مولانا کا ہوا۔ آپ نے اس بیان میں بھی اس قضیہ پر وہ کچھ فرمایا۔ سوائے اس کے کہ یہی کہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تربت پر موسلا دھار بارش نازل کریں۔ کمال کیا۔ ہمیں تو خرید لیا۔

۳...... تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں ''راولپنڈی چلو'' کی کال پر جھنگ سے قافلہ لے کر چلے۔ راستہ میں ناکہ تھا۔ روک دیئے گئے۔ واپس جاکر روٹ بدلا۔ پیدل چلے۔ لیکن راجہ بازار پہنچ گئے۔ بیان بھی ہوا۔ تمام مکاتب فکر جمع تھے۔ یہ ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے۔

۴...... چناب نگر مدرسہ عربیہ ختم نبوت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مولانا محمد مکی مدرس الحرم کا استقبالیہ رکھا۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی فیصل آباد سے، جھنگ سے مولانا حق نواز شریک ہوئے۔ استقبالیہ تقریب تھی۔ فقیر نے خیر مقدمی کلمات کے لئے عرض کیا۔ فرمایا کیا عرض

کروں گا؟ فقیر نے عرض کیا کہ قادیانی فتنہ کا مرکز آپ کے ضلع جھنگ میں ہے۔ فرمایا بس۔ ٹھیک ہے اعلان ہوا۔ پانچ منٹ میں نپی تلی جاندار گفتگو سے مہمان سمیت سب کو انگشت بدندان کر دیا۔

۵...... چناب نگر ختم نبوت کانفرنس پر ہر سال جمعہ کے روز تشریف لاتے۔ اس سے پہلے جمعہ پر اپنی مسجد میں اعلان کرتے۔ آئندہ جمعہ چناب نگر، آپ میں ہم سب ادا کریں گے۔ پنڈال میں ادھر گھومتے رہتے۔ مہمانوں سے ملتے۔ ہم بصد منت گھیر کر سٹیج پر لاتے۔ فرماتے تقریر کے لئے نہیں، حاضری کے لئے آتا ہوں۔ ہم آخر تک ان کو بٹھائے رکھتے۔ مہمان بھگتتے رہتے کہ آپ کا آخری بیان، عصر پر اجلاس ختم ہونا ہوتا تھا۔ عصر سے چند منٹ پہلے اعلان کرتے۔ آپ خطبہ کے بعد دو تین منٹ میں دو چار جملے کہہ کر اجلاس ختم کرا دیتے۔ تین سال ایسے ہوتا رہا کہ تقریباً آپ کا گویا بیان برائے نام ہوتا۔ ایک دفعہ فقیر نے عرض کیا مولانا جمعہ پر وقت محدود ہوتا ہے۔ آپ عالی ظرف کہ محسوس نہیں کرتے۔ لیکن اب تو مجھے بھی ندامت ہو رہی ہے۔ آپ براہ کرم آئندہ سال رات کے اجلاس میں تشریف لائیں۔ فرمایا بہت اچھا۔ اگلے سال جمعرات کو عصر تک بصیرہ ضلع مظفر گڑھ میں بیان کیا۔ تقریر کے بعد آپ کے نعت خواں فلک شیر کا بیان ہے کہ روٹی پر دو بوٹیاں رکھ کر جھولی میں رکھ لیا۔ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے دو چار لقمے زہر مار کئے۔ جھنگ رکے بھی۔ رات ایک بجے سٹیج پر چناب نگر آن دھمکے۔ مجھے تو یاد بھی نہ تھا کہ مولانا سے خود یہ وقت طے کیا ہے۔ عجیب مشکل یہ کہ مولانا علی غضنفر کراروی تشریف لائے ہوئے سٹیج پر موجود، کہ مولانا آگئے۔ میرا سانس رک گیا۔ کراروی صاحب جمعرات دن کے آئے ہوئے۔ مقررین کے رش کے باعث رات کا کہہ کر روک لیا۔ اب مولانا آگئے۔ کراروی صاحب سے عرض کیا کہ اب آپ کا بیان جمعہ سے قبل کیسے رہے گا؟ وہ صورتحال کو بھانپ گئے اور ہماری مجبوری بھی ان کے سامنے تھی۔ بادل نخواستہ انہوں نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ دو تین مقررین کی مزید تقریریں ہوئیں۔ مولانا حق نواز صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا تھکا ہوا ہوں۔ مزید کتنا انتظار کرنا ہوگا۔ عرض کیا کہ ایک آدھ مقرر کے بعد آپ کا بیان ہے اور وہ اس اجلاس کا آخری بیان ہوگا۔ ساتھ ہی عرض کیا کہ کراروی صاحب صبح سے تشریف لائے ہیں۔ قبل از ظہر سے بعد ظہر سے بعد العشاء کا کہا۔ اب قبل از جمعہ کے لئے عرض کیا۔ رکھ رکھاؤ والے آدمی ہیں۔ مان گئے ہیں۔ لیکن آپ اجازت دیں تو بیان ابھی کرادوں؟ ڈر لگتا ہے کہ آپ کے کاز کو نقصان نہ ہو۔ آنکھیں بند کئے کان میرے منہ سے لگائے سنتے رہے۔ آخری جملہ پر فرمایا کہ ختم نبوت پر سب مصلحتیں قربان۔ کرائیں بیان، لیجئے مولانا کی اتنی بات سے فقیر سیر سے شیر ہو گیا۔ انگڑائی کے بہانے

دونوں ہاتھ فضاء میں بلند کئے واپس کرتے ہوئے جو خطیب تقریر کررہے تھے۔ ہاتھ ان کے پاؤں کو لگا کر بریک کا کام لے لیا۔ ان کی تقریر ختم ہوئی۔ جھٹ سے کراروی صاحب کا اعلان یوں کیا۔ ’’حضرات کافی رات بیت چکی۔ ہمارے معزز مہمان اور آپ کے دلوں کی دھڑکن مجاہد اسلام مولانا حق نواز صاحب مدظلہ، لیکن ان سے پہلے تشریف لاتے ہیں خطیب اہل بیت جناب علی غضنفر کراروی۔‘‘ اب نعرے مولانا حق نواز صاحب کے اور تقریر شروع ہوگئی جناب کراروی صاحب کی۔ وہ بھی بلا کے خطیب چند منٹوں میں چھا گئے۔

آخری خطاب مولانا حق نواز صاحب کا ہوا اور یہ اس کانفرنس پر ان کا آخری خطاب تھا۔ اگلے سال وہ کانفرنس سے پہلے وہاں چلے گئے۔ جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ دعاء حضرت خواجہ صاحب مدظلہ نے کرائی۔ کانفرنس کے اختتام پر صبح ہونے پر صرف دو گھنٹے باقی تھے۔ مولانا دن بھر کے تھکے ماندے۔ رات ساری بیٹھ کر آنکھوں میں کاٹ دی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب دامت برکاتہم سٹیج سے اترے۔ رہائش گاہ کی طرف تشریف لائے۔ مولانا حق نواز سٹیج سے اترے۔ میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا حضرت خواجہ صاحب مدظلہ سے ملنا ہے۔ دس پندرہ منٹ حضرت کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ پھر اجازت لی۔ فقیر کا خیال تھا رات ایک بجے سٹیج پر آئے ہیں کھانا کھا کر آئے ہوں گے۔ سواری ساتھ ہے۔ ابھی واپسی ہوجائے گی۔ نہ کھانے کا فکر نہ رہائش کا کھٹکا۔ لیکن حضرت کے کمرے سے باہر نکلتے ہی مجھے آہستہ سے کہا کہ کھانا کھانا ہے۔ اب کھانا کھلانے والے سارے ساتھی سوچکے۔ کمرے مہمانوں سے اٹے ہوئے۔ لیکن اعصاب پر کنٹرول کر کے فقیر نے عرض کیا سب انتظام ہے، تشریف لائیں۔ مدرسہ کے برآمدے میں گئے۔ قالین پر سوئے ہوئے ساتھیوں کو ادھر ادھر کیا۔ قالین سیدھا کیا اور مولانا سے کہا تشریف رکھیں۔ فقیر اب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا باورچی خانہ کی طرف۔ وہاں نہ بندہ نہ بندہ کی ذات۔ ڈونگہ ہاتھ میں لیا دو چار خالی دیگوں کے ڈھکنے اٹھائے کسی میں سالن کا بچا ہوا چورا مل گیا۔ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارے تو کچھ روٹیاں بھی مل گئیں۔ سر سے رومال اتارا روٹیاں لپیٹیں۔ بغیر چمچ، پلیٹ کے اکیلا ڈونگا ہاتھ میں روٹیاں بغل میں تیر کی طرح مولانا کے پاس جا پہنچا۔ روٹیوں والا رومال سیدھا کر کے دستر خوان بنایا۔ ڈونگا رکھا۔ مولانا سے عرض کی۔ بسم اللہ کریں۔ میں پانی لاتا ہوں۔ پانی لایا۔ مولانا اور ان کے نعت خواں فلک شیر کمال رغبت کے ساتھ سر جھکائے کھانا کھانے میں مصروف۔ میں نے پانی کا جگ رکھا۔ ایک روٹی اٹھائی اور ساتھ ہی جٹ گیا۔ چند منٹ میں تینوں کھانے سے فارغ۔ اب برتن اٹھانے کو تھا کہ مولانا نے فرمایا کہ آرام بھی کرنا

ہے۔ایک گھنٹہ صبح ہونے میں باقی ہے۔اس وقت جانا خطرے سے خالی نہیں۔ چنیوٹ جاکر کسی کو اٹھانا مناسب نہیں۔یہیں کہیں کمر سیدھی کرتا ہوں۔گھنٹے تک آذانیں ہوجائیں گی۔اپنی نماز پڑھ کر سفر کرلوں گا۔میں نے سینہ تان کے کہا بہت اچھا۔اسی قالین کے سرے کو تھوڑا سا گول کیا،سر کا رومال جس سے پہلے دستر خواں کا کام لے چکا تھا اب بسترے کی چادر کے طور پر بچھادیا۔میری کمال مہمان نوازی اوران کی عظمت کہ ٹوپی سر سے اتاری ایک ہاتھ کا سرہانہ بنایا۔ٹوپی بغل میں لی اور دراز ہوگئے۔

فقیر نے باورچی خانہ میں جاکر برتن رکھے۔تقاضہ سے فارغ ہوا۔مین گیٹ بند کیا۔ نیند کہاں آنی تھی۔ہزاروں مہمان لیٹے ہوئے اوراتنا بڑامہمان کھلے بندوں لیٹا ہوا۔مجھے نیند کہاں آناتھی۔واپس آیا تو مولانا گہری نیند سوچکے تھےاور فلک شیر کے خراٹے ماحول کو موسیقی سنارہے تھے۔بیٹھنا میرے لئے مشکل،تھوڑی جگہ مولانا کے قدموں میں بچی ہوئی تھی۔میں نے وہاں سرٹکا دیا۔مجھے نیند کہاں آناتھی۔لیٹے لیٹے مولانا کے پہریداری کا اعزاز حاصل کرتا رہا۔تھوڑی دیر میں مؤذن نے اللہ اکبر کہی اور مولانا شیر کی طرح اٹھ کر بیٹھ گئے۔میں کھسیانی بلی کھمبا نوچے کی طرح کمال مستعدی سے کھڑا ہوگیا۔مولانا نے وضو کیا۔تینوں نے ایک ساتھ نماز پڑھی۔

مولانا جانے کے لئے تیار، گاڑی پر آئے۔اب میں نے ندامت مٹانے کے لئے حاتم طائی بن کر لفافہ نکالا اور پہلی بار پورازور لگایا کہ مولانا کم ازکم پٹرول کے پیسے رکھ لیں۔مولانا کاانکار، میرااصرار بڑھتا رہا۔قارئین!میری تمام تر کوشش کے باوجود مولانا نے ایک پیسہ بھی قبول نہیں کیا اور فرمایا یہی تو میری ایک جماعت ہے جس کے مجھ پر احسانات ہیں۔محسن جماعت سے کرایہ لینا کیوں کر ممکن؟ مولانا کی عظمت اور بلندی کردار پر آج بھی جب میں اکیلے میں سوچتا ہوں تو دلی کیفیات رقص کرنے لگ جاتی ہیں۔

٦...... غالباً لیہ کی کسی تقریر کے ضمن میں مولانا ایک مہینہ کے لئے ملتان جیل تشریف لائے۔اپنے مسلک کی سترہ دینی جماعتوں کا دفتر میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کی زیر صدارت اجلاس ہوا۔سنی متحدہ محاذ بنا۔مولانا بالآخر رہا ہوگئے۔اس عمل پر مولانا اتنے ممنون احسان ہوئے کہ ایک شریف النفس اور خاندانی انسان کی طرح جب بھی ملتان تشریف لاتے دفتر میں حاضری یقینی تھی۔

۷...... مولانا جس رات شہید ہوئے اس رات مولانا کے ساتھ فقیر کا بیان شورکوٹ میں طے تھا۔ٹوبہ سے ٹرین پکڑناتھی۔غلہ منڈی ٹوبہ کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے

مولانا کی شہادت کی خبر سنی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور ہم ابھی تک ظلمتوں کی رات کو طے کررہے ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو بلند مراتب نصیب فرمائیں۔ بہت بلند کردار اور عظمتوں والے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب کو کہ انہوں نے دل کے پرانے ساز کو چھیڑ دیا۔ داغ ہائے سینہ کاغذ پر منتقل ہوگئے۔ کچھ بوجھ ہلکا ہوگیا۔ مولانا مرحوم اللہ کے سامنے سرخرو ہوکر گئے۔ اللہ تعالیٰ فقیر کو بھی مولانا کے سامنے سرخرو کریں گے کہ بلاکم وکاست ان کہی، کہہ دی تاکہ سند رہے۔ اسے پڑھ کر بعض خوش ہوں گے۔ اللہ انہیں دارین میں خوش رکھے۔ جو ناراض ہوں گے وہ موتوا بغیظکم کی تلاوت کریں۔ بہت ہی شکریہ۔ ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کا، کہ انہوں نے بھی مجھے خریداران یوسف میں نام لکھوانے کا موقع دیا۔ تھک گیا ہوں۔ اسی پر بس کرتا ہوں۔

وسعت دل بہت وسعت صحراء کم ہے
اس لئے مجھے تڑپنے کی تمنا کم ہے

(یہ مضمون پہلی بار شائع ہورہا ہے)

(۱۶) ...... آہ! حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ

(وفات ۲۷؍اپریل ۱۹۹۸ء)

۱۴۱۸ھ کی آخری شب ۲۷؍اپریل ۱۹۹۸ء کو حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی صاحب دل کے دورہ سے انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی ایک ممتاز عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ ان کا وجود قدرت کا عطیہ تھا۔ ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ وہ اپنے مؤقف کے پکے اور ارادے کے مضبوط تھے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز، تحریک خدام اہل سنت پنجاب کے امیر اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے بانی تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کی ذات گرامی کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ وہ اس دور پرفتن میں روشن ستارہ تھے۔ جمعیت علماء اسلام کی ابتدائی آبیاری کرنے والے اکابرحق میں سے تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس پر سختی سے کاربند ہوجاتے تھے۔ جو مؤقف سوچ سمجھ کر اختیار کیا اس میں معمولی سی لچک کے روادار بھی نہ تھے۔ بامقصد کامیاب زندگی گزاری۔ اس پر بجاطور پر خوش بخت انسان تھے۔ شیعیت، مودودی جماعت اور حیات النبی ﷺ کے منکرین سے کسی بھی رعایت کے روادار نہ تھے۔ ان کے نظریات پر خوشنما

مدلل، دیانتدارانہ تنقید کرتے تھے۔انہوں نے سوچ سمجھ کر یہ مؤقف اختیار کیا اور پھر زندگی بھر اس کو وظیفہ حیات بنالیا۔اس میں وہ کامیاب وکامران ہوئے۔

جہلم وچکوال کے اطراف میں شیعہ جارحیت کے توڑ کے لئے اپنے رفقاء کو منظّم کیا اور بغیر کسی تصادم وجانی نقصان کے اپنے فریق مخالف کو جارحانہ سوچ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔یہ ان کی فراست ایمانی، مومنانہ سوچ اور قائدانہ صلاحیت کی دلیل ہے کہ زیادہ نقصان کئے کرائے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے۔تمام دینی تحریکوں کے دل سے قدردان تھے۔مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی راہنماؤں، امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ، شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے مثالی تعلقات تھے۔دفتر مرکزیہ کو ہمیشہ اپنی ہدایات سے نوازتے رہتے تھے۔ان کے نیک مشورے ہمارے لئے مشعل راہ ہوتے تھے۔جامعہ حنفیہ کی ابتداء سے اس وقت تک ہمیشہ ان کے سالانہ جلسہ میں مجلس کی نمائندگی ضرور ہوتی تھی۔اندرون وبیرون ملک ان کے مریدین ومتعلقین کی بہت بڑی تعداد ہے۔

عموماً ہر سال برطانیہ تشریف لے جاتے۔اس موقعہ پر اگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی برطانیہ میں سالانہ کانفرنس ہوتی تو اپنے رفقاء سمیت بھرپور شرکت فرماتے۔کسی مقرر کی گفتگو میں کوئی اونچ نیچ ہوتی تو اس کی علیحدگی میں اصلاح فرماتے۔خود فقیر راقم الحروف کو آخری ملاقات میں بھدر ضلع گجرات کے سالانہ جلسہ میں علیحدگی میں پند ونصائح سے نوازا۔یہ ان کی برخوردار نوازی تھی۔ورنہ اس دور میں تنقید تو آسان ہے۔مگر کسی کی اصلاح پر کون توجہ دیتا ہے۔وفات سے پہلے حضرت مولانا نے جامعہ کا سالانہ جلسے کا اہتمام کیا۔ہفتہ اتوار کو کامیاب ترین جلسہ ہوا۔ملک بھر سے جماعتی کارکن اور حضرت مرحوم کے متعلقین جمع ہوئے۔تمام انتظامات آپ کی نگرانی میں بہتر طور پر انجام پائے۔دوسرے دن تھکے ہوئے دل نے بازی ہاردی اور اگلے سفر پر روانہ ہوگئے۔ان کی وفات کی خبر سن کر پورے ملک سے علماء ومشائخ کا جم غفیر جمع ہوگیا۔اگلے دن پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دست راست کو حوالہ رحمت خداوندی کیا۔

حضرت مرحوم کے دو صاحبزادے حافظ وقاری اور عالم ومجاہد ہیں۔مولانا قاری خبیب احمد اور قاری صہیب احمد۔اللہ تعالیٰ ان کو والد گرامی کا جانشین بنائے۔خدا کرے یہ اپنے والد کے

جلائے ہوئے دیپ کی لوکوکم نہ ہونے دیں۔ بلکہ اسے اتنا روشن کریں کہ وہ مینارہ نور بن جائے۔

وما ذالك علیٰ اللّٰہ بعزیز!

فقیر نے مولانا قاری خبیب احمد عمر صاحب کوایک تعزیتی خط بھی تحریر کیا وہ یہ ہے کہ:

مخدومی ومخدوم زادہ حضرت مولانا قاری خبیب احمد صاحب وقاری صہیب احمد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

آپ کے والد گرامی عارف باللہ، مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا عبداللطیفؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر سے دل ودماغ پر جتنی چوٹ لگی اس کا الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ حالات کی ستمگری کہ جلسہ اور پھر تعزیت کے لئے حاضری سے محروم رہا۔ جس کا بہت زیادہ صدمہ ہے۔ مرحوم قافلہ حق کے سرخیل علماء کرام میں سے تھے۔ ان کا وجود عطیہ الٰہی تھا۔ وہ اپنے موقف اور ارادے کے دھنی تھے۔ ان کی ذات ایک انجمن تھی۔ اس دور پرفتن میں وہ روشنی کا روشن ستارہ تھے۔ قدرت نے انہیں خاص مقصد کے لئے پیدا کیا تھا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب وکامران رہے۔ اب ان کی تمام تر ذمہ داریاں آپ حضرات کے کندھوں پر ہیں۔ اللہ رب العزت آپ حضرات کو ان کا صحیح معنوں میں جانشین بنائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ہر بزرگ وکارکن آپ حضرات کے اس صدمہ میں نہ صرف برابر کا شریک ہے بلکہ بجاطور پر اپنے آپ کو تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔ وہ ہم سب کے بزرگ ورہنما تھے۔ ان کا وجود آپ حضرات کی طرح ہم سب کے لئے منارہ نور تھا۔ اللہ رب العزت حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور آپ کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ حضرت مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر (ربوہ) میں آج قرآن مجید کے ختم واجتماعی دعا کا اہتمام کیا گیا۔ (ماہنامہ حق چاریار، حضرت جہلمی نمبر)

(۱۷) ...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

(وفات ۱۸؍مئی ۲۰۰۰ء)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۰ اما بعد!

اللہ رب العزت نے نبوت کی ابتداء سیدنا آدم علیہ السلام سے کی اور اس کی انتہاء آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات پر، اس عقیدہ کا ختم نبوت کو عقیدہ کہا جاتا ہے۔ خیر القرون سے لے کر اس دور تک ہر زمانہ میں مسلمان اس عقیدہ کی دل وجان سے حفاظت کرتے چلے آئے ہیں۔

ہندوستان میں انگریز کے اشارہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس عقیدہ پر شب خون مارا، چنانچہ تاریخ کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے اکابرین امت نے اس مسئلہ کے تحفظ اور قادیانیت کے ابطال کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کی ایک سنہری تاریخ رقم کی۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی الف سے مولانا محمد یوسف بنوری کی یائے تک ''تحفظ ختم نبوت'' کی ایک ایمان پرور، جہاد آفرین، حقائق افروز، سنہری اور قابل قدر وفخر تاریخ ہے۔ اس دور میں ہمارے مخدوم ومرشد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اس تاریخ اور روایات کے امین اور اس قافلہ کے کامیاب فاتح جرنیل تھے۔

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، ۱۹۷۵ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہوئے اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ سے وہ کام لیا جو ایک مستقل ادارے کے کرنے کا تھا۔

اس جماعت کی تشکیل کی تقریب یہ ہوئی کہ ۱۹۴۹ء میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور دوسرے حضرات نے مل کر ایک غیر سیاسی جماعت کی بنیاد رکھی جو سیاست سے ہٹ کر صرف اور صرف دینی نقطہ نظر سے قادیانیت سے برسرپیکار ہو۔ اس جماعت کا نام ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' رکھا گیا۔

۱۹۵۳ء میں قادیانی فتنہ کے خلاف عظیم الشان تحریک چلی۔ اس تحریک سے فراغت کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کا ۱۹۵۴ء میں باضابطہ انتخاب ہوا اور حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اس کے پہلے امیر مقرر ہوئے۔ ان کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ یکے بعد دیگرے مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے وصال کے بعد شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت قبول کرنے کے لئے مقتدر شخصیات نے گذارش کی۔ ان دنوں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں مدرس تھے اور دس دن ''ماہنامہ بینات کراچی'' کے لئے دیا کرتے تھے۔ مولانا لدھیانوی شہیدؒ سے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے کہ آپ مستقل کراچی آجائیں۔ حضرت لدھیانوی شہیدؒ اس کے لئے آمادہ نہ تھے۔ اب مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت قبول کرنے کے لئے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے بھی حضرت بنوریؒ سے استدعا کی تو حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ اگر میں مجلس کی امارت قبول کرلوں تو آپ مجلس کے مرکزی دفتر ملتان آجائیں گے؟ حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے عرض کیا ''بسروچشم''

۹/اپریل ۱۹۷۴ء کو حضرت بنوریؒ نے مجلس کی امارت قبول کی۔ ۲۹/مئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر (سابق ربوہ) ریلوے اسٹیشن پر سانحہ پیش آیا۔ قادیانیوں کے خلاف بھرپور تحریک چلی۔ جس کے نتیجہ میں ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے دیا۔ جب مبارکباد کے لئے حضرت لدھیانوی شہیدؒ اپنے مرشد ومربی حضرت بنوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت بنوریؒ نے فرمایا۔ وعدہ یاد ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ یاد ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان تشریف لے آئے۔

آپؒ کا مجلس تحفظ ختم نبوت میں آنا گویا رحمت باری کا خصوصی فضل ہوا۔ آپؒ نے تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے کام کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ بلاشبہ یہ آپ کا تجدیدی کارنامہ تھا۔ اس پر جتنا آپ کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ آپ کے اس تجدیدی کارنامہ کی مختصر روئیداد یہ ہے۔

قادیانیوں کو دعوت اسلام

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی کامیابی کے بعد اب امت کا فرض بنتا تھا کہ قادیانیوں کو دعوت اسلام دی جائے۔ ختم نبوت کی حقانیت اور مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل نظریات کو ان پر آشکارا کیا جائے۔ آپ نے اس عنوان پر امت میں سب سے پہلے کام کیا۔ متعدد مضامین ورسائل لکھ کر امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا۔ الفضل اور دیگر قادیانی جرائد سے قادیانیوں کے پتہ جات تلاش کر کے ہزاروں قادیانیوں کو ان کے گھروں کے پتوں پر ڈاک سے لٹریچر ارسال کیا گیا اور اس موضوع پر نہایت خوبصورت رسالہ ’’قادیانیوں کو دعوت اسلام‘‘ کے عنوان سے لکھ کر قادیانیوں کے گھر گھر بھیجا گیا۔

مبلغین اور کارکنان ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیوں کو دستی لٹریچر پہنچایا گیا۔ پورے ملک میں اللہ رب العزت کے فضل واحسان سے آپ کی یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور یوں آپ کی کوشش سے امت مسلمہ نے ایک فرض وقرض کی ادائیگی کا شرف حاصل کیا۔

شعبہ نشر واشاعت

آپ نے مجلس کے شعبہ نشر واشاعت کے تحت بیسیوں رسائل وکتب بلاشبہ لاکھوں کی تعداد میں شائع کر دیئے۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کا ایک ملفوظ ہے کہ رد قادیانیت پر اتنا لکھا اور شائع کیا جائے کہ ایک مسلمان سو کر اٹھے تو اس کے سرہانے ختم نبوت کا لٹریچر موجود ہو۔ حق

تعالیٰ شانہ کی قدرت کہ مولانا محمد علی مونگیریؒ کی اس تڑپ نے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شکل اختیار کی اور یوں آپ کے ذریعہ رد قادیانیت پر تحریری اتنا کام ہوا جتنا گذشتہ پچاس برس میں نہیں ہوا تھا۔ ہفت روزہ ختم نبوت کا اجراء، لٹریچر کی کثرت، کتب ورسائل کی اشاعت، اشتہارات وہینڈ بلوں کی تقسیم وترسیل نے ایک مستقل اشاعتی ادارے کے کام کی شکل اختیار کی۔ یہ سب حضرت مرحوم کی کوششوں کا نتیجہ اور مساعی جمیلہ کا ثمر ہے جو اس دور میں آپ کے ہاتھوں امت کو اللہ رب العزت نے نصیب کیا۔

آپؒ نے فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ کی رہنمائی میں قادیانیت کا ڈیڑھ دو سال میں بھرپور مطالعہ کیا۔ انہیں دنوں آپ نے مختلف رسائل ترتیب دیئے۔ جن میں قادیانیوں کو دعوت اسلام، ربوہ سے تل ابیب تک، مراقی نبی، مرزائی اور تعمیر مسجد، مرزا کا اقرار اور قادیانیت علامہ اقبالؒ کی نظر میں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ملتان دفتر میں قیام کے دوران شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی آخری تصنیف ''خاتم النبیین'' کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا جو ایک یادگار اور تاریخی کام ہے۔ جس کی افادیت اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔

اسی زمانہ میں ''قادیانیوں سے ستر سوالات'' ''اشد العذاب علی مسیلمۃ الفنجاب'' مجموعہ رسائل مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، رئیس قادیان، مصنفہ مولانا محمد رفیق دلاوری، اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ، مصنفہ مولانا نور محمد اور التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، مصنفہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی شعبہ نشر واشاعت کی طرف سے آپ نے شائع کرائیں۔

غرض آپ کو جب سے حضرت بنوریؒ نے شعبہ نشر واشاعت کا سربراہ مقرر کیا۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اسے چار چاند لگادیئے۔ اس دوران تحفظ ختم نبوت اور دارالعلوم دیوبند کے عنوان پر آپ نے گراں قدر تحقیقی مقالہ تحریر کیا۔ جس کی ضخامت ڈیڑھ صد صفحات پر مشتمل ہے۔

مقدمات کی پیروی

۱۹۷۴ء کی تحریک کے بعد جہاں کہیں قادیانیوں نے قانون کی خلاف ورزی کی اور ان کے خلاف کیس دائر ہوا وکلاء کی تیاری اور رہنمائی کے لئے قدرت نے آپؒ سے کام لیا۔ آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی جامعیت نصیب فرمائی تھی کہ بیک وقت ایک متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ

ساتھ قادیانیت کے لٹریچر پر پوری گرفت رکھتے تھے۔آپ نے سرگودھا، بہاولپور وغیرہ عدالتوں میں اس طرح خدمات سرانجام دیں کہ قادیانیت بلبلا اٹھی۔اس دوران اللہ رب العزت نے کرم کیا کہ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت قادیانیوں کے خلاف منظّم ہوئی۔اس میں آپ نے بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔

۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے قادیانیوں کے خلاف امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔قادیانیوں نے اس کے خلاف وفاقی شرعی عدالت میں کیس دائر کردیا تو اس کی پیروی کے لئے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے اپنے گرامی قدر رفقاء حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے ہمراہ لاہور جاکر ڈیرہ لگایا۔ دفتر ختم نبوت دہلی دروازہ لاہور مقدمہ کی پیروی کے لئے وقف ہوگیا۔ردقادیانیت اور قادیانیت کا تمام لٹریچر ملتان دفتر ختم نبوت سے لاہور منتقل کیا گیا۔مگر مشکل یہ پیش آئی کہ تفاسیر واحادیث کی قدیم وجدید کتب کے بغیر اس مقدمہ کی پیروی ممکن نہ تھی۔اللہ تعالیٰ بہت جزائے خیر دے جامعہ اشرفیہ کے ارباب بست وکشاد کو کہ انہوں نے اپنے جامعہ کی لائبریری کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت مرحوم اپنے رفقاء سمیت وہاں منتقل ہوگئے۔وکلاء کے حوالہ جات کی فراہمی کے لئے فوٹو اسٹیٹ مشین منگوائی گئی۔

دن بھر عدالت میں مقدمہ کی کارروائی میں حصہ لیتے۔شام کو رات گئے تک حوالہ جات اور دلائل کی ترتیب وتخریج کا کام کرتے۔آپ کی جامع شخصیت اور خداداد شہرت کو دیکھ کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے وکلاء کے علاوہ سرکاری وکلاء بھی آپ کے پاس آئے۔آپ ان کے ہر اشکال کا اس طرح جواب دیتے کہ وہ عش عش کراٹھتے۔یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ تمام تر وکلاء کی تیاری اور پورے کیس کی پیروی آپ کی محنت کی مرہون منت ہے۔اللہ رب العزت نے کرم کیا۔قادیانیت شکست کھا گئی اور آپ کی اخلاص بھری کاوشوں کو قدرت نے قبولیت سے نوازا کہ متفقہ طور پر پانچ جسٹس صاحبان نے امت محمدیہ ﷺ کے حق میں اور قادیانیوں کے خلاف فیصلہ دیا۔

قادیانیوں نے اس کے خلاف سپریم کورٹ شریعت اپیل بنچ میں اپیل دائر کی۔وہاں سے بھی قادیانیوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔اس دوران افریقہ کے قادیانیوں (لاہوری گروپ) نے جنوبی افریقہ جوہانسبرگ کی عدالت میں کیس دائر کردیا کہ ہمیں مسلمان سمجھا جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔رابطہ عالم اسلامی، پاکستان حکومت نے اپنے وکلاء، علماء بھیجے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا وفد بھی حضرت مولانا محمد یوسف

لدھیانوی شہیدؒ کی قیادت باسعادت میں وہاں پہنچا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جان جوکھوں میں ڈال کر دن رات ایک کر کے اپنے آرام کو تج کر کے تمام وکلاء کی تیاری کا کام جتنا اللہ رب العزت نے آپ سے لیا وہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ بڑے بڑے جغادری مہینوں کی جانگسل محنت سے اکتا کر ادھر ادھر ہوگئے۔ لیکن آپ مسلسل اس کام کو تندہی سے کرتے رہے۔ دوبارہ آپ کو جانا پڑا، مہینوں مسلسل سماعت ہوئی۔ لیکن ہائیکورٹ سے سپریم کورٹ تک آپ کی محنت کام آئی اور قادیانی جنوبی افریقہ کے سپریم کورٹ سے بھی اپنے کفروزندقہ پر مہر لگوا کر واپس آ گئے۔

اسی طرح پاکستان کے چاروں ہائیکورٹوں میں قادیانیوں نے کیس دائر کئے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ مارے مارے ان کورٹوں میں پھرتے رہے۔ صبر آزما مراحل سے گزرے، مقدمات کی ایسے احسن انداز میں پیروی کی اور ایسے مستقل وجاندار بنیاد پر قادیانیت کے کفر کو آشکارا کیا کہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے بہاولپور عدالت میں بیان کی یاد تازہ ہوگئی۔

قدرت نے آپ سے وہ کام لیا کہ اس پر قادیانیت کے چھکے چھوٹ گئے۔ ان تمام کیسوں کی اپیل سپریم کورٹ میں گئی۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ رفقاء کی ٹیم لے کر سپریم کورٹ پہنچ گئے۔ آپ کے جانے سے راولپنڈی سپریم کورٹ، علماء کرام کے اجتماع کا منظر پیش کرنے لگا۔ آپ نے وہاں بھی تمام وکلاء کو تیاری کرائی اور پھر راجہ حق نواز ایڈووکیٹ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سپریم کورٹ میں نمائندگی کر رہے تھے۔ ان سے عدالت نے کہا کہ آپ اپنا بیان تحریری طور پر عدالت میں داخل کریں۔ شرعی نقطہ نظر سے وضاحت کریں کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس میں قادیانیوں پر جو پابندیاں لگائی گئی ہیں وہ درست ہیں۔ راجہ صاحب نے اپنے مؤکل حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی طرف دیکھا۔ انہوں نے حامی بھری، کراچی تشریف لائے، مختصر مدت میں ''عدالت عظمیٰ کی خدمت میں'' نامی مقالہ تحریر کیا۔ جو دلائل وبراہین کا ایسا خزینہ ہے۔ اسے پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نہیں بلکہ عالمی عدالت میں کوئی بین الاقوامی ماہر قانون خطاب کر رہا ہے اور اس کے دلائل کے سامنے فریق مخالف ندامت سے سر جھکائے کھڑا ہے اور عدالت ان کے دلائل کے وزن سے بچھی چلی جارہی ہے۔

ان فیصلہ کرنے والے پانچ سپریم کورٹ کے جج صاحبان میں سے ایک جج نے ریٹائرمنٹ کے بعد فرمایا کہ مولانا کے اس بیان نے ہماری اتنی رہنمائی کی کہ میں حیران رہ گیا کہ جو بات وکلاء اس زور سے نہ سمجھا سکے وہ ایک بوریہ نشین نے کس دلکش انداز میں باور کرادی؟ حق تعالیٰ کا کرم ہوا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی گرفت سے قادیانیت یہاں بھی جان نہ چھڑا سکی۔

بلکہ سپریم کورٹ سے بھی ان کو اپنے کفر پر مہر لگوانی پڑی۔ قادیانیوں نے سپریم کورٹ سے نظر ثانی کی استدعاء کی۔ مولانا اس کی پیروی کے لئے پہنچے۔ لیکن اللہ کی شان قدرت کے قربان جائیں کہ کفر ہار کر دم توڑ گیا۔ مولانا کامیاب وکامران ہوئے۔ چنانچہ قادیانی سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی اپنی درخواست کی پیروی کا حوصلہ نہ کر پائے اور ان کی یہ درخواست بھی قادیانیوں کے اسلام سے خارج ہونے کی طرح سپریم کورٹ سے خارج ہوگئی۔ یوں مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سول عدالتوں سے لے کر سپریم کورٹ تک اور پاکستان سے جنوبی افریقہ تک کامیابی وکامرانی سے ہمکنار رہوئے۔

بیرون ملک قادیانیت کا تعاقب

حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب نے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی سوانح حیات لکھنے کے لئے آپ سے استدعاء کی۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا منظور احمد الحسینی، محترم عبدالرحمٰن یعقوب باوا بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ آپ ان کے ویزے کا بھی انتظام فرمائیں۔ دارالعلوم ہولکمب بری انگلینڈ میں آپ مہینہ بھر حضرت شیخ الحدیثؒ کی سوانح مرتب کرتے رہے اور آپ کے دونوں خدام برطانیہ بھر میں تبلیغ کرتے رہے۔ اس دوران آپ کو بھی بعض اجتماعات میں جانا پڑا۔ قادیانیوں سے یہاں ایک مناظرہ بھی ہوا۔ یوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے بعد تیسری آواز آپ کی تھی جو برطانیہ میں ختم نبوت کی رعد بن کر گونجی اور قادیانیوں کے لئے بجلی کی کڑک کا کام کرگئی۔ ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے بعد مرزا طاہر قادیانی برطانیہ گیا۔ آپ اس کے تعاقب میں برطانیہ تشریف لے گئے۔ ختم نبوت کانفرنس کی داغ بیل پڑی اور آج تک تسلسل کے ساتھ برطانیہ میں منعقد ہورہی ہے۔ آپ نے وہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر کے لئے سوچ بچار کیا۔ حضرت الامیر مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے اجازت ودعاء لے کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ کے شانہ بشانہ آپ نے متحدہ عرب امارات کا دورہ کیا اور اس مقصد کے لئے دبئی میں ایک ماہ کے لگ بھگ قیام کیا۔ پاکستان وافریقہ میں اہل خیر کو متوجہ کیا اور یوں ختم نبوت کا دفتر لندن میں قائم ہوگیا۔ جو آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔

کراچی دفتر ختم نبوت

کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی، نگرانی ورہنمائی آپ نے کی۔

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ کے بعد آپ مجلس کے نائب امیر بنے۔ آپ نے کراچی دفتر ختم نبوت وجامع مسجد باب الرحمت کی تعمیر کا کام اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کرایا۔ آپ کے رفقاء آپ کے متعین کردہ خطوط پر محنت کرتے رہے۔ یوں آپ کی شخصیت کی جامعیت سے اسلامیان کراچی نے لاکھوں کے صرفہ سے یہ عظیم الشان مسجد و دفتر بنا دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کراچی دفتر ختم نبوت میں بیٹھنے لگے تو اس سے دفتر کی رونق بڑھی اور پورے کراچی میں اسے مرکزیت نصیب ہوگئی۔ یہ سب کام آپ کی ذات گرامی سے قدرت نے لئے۔

رجال کار کی تیاری

آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے تعاقب کے لئے علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک نئی روح پھونکی، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، دارالمبلغین ختم نبوت ملتان اور رد قادیانیت کورس چناب نگر سے فارغ ہونے والے ہزاروں علماء وطلباء آپ کے شاگرد ہیں۔ بلاشبہ اس وقت پاکستان اور بیرونی دنیا میں ختم نبوت کے عنوان پر کام کرنے والی تمام نئی ٹیم بلاواسطہ یا بالواسطہ آپ کی شاگرد ہے۔ ان میں ایک ایک فرد ہزاروں قادیانیوں پر بھاری ہے۔ اکیلے مولانا منظور احمد الحسینی کو دیکھئے جن کی تمام تر تیاری آپ کی نظر کرم کی مرہون منت ہے۔ اس وقت پورے یورپ میں سرگرم عمل ہیں۔ ان کے وجود سے قادیانیت خائف ہے۔ یہ سب مولانا مرحوم کی باقیات الصالحات ہیں۔ مولانا مرحوم رد قادیانیت کے عنوان پر اتنی بڑی جماعت تیار کر گئے ہیں جو انشاء اللہ آئندہ نصف صدی تک قادیانیت کے تعاقب کے لئے کافی ہیں۔ اس وقت انٹرنیٹ پر تمام تر انگریزی مواد آپ کے قلم کا شاہکار ہے۔ آپ نے قادیانی عقائد اور نظریات کے خدوخال واضح کرنے کے لئے ’’تحفہ قادیانیت‘‘ کے نام پر چھ ضخیم جلدوں میں کتاب تحریر فرمائی اس کی ساتویں جلد زیر ترتیب ہے۔ آپ کی گراں قدر کتاب تحفہ قادیانیت کے کئی ابواب کا انگلش، عربی، سندھی، پشتو اور دیگر کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور ان میں سے کئی ابواب انٹرنیٹ پر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

غرض آپ کی ذات گرامی سے قدرت حق نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وہ کام لیا جس کی اس وقت پوری دنیا میں نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔ آپ تحریر وتقریر کے دھنی تھے اور اس وقت قادیانیت کے خلاف کام کرنے والی ٹیم میں آپ کی ذات گرامی کو اتھارٹی کا درجہ حاصل تھا۔

متعلقین جانتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم ایک مجاہد فی

سبیل اللہ بزرگ اور ممتاز دینی رہنما ہیں۔ آپ کی قیادت وسیادت پر اس وقت اہل علم متفق ومتحد ہیں۔ آپ بیان نہیں فرماتے، برطانیہ میں ایک موقع پر کسی نے عرض کیا۔ راقم الحروف بھی اس موقع پر موجود تھا کہ حضرت آپ تقریر نہیں فرماتے؟ آپ نے فی البدیہہ فرمایا کہ میری زبان مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ہیں۔ جس نے مجھے سننا ہے وہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی تحریر وتقریر سنے اور پڑھے، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ ۱۹۷۴ء کے اواخر سے لے کر تادم واپسیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت وسیادت فرماتے رہے۔ اس دوران عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے جو ترقی کی وہ آپ کی گراں قدر خدمات کے اعتراف کا ایک روشن باب ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شہیدؒ کو اعلیٰ مراتب سے نوازیں اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چل کر زندگی گزارنے کی توفیق بخشیں۔ بلاشبہ اس محاذ پر آپ سے قدرت حق نے وہ کام لیا جس پر آپ کی ذات کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ (بینات، شہیدؒ نمبر)

(۱۸) ...... امیرالہند حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ

(وفات ۶؍فروری ۲۰۰۶ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے جانشین، عرب وعجم کے علماء کے سرتاج، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن، ازھر الہند دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن رکین، عالم اسلام کی ممتاز دینی شخصیت، اسلامیان ہند کے بے تاج بادشاہ، بھارت کی پارلیمنٹ کے سابق رکن، بین الاقوامی سیاسی، سماجی، عوامی رہنما، جمعیت علمائے ہند کے صدر مرکزی، پیر طریقت، امیرالہند حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ ۶فروری ۲۰۰۶ء بروز پیر ۶ بجے شام نئی دہلی کے اپالو ہسپتال میں انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۰ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۰ انابفراقک یاشیخ المدنی لمحزونون!

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ہاں حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ آپ کے والد گرامی جمعیت علمائے ہند کے امیر، تحریک آزادی وطن کے ممتاز رہنما، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور ہندوپاک کے بہت بڑے شیخ طریقت تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے سلسلہ طریقت کے ممتاز پیر طریقت تھے۔ آپ کے ہندوپاک، بنگلہ دیش میں بیسیوں خلفاء تھے۔ آپ کے وصال کے بعد

آپ کے خلفاء‘ شاگردوں اور سیاسی رفقاء نے متفقہ طور پر حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کو آپ کا جانشین مقرر کیا۔ تقسیم ملک کے بعد بھارت میں رہ جانے والے کروڑوں مسلمان‘ لاکھوں علماء‘ ہزاروں مساجد و مدارس کا سہارا حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان سب کی نظریں حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی طرف اٹھیں۔ یہ بہت بڑا امتحان اور چیلنج تھا جسے حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے قبول کیا۔ نبھایا اور خوب نبھایا۔ جمعیت علمائے ہند کے پلیٹ فارم سے وہ عظیم اور گراں قدر خدمات سرانجام دیں کہ بھارت کے تمام علماء نے آپ کو امیر الہند قرار دیا۔ آپ کے وصال کے وقت پچاس ہزار دینی مدارس‘ ادارے وانجمنیں، پرائیویٹ سکول وکالج ومساجد آپ کی سرپرستی میں دینی ودنیاوی علوم کی ترویج‘ اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

بھارت کے سکولوں وکالجوں میں جب سرکاری طور پر ہندی زبان میں تعلیم جاری ہوئی تو اسلامیان ہند کی تمام علاقائی زبانوں اور اردو کی تعلیم کو پرائیویٹ طور پر اسلامیان ہند کے مذہبی وعلاقائی تشخص کو برقرار رکھنے کا آپ نے نظم قائم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامیان ہند کا ہر نوجوان اپنی علاقائی زبان اور اردو کا اسی طرح ماہر ہے جس طرح ہندی زبان کا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کا یہ کارنامہ اسلام اور اسلامیان ہند کی بقاء کا بہت بڑا ذریعہ قرار پایا۔ اس کے باعث آج بھارت کے مسلمانوں کی اکثریت دینی جذبہ‘ عقیدہ ومذہبی پختگی میں کسی بھی ملک کے مسلمان سے کم نہیں۔

’’سہوکار‘‘ سودی کاروبار سے مسلمانوں کو ایک بار قرضہ دے کر ہمیشہ کے لئے سودی چکر میں ایسا پھنسا دیتے کہ نسلوں کا نکلنا دشوار بلکہ بسا اوقات ناممکن ہو جاتا۔ قرقی جائیداد تک معاملہ پہنچ جاتا۔ غریب مسلمان دربدر کی ٹھوکریں کھاتا۔ یہ صورت حال جمعیت علمائے ہند کے لئے بہت پریشان کن تھی۔ آپ نے ملک بھر کے علماء‘ مسلمان تاجر‘ سیاسی ومذہبی مسلم شخصیات کو جمع کر کے مشاورت کی۔ طے پایا کہ جن متمول مسلمانوں کے پاس فالتو جتنی رقم ہے وہ بجائے بینکوں کے جمعیت علمائے ہند کی قائم کردہ اسلامی بینک میں جمع کرائیں۔ متمول مسلمان سود لینے سے بچ جائے گا۔ امانت کھاتہ سے غریب مسلمانوں کو کاروبار کے لئے جائیداد یا زیورات رہن رکھوا کر بغیر سود کے قرضے ملے گا۔ جو قسطوں میں ادا کرنا ہوگا۔ بھارت کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک‘ شہروں‘ قصبوں‘ دیہاتوں‘ قریہ قریہ‘ طوفانی دورے کر کے حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے جگہ جگہ اس نظام کو چلانے کے لئے کمیٹیاں قائم کیں۔ جو علماء‘ آئمہ‘ تاجر اور مذہبی لوگوں پر مشتمل ہوتیں۔ اس اسلامی بینک کاری کے ذریعہ بلاسودی قرضہ کی سکیم ایسے کامیاب ہوئی کہ اربوں روپیہ اس میں

جمع ہوکر کروڑوں مسلمانوں کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا ذریعہ بنا۔نظام اتنا صاف ستھرا اور حساب اتنا عمدہ کہ اس سے کسی کی امانت رقم سے ایک پائی ضائع نہ ہوئی۔ نہ کسی مقروض نے ایک قسط شارٹ کی۔ جس آدمی کو جس وقت اپنی امانت کی واپسی کا تقاضا ہوا بغیر کسی رکاوٹ کے وہ مل گئی۔لوگوں کا ایسا اعتماد قائم ہوا کہ پورا ملک عش عش کر اٹھا۔اس پورے نظام کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں شب وروز محنت' جانفشانی کے لئے اپنے آرام کو تج کرنا پڑا وہ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے کیا۔لیکن اسلامیان وطن کو سود کی لعنت اور سہوکاروں کے چنگل سے نکال کر کامیابی کے ساحل پر اتارا۔

آپ تین بار بھارت کی قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ بھارت کے مسلمانوں کے لئے مسلم پرسنل لاء منظور کرایا۔جگہ جگہ ''مسلم پرسنل لاء بورڈ'' قائم کئے۔یوں اسلامیان ہند کے مذہبی پرسنل حقوق کے تحفظ کا اہتمام کیا کہ اس پر آپ کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔آپ کی بالغ نظری کا اندازہ کیجئے کہ تمام بورڈوں میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کو نمائندگی دینے کی پالیسی اپنائی۔تاکہ کہیں باہمی مسلمانوں کے فقہی اختلاف سے کوئی رخنہ نہ پڑ سکے۔اس طرح عیدین' رمضان شریف کے لئے ہلال کمیٹیاں قائم کیں۔غرض ایک سیکولر ملک میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے جہاں جس اقدام کی ضرورت تھی اسے احسن انداز میں پورا کر کے اسلامیان وطن کو احساس محرومی سے نجات دلا کر ایک آبرومند سوسائٹی کی طرح قومی دھارے میں لا کھڑا کیا۔آپ کا ایک ایک کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور یہ موضوع اتنا وسیع ہے کہ اس پر مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔

بلاشبہ ہندوستان کی دیگر اقوام کی طرح مسلم قوم بھی آزادی وطن کی تحریک میں پیش پیش تھی۔ ہمارے ہاں آزادی وطن کے رہنماؤں کو سیاسی یا انتظامی اختلاف رائے کے باعث ملک بننے کے بعد مطعون کیا گیا۔ان پر طعن وتشنیع کے تیر برسائے گئے۔قدر کیا کرنی تھی،انہیں نشانہ بنایا گیا۔لیکن بھارت میں رہ جانے والے آزادی وطن کے ہیرو مسلم رہنماؤں نے ہند کی مسلمان قوم کو باعزت وباوقار مقام دلانے کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔آزادی وطن کی قربانی وایثار کے ثمرات کو بارآور بنانے کے لئے جہاں اور مسلمان رہنماؤں نے بھرپور محنت کی وہاں حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی خدمات بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کو اللہ رب العزت نے دردمند دل نصیب کیا تھا۔ جہاں مسلمانوں کی جس پریشانی کو دیکھتے اسے حل کرانے کے لئے سینہ سپر ہوجاتے۔ہمارے ملک

میں شیعہ سنی یا دیگر لسانی وعمرانی پیچیدگیاں نت نئے فسادات کو جنم دیتی ہیں۔ مسلم اقلیت والے ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کے مسائل اور زیادہ پیچیدہ ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ہند میں بھی ہندو مسلم فسادات ہوتے ہیں۔ ہوشربا ہوتے ہیں۔ وہاں کی اکثریت کے بعض جنونی رہنما مسلمانوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو ان فسادات سے بچانا یا فسادات کا شکار ہو جانے والے مسلمانوں کو سہارا دینا۔ ان علاقوں کا دورہ کر کے مسلمان قوم کو حوصلہ دینا آپ پر ختم تھا۔ خود فسادات کی بھٹی میں کود کر مسلمان قوم کو گرداب سے نکالنا اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ انہی عظیم خدمات کے باعث قوم کی آنکھوں کا آپ تارا تھے۔

مسلمان اکثریت تقسیم کے بعد پاکستان منتقل ہوئی۔ ہزاروں مساجد و مدارس مسلمانوں کے اس علاقہ میں نہ ہونے سے ویران ہوئے۔ بلاشبہ آج بھی بہت سی مساجد زبوں حال اور نوحہ کناں ہیں۔ مسلمانوں کو شدھی بنانے کے لئے تحریکوں پر تحریکیں اٹھائی گئیں۔ لیکن قریہ قریہ پھر کر مسلمانوں کو ارتداد سے بچانا بہت ساری مساجد کی حیثیت کو بحال کرنا' انہیں آباد کرنا اور اس کام کو تحریکی انداز میں آگے بڑھانا جمعیت علمائے ہند کا کارنامہ ہے اور اس ساری جدوجہد میں نمایاں مقام حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کو حاصل تھا۔

قادیانی تحریک کو انگریز نے ہندوستان میں جنم دیا۔ بلاشبہ مسلمان قوم کے لئے قادیانی فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ قادیانیوں کا قادیان بھارتی پنجاب ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ قادیانی قیادت نے پاکستان میں اپنا مرکز بنایا۔ چناب نگر (سابقہ ربوہ) کی پاکستان میں وہی حیثیت ہے جو عرب مسلمانوں کے لئے اسرائیل کی۔ آج بھی اسرائیل و مرزائیل تعلقات مسلم دشمنی کے یک نکاتی ایجنڈا پر قائم ودائم ہیں۔ تقسیم سے قبل ہندوستان کے علماء ومشائخ اور تمام مکاتب فکر کی دینی قیادت نے انگریز کے عہد اقتدار میں انگریز اور اس کی معنوی اولاد قادیانیوں کے خلاف بند باندھا۔ قادیانی ارتدادی ٹولہ کے پاکستان میں مرکز قائم ہونے کے باعث ہندوستان میں قادیانی فتنہ کا وہ زور نہ رہا۔ بین الاقوامی حالات اور استعماری طاقتوں کے بل بوتے' ماضی قریب کی پچھلی دو دہائیوں میں استعماری وفرنگی ٹولہ قادیانیوں نے بھارت میں پر پرزے نکالے تو حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ اس محاذ پر بھی اکابر کی روایات کے امین بن کر میدان عمل میں آئے۔ بھارت میں دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کی۔ دارالعلوم میں مرکزی دفتر قائم کر دیا۔ اس کی باضابطہ تشکیل ہوئی۔ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم دیوبند' کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مقرر ہوئے۔ دارالعلوم کے استاذ الحدیث وناظم حضرت مولانا قاری

سید محمد عثمان منصور پوری کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ قرار پائے۔ ہندوستان بھر میں جہاں جہاں قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا وہاں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخیں قائم کیں۔ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کے لئے تخصص فی الختم نبوت کا شعبہ قائم کیا۔ ردقادیانیت کے جگہ جگہ پندرہ روزہ' دس روزہ کیمپ لگا کر کورس رکھے۔ دیوبند اور دہلی میں مختلف سالوں میں عالمی سطح پر ختم نبوت کانفرنس کرائیں۔ ردقادیانیت پر مشتمل نئی و پرانی کتب کو چھاپ کر پورے ہندوستان میں قادیانی فتنہ کو ایسی نکیل ڈالی کہ قادیانیت کے مست ہاتھی کا دماغ ٹھکانے آ گیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان سے شائع ہونے والی کئی کتابیں بھارت میں شائع ہوئیں۔ آج گو حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ موجود نہیں۔ لیکن ان کا قائم کردہ نظم ہندوستان کے مسلمانوں کے ایمان کو بچانے کے لئے مضبوط فصیل کا کام دے رہا ہے۔

ہندوستان کا مسلمان بالخصوص گجرات کے مسلمان باہر کے ملکوں افریقہ' امریکہ' مغربی ممالک میں جا کر آباد ہوئے۔ ڈر تھا کہ یہ مسلمان وہاں جا کر اپنے مسلم تشخص سے محروم نہ ہو جائیں۔ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ تبلیغی جماعت والے اور حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے ان ممالک پر نظر رکھی۔ سالانہ دورے کئے۔ ایک ایک دن میں بیسیوں شہروں کے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان و اسلام کے تشخص کو بچایا۔ ان کی رہنمائی کی۔ صرف برطانیہ کی مثال لیجئے کہ آج برطانیہ میں گجرات کے مسلمانوں کی ہر مسجد میں مکتب ہے۔ اپنے سکول و کالج ہیں۔ اپنے مدارس ہیں۔ اپنا نصاب ہے۔ گورنمنٹ کے نصاب کے ساتھ ساتھ حفظ و ناظرہ' انگریزی' اردو' گجراتی زبانوں میں دینی تعلیم کا نظام ہے۔ ہزاروں حافظ و حافظات سینکڑوں علماء و عالمات ہیں۔ برطانیہ میں پاکستانی کمیونٹی سے کہیں زیادہ ہندوستانی کمیونٹی کے اس دینی نظام تعلیم کو دیکھ کر حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ ایسی دینی قیادت کی بیدار مغزی کو سلام کئے بغیر چارہ نہیں۔ برطانیہ میں جمعیت علمائے برطانیہ ایک متحرک دینی طاقت ہے۔ ہر چند کہ اس میں پاکستانی علماء کی اکثریت ہے۔ ان کا کام بھی خاصہ مسحور کن ہے۔ وہاں بھارت و پاکستان سے تعلق رکھنے والی کمیونٹی دینی مسائل میں یک دل و جان ہے۔ لیکن اس امر کا اعتراف حقیقت کا اعتراف ہوگا کہ دینی مدارس و مساجد مکاتب کی اکثریت گجرات کے مسلمانوں کی ہے۔ اس میں حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی خدمات کا بہت بڑا حصہ ہے۔ امریکہ' افریقہ' ہر جگہ کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ سال میں ایک بار دو سے چار ماہ تک حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ ان براعظموں کا دورہ رکھتے اور ایک طوفان کی طرح دن رات ایک کر کے پورے ملک کے کونہ کونہ میں پہنچتے۔ ایک دن میں کئی باضابطہ مرتب

شدہ نقشے اور نظام کے تحت دورہ کرتے۔ آپ کے ان تبلیغی دوروں سے وہاں دین کی بہار کی کیفیت پیدا ہوجاتی۔ بیعت، ذکر، مراقبہ، بیان، مجلس، دعوت، ملاقات، ان مصروفیتوں کو دیکھ کر اندازہ کیا جانا مشکل نہ ہوگا کہ حضرت مولانا مرحوم ایک مردآہن تھے۔ اگر کسی کے ہاں آدھ گھنٹہ وقت عنایت کیا تو اکتیس منٹ ہونے سے پہلے کھڑے ہوجاتے۔ چاہے میزبان جتنا چلائے۔ مگر آپ پرواہ نہ کرتے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ تھوڑے وقت میں بہت سارے لوگوں کو فیضیاب کردینے میں آسانی ہوجاتی۔

قادیانی لاٹ پادری مرزا طاہر آنجہانی نے ۱۹۸۴ء میں مجرمانہ فرار اختیار کرکے برطانیہ کو آماجگاہ بنایا۔ قادیانی گروہ کی مرکزیت چناب نگر سے برطانیہ تبدیلی ہوگئی۔ تب ۱۹۸۵ء میں برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی۔ پہلی کانفرنس سے گزشتہ سے پیوستہ سال کی کانفرنس تک برابر ہر کانفرنس میں آپ نہ صرف شریک رہے۔ بلکہ کانفرنس کے منتظمین کو اپنی دعاؤں اور سرپرستی سے سرفراز فرمایا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم، نائب امیر مرکزیہ حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کا باہمی احترام کا رشتہ قابل رشک تھا۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں، خانقاہ سید احمد شہید لاہور میں پاکستان تشریف آوری کے موقعہ پر ضرور تشریف لاتے۔ ناممکن تھا کہ پاکستان تشریف لائیں اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان تشریف نہ لائیں۔ چناب نگر کی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لاتے۔ ایک بار جمعہ کی امامت بھی فرمائی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر کے لئے ایک بار عصر سے رات گئے تک ٹائم عنایت فرمایا۔ مغرب کے بعد جلسہ سے خطاب کیا۔ ملتان، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان سے علماء مندوبین اس کانفرنس میں آپ کا بیان سننے کے لئے تشریف لائے۔ سیرت النبی ﷺ پر خطاب فرمایا۔ آپ ﷺ کے بچپن سے وصال تک کے اہم اہم منتخب واقعات کو اس ترتیب و تسلسل سے بیان فرمایا کہ سماں بندھ گیا۔ اس موقعہ پر عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ دوران بیان بجلی چلی گئی۔ آپ کے بیان میں رکاوٹ، تسلسل میں کمی یا آواز میں کوئی اتار چڑھاؤ نہیں ہوا۔ تذکرہ بھی نہیں فرمایا کہ بجلی چلی گئی۔ جس طرح بیان ہورہا تھا ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد بجلی آ گئی۔ تب بھی آنے کا تذکرہ نہیں کیا۔ کروٹ نہیں بدلی۔ اشارہ نہیں کیا۔ غرض بجلی کے آنے جانے کا ان پر مچھر کے برابر اثر نہیں ہوا۔ پاکستانی خطیب ہوتا تو آسمان سر پر اٹھالیتا۔ کہرام قائم کردیتا۔ منتظمین کو کوستا۔ مگر

آپ اتنے پاورفل تھے کہ بجلی کا آنا جانا ذرہ برابر ان کی طبیعت پر اثر انداز نہ ہوسکا۔ ہزاروں کا اجتماع‘ لوگ مصافحہ کے لئے مصر ہوئے۔ معذرت کر کے وقت بچالیا۔ بیسیوں شیوخ حدیث وعلماء آپ سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔ جلسہ کے بعد کھانا بھی تھا۔ بیعت کے لئے درخواست کی۔ فرمایا کہ پاکستان کے مشائخ سے بیعت ہوں۔ وقت نہیں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت نسبت قائم ہوجائے گی۔ چونکہ اس دن کا آخری پروگرام تھا اور کہیں نہ جانا تھا۔ صرف آرام کرنا تھا۔ مان گئے۔ جس مہمان خانہ میں آپ قیام پذیر تھے وہاں کھانے کے لئے مہمان علماء جمع تھے۔ بیعت کرنے والوں کے لئے قطعاً گنجائش نہ تھی۔ ہم ابھی سوچ رہے تھے کہ کہاں بٹھائیں۔ دفتر کے کمرہ میں بلاتکلف فرش پر بیٹھ گئے۔ بیعت کے خواہش مند علماء ومشائخ سے کمرہ بھر گیا۔ دروازہ بند کرادیا اور بیعت کے فوائد‘ ضرورت اور اہمیت پر گفتگو شروع ہوگئی۔ ہم نے اس فرصت سے فائدہ اٹھایا۔ دستر خوان لگایا۔ مہمانوں کی ترتیب قائم کی۔ برتن رکھے۔ کھانا رکھنا چاہتے تھے کہ آپ کے مسترشد حضرت مولانا مظہر شاہ اسعدی نے فرمایا کہ ابھی کھانا نہ رکھیں۔ بیعت پر پون گھنٹہ لگے گا۔ ہم پاکستان کی خانقاہوں کی بیعت کے طریقہ سے آشنا تھے کہ دس پندرہ منٹ میں یہ عمل مکمل ہوجاتا ہے۔ پون گھنٹہ کیسے؟۔ تب منکشف ہوا کہ ایک آدمی ہو یا ہزار۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کم ازکم پون گھنٹہ بیعت پر لگاتے ہیں۔ پہلے بیعت کے آداب‘ معمولات‘ وظائف وتلقین پر گفتگو کر کے پھر بیعت کرتے ہیں اور اس پر اتنا ٹائم لگ ہی جاتا ہے۔

آج معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک کی درخواست پر فوری بیعت کے لئے کیوں آمادہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اکثر انکار فرمادیتے تھے۔ بیعت سے قبل اعلان فرماتے کہ اگر کوئی پہلے سے کسی شیخ سے بیعت ہے اور وہ شیخ زندہ ہیں تو وہ اپنے شیخ سے رابطہ رکھیں۔ غرض مریدوں کی بھیڑ کی بجائے جن کی بیعت کرتے۔ گویا ان کی اصلاح کی ذمہ داری قبول کرتے۔ اس احتیاط کے باوجود بلامبالغہ لاکھوں افراد ہوں گے جو اقصائے عالم میں آپ سے بیعت ہوں گے۔ آپ سے خانقاہی آبرو وابستہ تھی۔ ورنہ نمائشی لوگ تو ہر بیان کے بعد اعلان کرتے اور کراتے ہیں کہ بیعت کرنے والے آگے آجائیں۔ کوئی نہ آئے تو پہلے سے بیعت شدہ مرید کو بٹھا کر عمل شروع کردیتے ہیں کہ دیکھا دیکھی کوئی اور شاید عمل میں شامل ہوجائے۔ دیکھئے اصل ونقل میں کس طرح زمین وآسمان کا فرق موجود ہے۔

اسی سفر میں عصر کے بعد علماء کے ساتھ چائے پر آپ کی ملاقات کے لئے لائبریری میں اہتمام کیا گیا۔ بیٹھتے ہی فرمایا کہ مولانا! عیسائیت ورد عیسائیت کی لائبریری میں موجود کتب کی

فہرست لائیں۔ دونوں رجسٹر سامنے رکھے۔ ان پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ ان کی فوٹو کاپی چاہئے۔ عرض کیا بھجوادیں گے۔ خیال کیا کہ کئی صفحات کا بنڈل آپ کے لئے زحمت کا باعث نہ ہو۔ فوراً فرمایا کہ ابھی دینے میں کیا اشکال ہے؟۔ عرض کیا کہ ابھی پیش کرتے ہیں۔ فوٹو کرانے کے لئے ساتھی کو بھیجا تو مسکرائے اور فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند میں جہاں ردقادیانیت پر سپلائزیشن کرائی جاتی ہے اب این جی اوز کی آڑ میں مسیحی مشنریاں بھارت میں بھی سرگرم عمل ہوگئی ہیں۔ ردعیسائیت پر بھی علماء کی تیاری کے لئے شعبہ قائم کئے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ دارالعلوم کے حضرات کو پاکستان میں ردعیسائیت پر چھپنی والی کتب کی فہرست درکار تھی تو دفتر ختم نبوت ملتان سے فہرست لانے کا ان حضرات نے فرمایا تھا۔ تاکہ اس فہرست کا دارالعلوم کی فہرست سے موازنہ کر کے جو کتب موجود نہ ہوں ان کو منگوانے کا اہتمام کیا جاسکے۔ اس لئے اس فہرست کو لے جانا ضروری ہے۔ فرمایا کہ ہر بات کو سمجھانے کے لئے اتنی وضاحت کرنی پڑے تو پھر میں کام کر پایا؟۔ عرض کی کہ آپ کی اتنی وضاحت سے تو ہمارے لئے خوش کن انکشاف اور نئی خبر مل گئی۔ مسکرائے کہ بس اپنا دل خوش کرتے رہو، کام نہ کرنا۔ کیا پاکستان کے کسی جامعہ میں ردعیسائیت پر سپلائزیشن ہوتی ہے؟۔ ہماری خاموشی پر فرمایا کہ سمجھ گیا۔ باتیں کرنے اور کام کرنے میں بہت فرق ہے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ مجلس کی ردقادیانیت پر نئی چھپنے والی تمام کتب کے دو دو سیٹ لائیں۔ اب ہم پر قیل وقال کی فضولیت منکشف ہوگئی تھی۔ فوراً کتابیں لاکر پیش کردیں جن کا وزن کم ازکم بیس کلو کے برابر تھا۔ فرمایا انہیں پیک کردو۔ پیک کردیں۔ اب ہم قیل وقال سے اپنی روایتی لیپاپوتی پر اتر آئے کہ حضرت لاہور یا جہاں فرمائیں کل تک پہنچ جائیں گی۔ وہاں سے صاحبزادہ مولانا سید محمود میاں یا سید رشید میاں آپ کے ہاں بھجوادیں گے۔ اتنا وزن آپ کے لئے ساتھ لے جانا تو مشکل ہوگا۔ فرمایا کہ ہمدردی کا شکریہ۔ واقعی مسافر بوڑھے کے لئے یہ بہت مشکل ہے۔ لیکن دوسرا سامان یہاں چھوڑا جاسکتا ہے لیکن کتابوں کو تو ساتھ لے جانے کا اپنا ہی لطف ہے۔ اس لئے ان کو ابھی میری گاڑی میں رکھوادیں۔ اس سے آپ کے قلم وکتاب سے عشق کو سمجھا جاسکتا ہے۔

کل پاکستان جمعیت علمائے اسلام نے پشاور میں دارالعلوم دیوبند کانفرنس کا اہتمام کیا۔ دیوبند سے بھاری بھرکم وفد نے اس میں شرکت کی۔ دارالعلوم کی اتنی بڑی قیادت کی اسلامیان پاکستان نے زیارت کی۔ موقعہ زیارت مہیا کرنے کا سامان حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے کر کے ہموطنوں پر احسان کیا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ بھی تشریف لائے۔ آخری روز آخری سے پہلا بیان آپ کا تھا۔ جو وقت اختتامی دعا کے لئے طے تھا وہ قریب ہوگیا۔ آپ کا

اعلان کیا گیا۔ آپ نے ایمان پرور انداز میں خطبہ مسنونہ پڑھا۔ لاکھوں سامعین پر وجد آفریں کیفیت طاری ہوگئی۔ خطاب چند جملوں میں مکمل کیا۔ وقت کی تنگی کا عذر کر کے بیٹھ گئے۔ حاضرین زیارت ومختصر بیان سے تو ضرور مستفید ہوئے۔ لیکن تشنگی دور نہ ہوئی۔ بایں ہمہ لاکھوں کے سامنے بیان کرنے کی بجائے وقت کی پابندی کا وہ نمونہ قائم فرمایا کہ سبحان اللہ!

اپنے محبوب رہنما کی حکایت لذیذ کی طوالت کی معافی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، برما، آسام، مالدیپ، نیپال، عرب امارات، سعودیہ، امریکا، افریقہ، کینیڈا، یورپ، فجی آئی لینڈ، انڈونیشیا، غرض پوری دنیا کے مسلمانوں کے آپ قابل احترام رہنما تھے۔ ہر جگہ ابنائے دارالعلوم دیگر رہنماؤں کی طرح آپ کا دلی احترام کرتے تھے۔ آپ بھارت کے رہائشی تھے۔ ہر ملک کے ساتھ دوسرے ملک کی پالیسی یکساں نہیں ہوتی۔ اس لئے جہاں کہیں تشریف لے گئے اس ملک کے سیاسی مسائل پر ایک لفظ تک نہیں کہتے تھے۔ پاکستان اور بھارت کو لے لیں۔ دونوں ممالک کی کسی زمانہ اور کسی حد تک اب بھی پالیسی مختلف ہے۔ جو امر پاکستانیوں کے لئے اہم ہے، انڈیا کے لئے وہ غیر اہم ہے۔ دونوں ملکوں کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں۔ کشمیر کے مسئلہ کو لے لیں۔ دونوں ممالک کی اپنی اپنی پالیسی ہے۔ اگر کوئی بات پاکستان میں یہاں کے مسلمانوں کی ترجیحات کو سامنے رکھ کر فرماتے تو آپ کے پہنچنے سے قبل بھارت میں ہندو مسلم فسادات شروع ہو جاتا۔ وہاں کی ترجیحات کے مطابق یہاں بات فرماتے تو جانے سے قبل پاکستان میں طوفان قائم ہو جاتا۔ اس ایک مثال سے پوری دنیا کے مسلمانوں کی ترجیحات کو سامنے رکھیں تو آپ کی بالغ نظری کی داد دینی پڑتی ہے کہ بیرون بھارت کہیں بھی کسی سیاسی مسئلہ کو ٹچ نہ کرتے۔ صرف ہر ملک کے مسلمانوں کی دینی رہنمائی فرماتے اور بس۔ یہی وجہ ہے کہ بیرون بھارت قطعاً اخبارات کے نمائندوں سے ملاقات نہ کرتے۔ تاکہ اخباری صنعت کو بات کا بتنگڑ بنانے کا موقعہ ہی نہ مل سکے۔ کوئی نمائندہ آ ہی گیا تو علیک سلیک کے بعد نپے تلے چند جملوں کے تبادلہ کے بعد اسے فارغ فرما دیتے۔

لیکن ہمارے خطہ کا اپنا مزاج ہے۔ یہاں ایک جہادی رہنما کو دارالعلوم دیوبند کانفرنس پشاور میں اس کی خواہش کے مطابق پروٹوکول نہ ملنا تھا نہ مل سکا۔ خیر سے اس قبیلہ کی اکثریت ایجنسیوں کی مرہون منت ہے۔ اس بونے رہنما نے اخباری صنعت کے ایک ایسے موقعہ کے متلاشی قلمکار کو گانٹھا۔ آپ کے خلاف مضمون چھپ گیا جو حقائق کا قتل عام اور خلاف واقعہ الزامات کا طور مار تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں ایک لفظ نہیں فرمایا۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی

سنت پر عمل کیا۔ لیکن آپ کے صبر کا اس خودساختہ جہادی رہنما پر بعد میں یہ اثر ہوا کہ خود اپنی سرزمین پر سر اٹھا کر چلنے کا حالات نے نہ رہنے دیا۔ اب تک ’’کس نمے پرسد از من کہ بھیا کون ہو‘‘ کا مصداق ہے۔ من عادلی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب ! کی زندہ عملی تصویر اسلامیان وطن کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

ہاں! پوری دنیا کے مسلمانوں کے عقائد و دینی تشخص کو برقرار رکھنے‘ ان کا احترام بڑھانے میں آپ ہر جگہ نہ صرف کوشاں رہے۔ بلکہ خون جگر سے ایسا کرنے میں تامل نہیں فرمایا اور اس میں کسی بھی مصلحت کو آڑے نہیں آنے دیا۔ جمعیت علمائے اسلام کے اختلاف سے آپ کا دل ٹوٹا۔ طرفین کو سمجھایا۔ لیکن معاملہ کی تہہ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ اپنی بھرپور محبت سے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن کو سرفراز کیا۔ لیکن احترام و تعلق دوسرے حضرات سے بھی قائم رہا۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعیدؒ حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن‘ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کو حوصلہ دینے میں آپ نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا درخشندہ باب ہے۔ مثلاً جہاں کہیں فسادات ہوئے دیگر جماعتیں مشورہ کر کے پروگرام بنا رہی ہوتیں۔ لیکن آپ اتنی جلدی صحیح فیصلہ کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے کہ اس پر سب ششدر رہ جاتے۔ پریشانی وزبوں حالی میں مسلمانوں کی مدد کے لئے سب سے پہلے پہنچنے والے قومی رہنما آپ ہوتے۔ آپ نے جمعیت علمائے ہند کو سماجی‘ تعلیمی‘ رفاہی اور قومی جماعت بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے تاسیسی اراکین میں شامل تھے۔ گزشتہ سے پیوستہ سال غسل کعبہ کی سرکاری تقریب میں آپ کو مدعو کیا گیا اور اس سعادت سے آپ بہرہ ور ہوئے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کا قد متوسط‘ متبسم نورانی چہرہ‘ عقابی نظریں‘ کھلی پیشانی‘ سیڈول جسم‘ سادہ کھدر کا کرتا‘ متناسب اونچی شلوار‘ سر پر اکثر سبز کبھی سرخ عربی رومال باندھتے‘ چال میں وقار کے ساتھ ساتھ پھرتی اور تیزی‘ بات اتنی صاف اور آسان کہ ہر ایک کو سمجھ آ جائے‘ بات کرتے تو لبوں سے موتیوں کی برکھا شروع ہو جاتی‘ تہجد‘ اشراق‘ اوابین‘ تلاوت‘ سفر ہو یا حضر ناغہ ناممکن ہوتا۔ زہد و غنا کے کوہ ہمالیہ‘ اوصاف حمیدہ سے قدرت نے فیاضی سے آپ کو حصہ نصیب فرمایا۔ اپنے تقویٰ‘ پرہیزگاری‘ علم و فضل کے باعث لاکھوں مسلمان آپ سے ٹوٹ کر محبت کرتے بلکہ عشق کرتے۔ واقعی محبوبیت ہو تو ایسی کہ جس کا سوکنوں کو بھی اعتراف ہو۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کیا گئے۔ لاکھوں دلوں کی دنیا سونی ہوگئی۔ دل بجھ گئے:

دل گلستان تھا تو آنکھوں سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا عالم بیاباں ہوگیا

دل کی تکلیف وشوگر نے عرصہ سے آپ سے محبت شروع کررکھی تھی۔ مگر معمولات جاری رہے۔ اس سال رمضان المبارک خیرخیریت سے گزرا۔ معمولات جاری رہے۔ عید کے قریب الیکٹرانک وہیل چیئر الٹنے سے چوٹ لگ گئی۔ تین ماہ دہلی کے معروف اپالو ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ وقت موعود آن پہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے آخرت کو سدھار گئے۔ ان کے دل بے قرار کو قرار آ گیا۔ ’’نم کنومة العروس‘‘ کا مصداق ہوگئے!

۶ فروری کو انتقال ہوا۔ ۷ فروری کو دارالعلوم میں لاکھوں عوام نے جنازہ میں شرکت کی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے خانقاہ رائے پور‘ مظاہر العلوم سہارنپور اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے جو محبانہ تعلقات تھے آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے ان کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ آگے بڑھایا۔ آخری وقت بھی اس کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آیا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے جانشین کا جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے جانشین نے پڑھایا۔ اللہ رب العزت بہت ہی جزائے خیر دیں حضرت مولانا فضل الرحمٰن کو کہ علماء کی ایک جماعت کو لے کر جنازہ میں شریک ہوئے اور یوں اسلامیان پاکستان کا‘ خانوادۂ حضرت مدنیؒ سے تعلق کا فرض کفایہ ادا ہوگیا۔ دارالعلوم دیوبند کے ہزاروں علماء‘ مشائخ اور اولیاء کا مسکن قبرستان قاسمی میں داخل خلد بریں ہوئے۔ رفتید و لے نہ از دل ما! (لولاک صفر ۱۴۲۷ھ)

(۱۹) ...... حضرت مولانا غلام سرورؒ کا سانحہ ارتحال

(وفات ۱۶؍اپریل ۲۰۰۶ء)

حضرت مولانا غلام سرورؒ امیر جمعیت علمائے اسلام ضلع مظفرگڑھ، کندیاں شریف کے قریب ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ۱۶؍اپریل ۲۰۰۶ء کو انتقال فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا غلام سرورؒ جرأت مند‘ بہادر اور درویش منش عالم دین تھے۔ دینی غیرت وحمیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء‘ تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء‘ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء اور پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کی تحریک ۲۰۰۵ء میں اپنے ضلع میں قائدانہ کردار ادا کیا۔

ستاری گو پانگ نے گزشتہ دنوں گستاخی رسالت ﷺ کا ارتکاب کیا تو اس کے خلاف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرشید سیال نے کیس کیا۔ پولیس چالان مکمل نہیں کررہی تھی جس وجہ سے ۱۵/اپریل ۲۰۰۶ء کو پرمٹ میں احتجاجی جلسہ رکھا گیا۔ ایک وفد ڈی پی او کو ملا۔ اس میں حضرت مولانا غلام سرورؒ پیش پیش تھے۔ چنانچہ ڈی پی او مظفرگڑھ نے بتلایا کہ کیس کا چالان مکمل کر کے عدالت کو بھجوادیا گیا ہے۔ چالان کی نقل کا مرحلہ تھا۔ مرحوم صبح آٹھ بجے سے رات بارہ بجے تک مصروف رہے۔ ظہر کے وقت احتجاجی جلسہ میں شرکت کی اور خطاب بھی کیا۔ یہ حضرت مولانا غلام سرورؒ سے آخری ملاقات تھی۔ اگلے دن حادثہ ہوا۔ ہنستا مسکراتا چہرہ منوں مٹی کے نیچے چلا گیا۔ اللہ پاک ان کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور حضرت مولانا غلام سرورؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین! (لولاک ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ)

(۲۰) ...... آہ! حضرت مولانا احمد یار صاحبؒ

(وفات ۲/جولائی ۲۰۰۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وہاڑی کے راہنما حضرت مولانا احمد یارؒ بروز اتوار ۵/جمادی الثانی ۱۴۲۷ ہجری ۲/جولائی ۲۰۰۶ء کو انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا مرحوم ایک جید عالم، دردمند دل رکھنے والے انسان تھے۔ ایک عرصہ تک جامع مسجد غوث والی کی خطیب رہے۔ اس دوران قادیانیت کا بھرپور تعاقب جاری رکھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں وہاڑی میں قائدانہ کردار ادا کیا اور قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ بعد ازاں سپاہ صحابہؓ میں چلے گئے اور عظمت صحابہؓ کے تحفظ کے لئے جرأت مندانہ کردار کے حامل رہے۔ ایک عرصہ سے فالج کے مریض چلے آرہے تھے۔ وہاڑی میں اہل حق کی پہچان تھے۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں کسی ملامت کی پرواہ کئے بغیر مصروف رہے۔

جامعہ اشرفیہ کے نام سے وہاڑی میں مدرسہ قائم کیا۔ جو ان کے چھوٹے بھائی مولانا گل محمد چلا رہے ہیں۔ بیماری کے دوران ان کے بیٹوں نے ان کی خدمت میں بھرپور کوششیں کیں۔ بایں ہمہ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق دوا وعلاج کارگر ثابت نہ ہوئے۔ تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا اور حضرت مولانا مرحوم نے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

حضرت مولانا احمد یار مرحوم کی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم

اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں مسلمان شامل ہوئے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ پروردگار عالم حضرت مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور ادارہ لولاک ان کی ورثا کے غم میں برابر کا شریک ہے اوران کی مغفرت کے لئے دعا گو ہے۔ (لولاک رجب المرجب ۱۴۲۷ھ)

(۲۱) ...... آہ! جناب صاحبزادہ طارق محمودؒ!

(وفات ۱۲؍ستمبر ۲۰۰۶ء)

جامع مسجد محمود ریلوے کالونی فیصل آباد کے خطیب' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن' ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کے ایڈیٹر' بنات الاسلام ہائی اسکول کے مینجنگ ڈائریکٹر' صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ ۱۲/ستمبر ۲۰۰۶ء بروز منگل سہ پہر دل کا عارضہ پیش آنے سے انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ ۱۹۴۸ء میں مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے' چار بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد کے قائم کردہ طارق مسلم اسکول ۱۳/ جناح کالونی فیصل آباد میں حاصل کی۔ امین پور بازار سے باہر ایم بی ہائی اسکول سے میٹرک اور گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے بی اے کیا' کالج کے زمانہ میں طلباء کی یونین کے گروپ لیڈر رہے اور کالج میں تقریری مقابلہ میں حصہ لیتے رہے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد کپڑا سازی کی صنعت ''لومیں'' لگائیں' ہمارے ملک بھر میں بھیڑ چال ہے ''لوموں'' کی صنعت کامیاب دیکھ کر اداکاروں سے لے کر خطباء تک سب نے ''لومیں'' لگائیں' بھٹو صاحب کے عہد اقتدار میں اس صنعت پر بحران آیا تو اسے چھوڑ کر جامعہ کلاتھ مارکیٹ میں ہول سیل کپڑے کی دکان کھول لی اور اپنے والد گرامی کی وفات ۱۹۸۴ء تک اس سے وابستہ رہے۔

تعلیم کے بعد رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے' موضع میلم ہری پور ہزارہ سے اپنے عزیزوں کے ہاں شادی ہوئی' بہت دھوم دھام سے شادی کی' آغا شورش کاشمیریؒ نے آپ کی شادی پر سہرا لکھا' شادی میں ہر طبقہ کے سینکڑوں مہمانوں کو مولانا تاج محمود صاحبؒ نے بلایا' اس موقع پر کمشنر فیصل آباد نے فیصل آباد کریسنٹ ملز کے مالک سے کہا کہ مولانا تاج محمود

صاحبؒ نے شادی کا اتنا عمدہ و اعلیٰ اہتمام کر کے ثابت کر دیا ہے کہ علماء کو صرف کھانا نہیں بلکہ کھلانا بھی آتا ہے۔

صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں اور تین بیٹیوں کا باپ بنایا' صاحبزادہ صاحبؒ نے جب اس دنیا میں آنکھ کھولی تو فیصل آباد میں مولانا حافظ عبدالمجیدؒ نابینا بی اے فاضل دیوبند' مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید مولانا محمد یونسؒ امروہی' مولانا حکیم عبدالرحیمؒ اشرف' مولانا محمد صدّیقؒ شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد' مولانا محمد انوریؒ مولانا عبدالرحمٰنؒ فاضل دیوبند' مولانا مفتی زین العابدینؒ فاضل ڈابھیل' مولانا محمد ضیاءؒ القاسمی' مولانا صاحبزادہ فضل رسول' مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ مولانا محمد اسماعیل گوجروی' مولانا عبیداللہؒ احرار ایسے بیسیوں علماء' فضلاء' خطباء سے فیصل آباد کے در و دیوار روشن تھے۔ اس وقت ملک میں حضرت امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ' مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ مولانا سیّد عطاء المنعم بخاریؒ مولانا محمد شریف جالندھریؒ مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ مولانا صاحبزادہ فیض الحسنؒ آغا شورش کاشمیریؒ مولانا عبیداللہؒ انور' مولانا سیّد مظفر علی شمسیؒ علامہ احسان الٰہی ظہیر' مولانا عبدالقادر روپڑیؒ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ مولانا شمس الحقؒ افغانی' مولانا عبدالستار خان نیازیؒ مولانا گل بادشاہؒ مولانا غلام غوث ہزارویؒ' مولانا حکیم عبدالسلام ہزارویؒ مولانا سیّد نور الحسن بخاریؒ مولانا مفتی محمودؒ' مولانا دوست محمد قریشیؒ نوابزادہ نصر اللہ خانؒ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ ایسے سینکڑوں علماء کرام کے علم و فضل کے چرچوں سے پاکستان گونج رہا تھا' ان سب حضرات سے مولانا تاج محمود صاحبؒ کے نہ صرف برادرانہ تعلقات تھے بلکہ یہ سب حضرات جب چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لاتے تو آتے جاتے مولانا تاج محمود صاحبؒ کے ہاں ننھا طارق محمود ان کی زیارت سے مستفیض ہوتا اور ان کی میزبانی کی خدمات میں شریک ہوتا اور ان کی شفقتوں سے اپنے آپ کو مالا مال کرتا' حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایک بار فیصل آباد مولانا تاج محمودؒ کے ہاں تشریف لائے تو طارق محمود چند اوزار لے کر کسی چیز کے بنانے میں معصومانہ اداؤں کے ساتھ منہمک تھا' شاہ جی نے دیکھا تو فرمایا کہ تاج محمودؒ میرا یہ بیٹا انجینئر ہے' پھر جب بھی حضرت شاہ جی مولانا کو خط لکھتے تو ''میرے بیٹے انجینئر کو پیار'' کے الفاظ ضرور لکھتے' اس ماحول میں صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ نے بچپن گزارا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں صاحبزادہ صاحب ابھی بچپن کی زندگی گزار رہے تھے‘ مولانا تاج محمود صاحبؒ کی گرفتاری کے لئے پولیس نے چھاپا مارا تو یہ معصوم صاحبزادہ اپنی والدہ اور بہنوں کا واحد نگہبان تھا۔ حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ نے اردو‘ فارسی کالج کی بنیاد رکھی اور بنات الاسلام اسکول انجمن نصرت الاسلام کے تحت قائم کیا تو ان تمام سرگرمیوں میں اپنی عمر کے اعتبار سے صاحبزادہ صاحبؒ سب کے نشیب وفراز سے واقف تھے۔ البتہ تمام اکابر علماء سے شناسائی اوران سے برخوردارانہ تعلقات کے باوجود تبلیغی و جماعتی سرگرمیوں میں عملاً شریک نہ تھے‘ سوائے اس کے کہ چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس اور شہر کے جلسوں میں رفقاء اور دوستوں کے گروپ کے ساتھ سامع کی حیثیت سے شرکت کرتے اور بس۔

۱۹۸۴ء میں اپنے والد گرامی کی وفات کے تعزیتی جلسہ میں آپ نے پہلا عوامی خطاب کیا‘ اور بڑی گھن گرج اور اعتماد کے ساتھ ایسا پُر اثر بیان کیا کہ مولانا مرحوم کی وفات کے صدمہ سے نڈھال دوستوں کے بھی حوصلے بلند کردیئے‘ خطاب کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آپ کے کندھوں کو تھپکایا اور دونوں ہاتھوں سے صاحبزادہ صاحبؒ کے چہرہ کو گرفت میں لے کر شفقت کا ہاتھ پھیرا‘ اس دن سے صاحبزادہ صاحبؒ نے داڑھی رکھ لی اور اپنی تمام تر توانائیاں‘ مسجد‘ محراب ومنبر‘ عفت روزہ لولاک اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کردیں۔ پیپلز کالونی کی ایک مسجد میں جمعہ کے خطبہ کے لئے کمر باندھی اور تین چار ماہ میں دینی موضوعات پر خطاب کے لئے اتنی بھرپور تیاری کرلی کہ دوست و دشمن کو حیران کردیا‘ اپنے کاروبار کو سمیٹا‘ والد مرحوم کے قائم کردہ بنات الاسلام کی باقاعدہ نگرانی اور اہتمام کو سنبھالا‘ ان دنوں ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت زوروں پر تھی‘ ملک کے بعض اہم جلسوں سے خطاب کیا‘ فیصل آباد میں تحریک ختم نبوت کے لئے دن رات ایک کردیئے۔ ۲۵ اپریل ۱۹۸۴ء کی شام کو بھاری بھرکم وفد لے کر راولپنڈی راجہ بازار مدرسہ تعلیم القرآن میں ۲۶/ اپریل کی آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے حکومتی تمام تر روکاوٹوں اور پابندیوں کے باوجود کانفرنس میں پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ ۲۶/ اپریل کو امتناع قادیانیت قانون منظور ہوا اور یوں فاتح بن کر راولپنڈی سے فیصل آباد تشریف لائے‘ برطانیہ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں کئی بار شریک ہوئے واپسی پر حرمین کی زیارت وعمروں کا شرف حاصل کیا۔

حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ کی بیماری کے زمانہ میں فقیر کو حضرت مرحوم کی موجودگی میں جمعہ پڑھانے کا اعزاز حاصل رہا۔ وفات کے بعد صاحبزادہ صاحبؒ مرحوم کی خواہش پر

حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم نے راقم کو جمعہ کے لئے حکم فرمایا‘ چار پانچ ماہ یہ سلسلہ چلا‘ محترم صاحبزادہ صاحبؒ پیپلز کالونی سے جمعہ پڑھ کر جلدی گھر آجاتے‘ جمعہ کے بعد آستانہ محمودؒ پر حضرت مرحوم کے رفقاء کی مجلس لگتی‘ یوں صاحبزادہ صاحبؒ مرحوم نے والد گرامی مرحوم کے تمام جماعتی وذاتی حلقہ کے تمام دوستوں کے دلوں میں گھر کرلیا‘ کچھ عرصہ بعد سالانہ ختم نبوت کانفرنس برطانیہ کے لئے فقیر کو سفر کرنا تھا‘ جامع مسجد محمود میں خطبہ جمعہ کے لئے اب کسی بھی ساتھی کو ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت نہ تھی‘ محترم صاحبزادہ طارق محمود مرحوم ومغفور اپنی بھرپور محنت اور اخلاص بھری کوشش سے اس اسٹیج پر آگئے تھے کہ وہ والد مرحوم کے محراب ومنبر کو سنبھال لیں اور جانشینی کا حق ادا کریں‘ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جامع مسجد محمود میں خطبہ جمعہ کا آغاز کردیا‘ فقیر برطانیہ کے سفر سے واپس کراچی حاضر ہوا‘ فون کرکے خیر خیریت دریافت کی‘ صاحبزادہ صاحبؒ کی وضع داری اور شرافت دیکھیں کہ وہ فقیر سے کئی گنا اچھے خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے‘ لیکن بایں ہمہ فقیر کو حکم فرمایا اور بہت اصرار کیا کہ حسب سابق آپ خطبہ جمعہ کو جاری رکھیں‘ فقیر نے عرض کی کہ میں آپ کے والد گرامی کا ادنیٰ خادم ورضاکار تھا‘ میری سعادت تھی کہ حضرت مرحوم کی جگہ مجھے کھڑا کیا گیا‘ اب آپ نے ماشاء اللہ مجھ سے اچھا اس کام کو سنبھال لیا ہے‘ میرے لئے اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ آپ کو آپ کے والد مرحوم کے منبر پر اس آب وتاب اور جاہ وجلال کے ساتھ خطاب کرتا دیکھوں‘ کسی جمعہ آپ کا بیان سننے کے لئے آنا ہوا تو زہے نصیب، ورنہ آپ اسے سنبھالیں‘ فقیر کی منت وخوشامد پر انہوں نے اصرار چھوڑ دیا‘ یوں آپ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا آپ کے جنازہ پر پاکستان کے سابق صدر ریٹائرڈ جسٹس چوہدری محمد رفیق تارڑ صاحب نے بہت ہی خوبصورت جملہ کہا کہ: ’’طارق نے اپنے والد کی جانشینی کا حق ادا کردیا‘‘ اور واقعہ بھی یہی ہے بنات الاسلام ہائی اسکول کے تعلیمی وانتظامی امور کو عروج پر لے کر گئے‘ اپنے والد مرحوم کی خطابت پر مشتمل کیسٹوں‘ دینی کتب کے مطالعہ سے ’’صدائے محراب‘‘ خطابت پر کتاب لکھی‘ جسے آج بھی نو آموز خطیب کی بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بنیادی حیثیت حاصل ہے‘ آپ کئی ضخیم کتابوں کے مصنف تھے۔

محترم صاحبزادہ صاحبؒ نے ہفتہ وار لولاک کو سنبھالا‘ نپی تلی تحریر جو ادبی ذوق کا مظہر اتم ہوتی تھی‘ ان کے جاندار اداریوں سے ہفتہ وار لولاک کی ساکھ کو برقرار رکھا‘ اپنے والد گرامی کی جگہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن نامزد ہوئے‘ کئی بار مجلس کے شعبہ نشرواشاعت کے مرکزی ناظم مقرر ہوئے‘ غرض آپ نے اپنی بھرپور صلاحیتوں اور انتھک محنت

سے خوب نام ومقام پیدا کیا۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے تمام تر انتظامات آپ کی توجہ سے ہوتے۔ اس سال وفات سے چند روز بعد ہونے والی ۲۵ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی استقبالیہ کے آپ صدر تھے اور آپ کے نام سے دعوت نامہ شائع ہوا۔

آپ نے اپنے والد گرامی کی قائم کردہ مسجد کو نئے سرے سے تعمیر کرنے اور وسیع کرنے کا منصوبہ بنایا' فیصل آباد کے ایک صاحب خیر (اللہ تعالیٰ ان کے مال واولاد عمر اور نیک اعمال میں برکت نصیب فرمائیں) انہوں نے تعمیر کے لئے حامی بھری' پرانی مسجد کے ساتھ ملحقہ آبائی مکان گرا کر مسجد میں شامل کیا' نقشہ بنا' تعمیر شروع ہوئی' فلک بوس خوبصورت دیدہ زیب مسجد تو تعمیر ہوگئی' لیکن صاحبزادہ مرحوم تھک گئے' ریلوے کالونی سے اپنا گھر پیپلز کالونی منتقل کرلیا' اسکول جناح کالونی میں' مسجد کی تعمیر ریلوے کالونی میں' جماعتی گھریلو ذمہ داریاں' تبلیغی دورے پورے ملک میں' ان مصروفیتوں نے صاحبزادہ صاحب'' کو ایسا پھنسایا کہ شوگر کے مریض ہوگئے' پھر بھی ہمت نہ ہاری' کچھ عرصہ بعد دل کی تکلیف نے ڈیرے ڈال دیئے' ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دیا' آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو تقسیم کرنا شروع کیا' ان مصروفیتوں کے باعث ہفتہ وار لولاک کی اشاعت سخت متاثر ہوئی' تو اسے بجائے ہفت روزہ کے ماہنامہ کردیا' اور بجائے فیصل آباد کے ملتان سے شائع کرنے کے لئے کلیۃً مجلس کے سپرد کردیا' صرف اداریہ لکھنے کی ذمہ داری کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ آخری روز فون کرکے جو فقیر کے لئے مرحوم کا آخری فون تھا اطلاع دی کہ اداریہ لکھ لیا ہے' مسجد کے ساتھ مکان کی ضروری تعمیر سے بھی فارغ ہوگیا ہوں' کل پرسوں تک چناب نگر کورس کے شرکاء کو لیکچر دینے کے لئے بھی حاضر ہوں گا' کانفرنس کے لئے اسپیکر ولائٹ کا ایک پارٹی کے ذمہ کام لگادیا ہے' اب کانفرنس اور جماعتی کاموں کے لئے جہاں فرمائیں گے بالکل فارغ ہوں' تقریباً دس بجے فون پر بہت ہی پراعتماد گفتگو فرمائی' عصر سے قبل اطلاع ملی کہ وہ آخرت کو سدھار گئے' جس دن کورس کے لئے چناب نگر آنا تھا' اسی دن فیصل آباد جنازہ ہوا' ہزاروں کا اجتماع تھا' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما مخدومی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے امامت فرمائی' ظہر سے قبل اپنے والدین کے پہلو میں آسودہ حال ہوئے' عاش محموداً ومات محموداً...... رفتید ولے نہ از دل ما...... رہے نام اللہ تعالیٰ کا ''کل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربك ذوالجلال ولاکرام''

قارئین کرام! فقیر کو اپنی زندگی میں پہلی بار حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان مرحوم کی شہادت پر کئی دن قلم پکڑنے کی ہمت نہ ہوسکی' اب دوسری بار صاحبزادہ مخدومی ومخدوم زادہ طارق

محمود صاحبؒ کی وفات کے بعد تقریباً پندرہ روز گزرنے کے بعد آج قلم اٹھایا‘ لیکن ان کی وفات کے تذکرہ پر پہنچ کر دماغ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی ہے کہ ان کے جنازہ اور بعد کے حالات قلمبند کرنے کی ہمت تو درکنار تصور سے بھی طبیعت میں گھبراہٹ طاری ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جواں سال صاحبزادہ مبشر محمود (جو حافظ و قاری ہیں) کو انہیں اپنے والد کا جانشین بنائے‘ بڑے صاحبزادہ شاہد محمود‘ حافظ فہد محمود اور ان کی بہنوں کو صبر جمیل نصیب فرمائے‘ اس پر اکتفا کرتا ہوں کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ بحرمة النبی الامی الکریم۔ (لولاک شوال المکرّم ۱۴۲۷ھ)

(۲۲) ...... حضرت مولانا ابوبکر صدیق کمالویؒ کا سانحہ ارتحال!

(وفات ۳ر نومبر ۲۰۰۶ء)

۸ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۳ نومبر ۲۰۰۶ء کو نوجوان عالم دین حضرت مولانا ابوبکر صدیق کمالیہ میں فجر کی آذان کے ساتھ ہی انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیه راجعون! ابوبکر صدیق ۱۳۹۲ھ (۱۹۷۲ء) میں حضرت مولانا محمد اختر صدیقی مہتمم جامعہ نعمانیہ کمالیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم، حفظ اور مشکوٰۃ تک تمام کتب، جامعہ عربیہ نعمانیہ کمالیہ میں اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد اختر صدیقی اور دوسرے اساتذہ سے پڑھیں۔ دورہ حدیث شریف جامعہ ربانیہ پھلور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحبؒ کے ہاں کیا۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔

دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد مولانا ابوبکر صدیقؒ کو اللہ رب العزت نے حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور کیا۔ موصوف نے دینی علوم کے ساتھ عصری تعلیم بی اے تک حاصل کی اور گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج کمالیہ سے او ٹی کا کورس بھی کیا۔ جامعہ نعمانیہ میں سالہا سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۴۲۲ھ سے جامعہ نعمانیہ کے شعبہ بنات میں دورہ حدیث کے دیگر اسباق کے علاوہ بخاری شریف بھی پڑھانے کی چھ سال اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ مقدر دیکھو کہ اس سال اختتام بخاری کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے بخاری شریف پڑھانے پر مبارکباد عنایت فرمائی۔

(حضرت مولانا محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کو متواتر گزشتہ چند سالوں سے کئی

صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔ پہلے آپ کی اہلیہ کا وصال ہوا۔ کچھ عرصہ بعد مولانا ابوبکر کی اہلیہ مولانا محمد اختر کی بہو کا انتقال ہوا۔ حق تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائیں۔) مولانا ابوبکر صدیق کی اہلیہ کا ۱۴۲۲ء میں انتقال ہوا۔ مرحومہ سے چھوٹی اولاد تھی۔ ان کو سنبھالنے اور خود مولانا کی نوعمری کے باعث اہلیہ مرحومہ کی ہمشیرہ سے عقد ثانی کیا۔ گھر کا ماحول ایک دفعہ پھر سنبھلا۔ لیکن خود ان کا وقت موعود آ گیا۔

بہانہ یوں بنا کہ کچھ عرصہ سے معدہ کے السر کا مرض لاحق ہوگیا۔ امسال عید الفطر کے بعد ہومیو پیتھک علاج سے معدہ کا السر ٹھیک ہوگیا۔ وفات سے عشرہ قبل صحت کے شکرانے میں تمام طلباء کی دعوت کی۔ فوتگی کے دن طبیعت بظاہر ٹھیک تھی۔ رات کو لیٹے اور فجر کے وقت مسجد میں امامت نماز کی حاضری کی بجائے معبود حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ حق تعالیٰ ان کی روح پرفتوح پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائیں۔ بہت ہی صالح، متواضع، خدمت گزار، ذی وجاہت عالم دین تھے۔ دین و دنیا کے علوم کے مجمع البحرین تھے۔ بہت مختصر وقت میں بہت زیادہ کام کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد اختر صاحب کی تمام تمناؤں کو ان کی ہدایات کی روشنی میں مکمل کیا۔ ہر دل عزیز شخصیت تھے۔ بہت خوبصورت قرآن مجید پڑھتے تھے۔ غرض خوبیوں کا حسین گلدستہ تھے۔ اپنی علمی و عملی خوبیوں کے باعث ہر شخص کی آنکھ کا تارا تھے۔ مزاجاً منتظم تھے۔ جس کام کو ہاتھ میں لیتے احسن انداز میں بتوفیق الٰہی پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے۔

اسی دن آپ کا جنازہ ہوا جو آپ کے بوڑھے والد گرامی حضرت مولانا محمد اختر صدیقی مدظلہ نے پڑھایا۔ جنازہ میں شرکت کے لئے شہر ہی نہیں پورا علاقہ امڈ آیا۔ جس نے ان کی وفات کی خبر سنی اس نے اسے ذاتی صدمہ قرار دیا۔ جنازہ میں علماء، حفاظ، خطباء، آئمہ اور طلباء کی بھی بھرپور حاضری تھی۔ ہر شعبہ حیات کے لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی۔ جنازہ اٹھا اور دھوم سے اٹھا۔ مرکزی عیدگاہ مکمل طور پر بھرگئی۔ پسماندگان میں اہلیہ، دو معصوم بیٹے اور ایک ننھی بیٹی کو چھوڑا۔ والد گرامی، بھائی، بہنیں سب سوگوار اور خود رب کریم کے حضور سرخرو ہوگئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد اختر صدیقی کے اس غم میں برابر کی شریک غم ہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی اولاد کے حامی و ناصر ہوں اور مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین بحرمة النبی الکریم! (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ)

(۲۳) ...... آہ! حضرت مولانا محمد عبداللہ احمد پوریؒ!

(وفات ۱۶؍دسمبر ۲۰۰۶ء)

۲۴؍ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۶؍دسمبر ۲۰۰۶ء کو پاکستان کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد عبداللہؒ احمد پوری انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! مولانا محمد عبداللہ ۱۹۲۹ء قصبہ پکالاڑاں (لیاقت پور) کے قریب بستی نور محمد بڑوانی میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا نور محمد تھا۔ جو حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مرحوم کے موقوف علیہ تک کے ہمدرس اور ساتھی تھے۔ مولانا محمد عبداللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ کے اسباق کی بسم اللہ دین پور شریف کی معروف روحانی شخصیت حضرت میاں عبدالہادیؒ نے کرائی۔ الہ آباد مڈل سکول سے آپ نے ساتویں تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور میں داخلہ لیا اور جامعہ کی انتہائی ڈگری ''علامہ'' حاصل کی۔ جامعہ عباسیہ میں مولانا غلام محمد گھوٹویؒ، مولانا محمد صادقؒ، مولانا عبیداللہ بہاولپوریؒ اور دیگر حضرات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورہ تفسیر پڑھنے کی بھی سعادت حاصل کی۔ پاکستان کے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے بھی اجازت حدیث حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں سرکاری ملازمت اختیار کی ان دنوں جامعہ عباسیہ کے زیر اہتمام سرکاری مدارس وسکولز کا انتظام تھا۔ تب آپ ان مدارس سے وابستہ ہوئے۔ مدرسہ عربیہ فاضل، احمد پور شرقیہ کے صدر مدرس (ہیڈ ماسٹر) بھی رہے اور سرکاری ملازمت کی پوری مدت آپ نے احمد پور شرقیہ میں گذاری۔ اس حوالہ سے آپ کو حضرت مولانا علامہ محمد عبداللہ احمد پوری کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ تمام اہل علم حضرات کی آنکھوں کا تارا تھے۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ صاحبؒ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ ۱۹۹۲ء میں آپ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ۲۰۰۲ء تک احمد پور شرقیہ رہے۔ اس کے بعد اپنے آبائی گھر پکالاڑاں بستی نور محمد بڑوانی میں رہائش پذیر ہوگئے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب بہت محقق اور مدقق عالم دین تھے۔ آپ کی ثقاہت علمی کا اعتراف حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے تھے۔ جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آئینہ قادیانیت نامی کتاب وفاق المدارس کے نصاب کے لئے مرتب کی تو حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری کے حکم پر آخری خواندگی کے لئے اس کتاب کو حضرت مولانا محمد عبداللہؒ صاحب کے پاس بھجوایا گیا۔ آپ نے دقت نظر کے ساتھ اس پر کام کیا اور بہت ہی باریک

خامیوں کی نشاندھی سے ممنون فرمایا۔ کاروان جنت، خطبات بہاولپور کا علمی جائزہ، صحابہ کرامؓ کا مقام اوران پر تنقید؟ جیسی کئی علمی کتابوں کے مصنف تھے۔ مؤخرالذکر دو کتابوں میں بالترتیب پروفیسر حمید اللہ حیدر آباد دکن اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے بعض تسامحات پر بھرپور علمی گرفت کی۔ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانویؒ کے قائم کردہ جامعہ حبیبہ انوریہ کی شوریٰ کے رکن اور کئی جامعات کے سرپرست تھے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ حضرت مولانا میاں مسعود احمد دین پوری نے پڑھایا۔ خان پور، ظاہر پیر، دین پور، طاہر والی، بہاولپور، احمد پور شرقیہ کے علماء کی بہت بڑی تعداد نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ (لولاک صفر ۱۴۲۸ھ)

(۲۴) ...... حضرت مولانا محمد یعقوب چنیوٹی بھی چل بسے!

(وفات ۲۱؍دسمبر ۲۰۰۶ء)

حضرت مولانا محمد یعقوب چنیوٹی ۲۱؍دسمبر ۲۰۰۶ء بروز جمعرات انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! مولانا محمد یعقوبؒ جناب محمد وارث وسیر کے گھر دسمبر ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم چنیوٹ میں حاصل کی۔ مدرسہ احیاء العلوم چنیوٹ میں جناب قاری ارشاد احمدؒ پانی پتی کے ہاں حفظ قرآن کی تعلیم مکمل کی۔ دینی تعلیم احیاء العلوم چنیوٹ، جامعہ قاسمیہ فیصل آباد اور جامعہ خیرالمدارس ملتان میں حاصل کی۔

دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ دورہ حدیث شریف کی سند ۱۷؍صفر ۱۳۹۰ھ کو جاری ہوئی جس پر حضرت مولانا رسول خانؒ، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، حضرت مولانا عبیداللہ اشرفیؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ کے دستخط ہیں۔ ان اساتذہ کے علاوہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمدؒ سے بھی آپ نے کسب فیض کیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ اور حضرت مولانا نذیر احمد چنیوٹیؒ ہر دو بچپن کے ساتھی تھے۔ حفظ قرآن سے دورہ حدیث شریف تک ساتھ رہا۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحبؒ عمر میں بڑے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے چھوٹے بھائی اور ساتھی ہونے کے ناطے ان سے خوب تعلق کو نبھایا۔ فراغت کے بعد مدرسہ فیض العلوم پہلے محلّہ درکھاناں پھر محلّہ عثمان آباد میں قائم کیا۔ حضرت مولانا نذیر احمدؒ بانی مدرسہ اور حضرت مولانا یعقوبؒ مدرس قرار پائے۔ فیض العلوم مدرسہ میں سینکڑوں ناظرہ اور بیسیوں حفظ کے طلباء نے آپ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت

مولانا نذیر احمدؒ صاحب کی ذاتی مصروفیات زمیندارہ وغیرہ کے باعث عملاً صبح وشام مدرسہ میں تعلیم اور طلباء کی رہائش، داخلہ، تربیت کا تمام ترنظم حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے اپنے ذمہ لگائے اور نبھائے رکھا۔

جناب خان اسداللہ خان چنیوٹ کے باسی تھے اور مغل بادشاہ شاہجہاں کے وزیر تھے۔خان اسداللہ خان نے چنیوٹ کی شاہی مسجد کی تعمیر وترقی کے لئے جہاں سعی مشکور کی وہاں اپنے پیرومرشد (شاہ برہانؒ) کا مقبرہ تعمیر کرایا اوراس کے ساتھ شاہ برہان مسجد تعمیر کرائی۔اس محلّہ کو اسی نسبت سے محلّہ شاہ برہان کہا جاتا ہے۔اس محلّہ میں چنیوٹ کی اہم دینی وسیاسی شخصیت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کا بھی رہائشی مکان ہے۔حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے ۱۴/اگست ۱۹۷۰ء کوفجر کی نماز سے امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالی اور آخری صحت کے دورتک کمال درجہ حسن ذمہ داری کے ساتھ اس کو نبھایا۔اس مسجد کی خطابت کے ساتھ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ برہانی کا لاحقہ استعمال کرنا شروع کیا۔یوں اب وہ حضرت مولانا محمد یعقوب برہانی کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

چنیوٹ میں قیام پاکستان کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران میں چوہدری محمد ظہورؒ، حاجی فیروز دینؒ، شیخ منظور احمدؒ اور دوسرے بہت سارے حضرات تھے۔تب سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں دھوم دھام سے منعقد ہوتی تھی۔غالباً ۱۹۷۷ء سے مولانا محمد یعقوب برہانیؒ بھی اس قافلہ میں شریک سفر ہوگئے۔۱۹۸۲ء میں چنیوٹ سے یہ کانفرنس چناب نگر میں منتقل ہوئی تو مولانا محمد یعقوبؒ بھی برابر اس کے نظم ونسق میں صف اول میں شامل رہے۔کئی دفعہ مجلس چنیوٹ کے ناظم تبلیغ، ناظم اعلیٰ اور امیر کے عہدوں پر بھی کام کیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ جوانی میں خوش شکل، خوش لباس وخوش خوراک تھے۔کڑیل جوان، رعنا، وجیہہ چہرہ اور عربی رومال سر پر آپ کی شناخت تھی۔خطابت میں حضرت مولانا محمد یعقوب برہانیؒ کے آئیڈیل حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ تھے۔حضرت مولانا برہانیؒ عام خطاب اور خطبہ بہت تیاری کے ساتھ ادا فرماتے تھے اور جس موضوع پر بولتے اس کا اپنے طور پر حق ادا کردینے میں اپنی طرف سے کسر نہ اٹھا رکھتے۔ختم نبوت، عظمت صحابہؓ، مدح اہل بیتؓ، اتحاد بین المسلمین آپ کے پسندیدہ عنوانات تھے۔چنیوٹ شہر میں دیگر شہروں کی طرح دھڑوں کی سیاست ہے۔مولانا برہانیؒ نے چنیوٹ کی سطح پر اپنی سیاسی محنت کے لئے جس دھڑے کا انتخاب کیا نہایت

ہی استقلال وعزم کے ساتھ آخری وقت تک اسے نبھایا۔حق دوستی ادا کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔جس کے ساتھ جتنا تعلق ہوا اس میں زندگی بھر رنگ بھرتے رہے۔حضرت مولانا نذیر احمد چنیوٹیؒ کے ساتھ طالب علمی کے زمانہ سے دوستانہ ہوا۔شہری سیاست، مذہبی خدمات، تعلیم وتعلم کے لئے ان کے ساتھ بھرپور مجاہدہ سے شریک سفر رہے۔

حضرت مولانا نذیر احمد مرحوم کے وصال کے وقت ان کے صاحبزادہ مولانا فیض نذیر زیر تعلیم تھے۔جب یہ فارغ التحصیل ہوکر مدرسہ کے مہتمم بنے۔آپ نے اپنی مرنجان مرنج طبیعت کے باعث جنوری ۲۰۰۱ء تک اس مدرسہ میں تدریس کے عمل کو جاری رکھا۔جب دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب مدرسہ کو اکیلے آسانی سے بطریق احسن چلانے کے قابل ہوگئے ہیں تو بہت ہی شریفانہ انداز میں ان سے رخصت پاکر ایسے واپس ہوئے کہ پھر اس کی طرف سے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرلیا۔اس خوبصورت طرز عمل کی بہت کم مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں۔

گزشتہ دس پندرہ سال سے شوگر کے زیر اثر آگئے۔وفات سے پانچ سال قبل اہلیہ کا وصال ہوگیا تو خیر سے عقد ثانی میں دیر نہ لگائی۔شوگر نے بھی دھیرے دھیرے آپ کو گھیرے میں لینا شروع کیا۔گزشتہ چندماہ سے بہت علیل ہوگئے تو اپنے صاحبزادہ مولانا محمد افضل صاحب کو اپنی مسجد کے منبر پر بٹھا کر جمعہ وعیدین کا خطبہ ان کے سپرد کردیا۔اس وقت یہ صاحبزادہ صاحب جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں دورہ حدیث شریف کررہے ہیں۔دوسرے بڑے صاحبزادہ محمد یوسف ایل ایل بی ہیں اور ایک مل میں ملازمت کررہے ہیں۔سب سے چھوٹے صاحبزادہ نصیر احمد مشکوٰۃ شریف کی کلاس میں جامعہ ملیہ چنیوٹ میں زیر تعلیم ہیں۔ان کے علاوہ تین صاحبزادیاں ہیں اور تینوں شادی شدہ اپنے گھروں میں آباد ہیں۔

مولانا محمد یعقوب برہائیؒ نے چنیوٹ کے محلّہ غفور آباد میں دوکنال اراضی خرید کر اس میں مدرسہ اویسیہ ختم نبوت قائم کیا۔اس وقت اس میں حفظ وناظرہ کی تعلیم ہورہی ہے۔آپ کا حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔جمعرات شام کو انتقال ہوا۔جمعہ کے دن جنازہ ہوا۔جنازہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد زاہد نے پڑھایا۔جنازہ میں جم غفیر شامل تھا۔علماء اور طلباء کی کثرت تھی۔تبلیغی مرکز، محلّہ درکھاناں میں جنازہ ہوا اور جھنگ روڈ قبرستان حافظ دیوان میں آخری گھر بنا۔حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔آمین!(لولاک محرم الحرام ۱۴۲۸ھ)

(۲۵) ...... مولانا سید نصیب علی شاہؒ کا وصال

(وفات ۲۱؍جنوری ۲۰۰۷ء)

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنماء رکن قومی اسمبلی، المرکز الاسلامی بنوں کے مہتمم، پاکستان کے ممتاز مفتی وفقیہہ حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ ۲۱؍جنوری ۲۰۰۷ء کو بنوں میں انتقال فرماگئے۔ مرحوم بہت زیرک، ہنس مکھ، معاملہ فہم، مرنجان مرنج عالم دین تھے۔ انہوں نے اپنے ادارہ میں بین الاقوامی فقہی کانفرنسوں کی داغ بیل ڈالی اوران میں پڑھے جانے والے مقالہ جات کو کتابی شکل میں چھاپنے کا بیڑہ اٹھایا۔ یوں نت نئے مسائل سے متعلق اسلامیان برصغیر کی فقہی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ گذشتہ دوسالوں سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں شریک ہوتے تھے۔ ان کی وفات موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔ موصوف کو منجھے ہوئے عالم دین ہونے کے ناطے جمعیت علماء اسلام کی فقہی مجلس کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ (لولاک صفر ۱۴۲۸ھ)

(۲۶) ...... حضرت مولانا قاری محمد اخترؒ کا وصال!

(وفات ۱۷؍مئی ۲۰۰۷ء)

۱۷؍مئی ۲۰۰۷ء بروز جمعرات کودن بارہ بجے کے قریب پنجن کسانہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات سے مولانا شبیر احمد مبلغ مدرسہ حنفیہ کا فون آیا کہ مولانا قاری محمد اختر صاحب کو دل کی تکلیف ہوئی اوراچانک انتقال کرگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

یہ خبراتنی اچانک اورافسوسناک تھی کہ دم بخود ہوگیا۔ ۱۷؍مئی کی شام احمد پورسیال میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ ۱۸؍مئی کا خطبہ جمعہ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کی جامع مسجد چنیوٹ میں طے تھا۔ ان کاموں سے فرصت ملتے ہی ۱۹؍مئی بروز ہفتہ ظہر کے قریب پنجن کسانہ میں حاضر ہوا۔ حضرت مولانا محمد اختر کی مسجد، مدرسہ، طلباء طالبات، اساتذہ، مسند، منبر ومحراب، مہمان خانہ سب کچھ موجود تھے۔ کاروان تھا، لیکن میر کاروان نہ تھے۔ ہر طرف اداسی، ہوکا عالم، درودیوار گریہ زار، پژمردہ اوردل گرفتہ سے سوگوار ماحول میں مغموم چند منٹ بیٹھا، معلوم ہوا کہ قاری محمد اختر مرحوم کے تینوں صاحبزادہ صاحبان مدرسہ للبنات، جادہ جہلم میں ہیں۔ وہاں کے لئے عازم سفر ہوا۔

بڑے صاحبزادہ حافظ وقاری ہیں۔ جادہ مدرسہ کو چلاتے ہیں۔ منجھلے صاحبزادہ دورۂ حدیث شریف پڑھ رہے ہیں۔ سب سے چھوٹے صاحبزادہ درجہ رابعہ تبلیغی مرکز گجرات کے

طالب علم ہیں۔تینوں حضرات سے ملاقات ہوئی۔

تعزیت عرض کی۔ معلوم ہوا کہ ۱۷رمئی کو قاری صاحب ساڑھے دس بجے اپنے معمولات سے فارغ ہوئے۔اس روز مدرسہ للبنات میں چند بچیوں کے حفظ قرآن کی تقریب تھی۔ ان بچیوں کا آخری سبق سنا۔ختم قرآن کی دیر تک دل سوز دعاء کرائی۔مدرسہ کی بچیوں نے ششماہی امتحان کے بعد گھر جانا تھا۔ان کو ہدایات دیں۔واپس تشریف لائے تو مسجد میں نوافل ادا کئے۔کہیں سفر کے لئے جانا چاہتے تھے۔لیکن نوافل سے فارغ ہوکر اپنی مسند پر تشریف لائے۔چائے کی خواہش کا اظہار کیا۔خود چارپائی پر دراز ہوگئے۔تھوڑی دیر بعد چائے آگئی۔وہ نوش کی۔پھر لیٹ گئے۔اتنے میں دل پر ہاتھ رکھا۔قبلہ رخ ہوئے۔آنکھیں بند کیں اور جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔اس وقت تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے۔سب کچھ اس تیزی میں ہوا کہ کسی کو کانوں کان پتہ نہ چلا کہ کیا ہوگیا ہے؟ ساتھیوں نے اٹھایا، ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔انہوں نے نبض دیکھی اور تصدیق کردی کہ دل کی بے قراری کو قرار آ گیا ہے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

اس روز عصر کے قریب پنجن کسانہ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کی امامت میں کثیر تعداد میں خلق خدا نے جنازہ پڑھا، ساڑھے چھ بجے شام جادہ جہلم میں آپ کے منجھلے صاحبزادہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور مغرب کے قریب جادہ کے آبائی قبرستان میں آسودہ خاک ہوگئے۔

مولانا قاری محمد اختر صاحب نے حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی مرحوم کے مدرسہ حنفیہ جہلم میں تعلیم حاصل کی۔حضرت مولانا غلام یحیٰ جامع المعقول والمنقول سے تمام کتب پڑھیں۔ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی نوراللہ مرقدہ آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور آپ کی تربیت کے لئے کوشاں رہتے تھے۔آپ نے جامعہ مدنیہ لاہور میں دورۂ حدیث کے لئے آپ کو داخل کرایا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں مرحوم سے ۱۹۷۰،۷۱ء میں دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔

۱۹۷۱ء میں ہی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی کے حکم پر مسجد شیخاں پنجن کسانہ ریلوے لائن اور جی ٹی روڈ کی درمیانی آبادی میں امامت، خطابت، تعلیم وتعلم، درس وتدریس کا آغاز کیا۔یہ دور آپ کی بھرپور جوانی اور محنت ومشقت، ایثار وقربانی کی لازوال جدوجہد کا آئینہ دار ہے۔مل گیا تو کھالیا نہ ملا تو پورا دن فاقہ میں گزار دیا۔پنجن کسانہ سے جادہ تک کئی کلومیٹر کا سفر ہے۔نماز پنجن میں، کھانا جادہ میں، یوں وقت گزارا۔

فقیر راقم کا اس دور میں آپ سے تعلق قائم ہوا۔ان دنوں گوجرانوالہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرؤف جتوئی مرحوم ہوتے تھے۔تب آپ نے گجرات کے

قادیانیت زدہ دیہاتوں اور چکوک کا دورہ رکھا۔ حضرت مولانا قاری محمد اخترؒ ہمارے میر کارواں تھے۔ پیدل، سائیکل، تانگہ کے ذریعہ یہ سفر ہوئے۔ اس زمانہ میں قادیانی جارحیت زوروں پر تھی۔ قریہ، قریہ قادیانی طلسم کو توڑنا جان جوکھوں کا کام تھا۔

قاری محمد اختر مرحوم نے فراغت کے بعد بیعت شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے کی اور پھر یہ تعلق عشق میں تبدیل ہوگیا۔ ان دنوں گجرات ضلع میں جمعیت علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی پہچان حضرت مولانا قاری محمد اختر مرحوم تھے۔ قاری محمد اختر خود ایک واقعہ سناتے تھے کہ اس زمانہ میں ایک بار کھاریاں کے قریب کسی چک سے مسلمان ماسٹر نے ملتان دفتر ختم نبوت خط لکھا کہ قادیانیوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔ مسلمان کمزور ہیں۔ مسئلہ کی وضاحت کے لئے کسی فاضل مبلغ ختم نبوت کو بھیجا جائے۔ دفتر مرکزیہ سے مولانا قاضی محمد اللہ یار خان مرحوم کی ڈیوٹی لگی۔ بھاری بھرکم کتب کا بکس لیا۔ پنجن کسانہ سے قاری محمد اختر کے ہاں دوپہر کو جا دھمکے۔ اچانک ان کو دیکھ کر قاری صاحب فرماتے تھے۔ مجھے تعجب ہوا۔ قاضی اللہ یار مرحوم نے پوری کہانی سنائی۔ جمعرات کا روز تھا۔ خط آمدہ دکھایا۔ عصر کے قریب قاری محمد اختر اور قاضی محمد اللہ یار روانہ ہوئے۔ کتب کا بکس قاری محمد اختر نے، بیگ قاضی صاحب نے اٹھایا۔ مغرب کو وہاں جا پہنچے۔ ایک آدمی مسجد میں ملا۔ اس سے خط ارسال کرنے والے کا نام پوچھا۔ وہ صورتحال کو بھانپ گیا۔ اس نے کہا کہ وہ کاتب خط تو پنڈی گیا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر یہ آدمی چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے حضرات سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ سب سے پہلے جن سے آپ نے پوچھا وہی کاتب و مرسل مکتوب تھے۔ وہ اب آپ کو نہیں ملیں گے۔ خط تو آپ کو لکھ دیا لیکن وہ اب صورتحال کی ذمہ داری قطعاً قبول نہ کریں گے۔

قاری محمد اخترؒ فرماتے تھے یہ سن کر ہم دونوں کو تعجب ہوا اور صورتحال کی سنگینی کا بھی احساس ہوا۔ میں تو مایوس ہوگیا کہ یہاں وعظ و تبلیغ ممکن نہیں۔ واپس جانا ہوگا۔ لیکن اگلے لمحہ قاضی صاحب نے فیصلہ سنایا کہ قاری صاحب آپ واپس جائیں میں رات یہاں رہوں گا۔ جمعہ بھی یہاں پڑھوں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ کل جمعہ کے بعد شام کو آپ کے ہاں آجاؤں گا۔ قاضی صاحب نے عشاء پر نمازیوں کے سامنے صورتحال رکھی۔ دس منٹ بیان کیا۔ کسی نے کھانا دے دیا۔ رات مسجد میں گزاری، صبح درس دیا تو مزید فضائل و برکات اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان کیا۔ جمعہ پر خاصی حاضری ہوگئی تو قادیانیوں کے لتے لئے۔ قادیانی کفر کو عوام پر واشگاف کیا۔ پورے گاؤں کے مسلمانوں کو چند گھنٹوں کی محنت سے قادیانیوں کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا۔ مسلمانوں

کی جماعت کے ساتھ جو الوداع کہنے کے لئے پنجن تک آئے تھے۔ پنجن کسانہ آ گئے۔ قاری محمد اختر مرحوم یہ واقعہ سنا کر گلو گیر ہو جاتے کہ کیسے وہ محنتی علماء تھے۔

قاری محمد اختر مرحوم نے پنجن کسانہ میں بنین و بنات کے شاندار مراکز سے قائم کئے۔ جادہ میں بنات کا مدرسہ قائم کیا۔ پچیس تیس گاؤں میں مدرسہ کی شاخیں قائم کیں۔ سب کے اخراجات خود ادا کرتے تھے۔ بارہا مدرسہ کے لئے برطانیہ کا سفر ہوا۔ وہاں ملاقاتیں رہیں۔ اگست ۲۰۰۶ء میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں برمنگھم میں پورا دن اسٹیج پر رہے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

ایک مبلغ کے لئے حکم فرمایا۔ جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کے فاضل مولانا شبیر احمد کو فقیر نے بھیجا تو بہت خوش ہوئے۔ ان کو علاقہ بھر میں عقائد حقہ کی ترویج کے لئے وقف کر دیا۔ مولانا قاری محمد اختر مرحوم، مولانا قاضی مظہر حسینؒ، مولانا عبداللطیف جہلمیؒ پر فدا تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے عاشق صادق تھے۔ مولانا حامد میاں مرحوم، مولانا غلام یحییٰ کے شاگرد خاص اور ان کی روایات کے امین تھے۔

دراز قد، طویل لحیہ، کشادہ سینہ، پکا رنگ، حجازی کرتا آپ کی پہچان تھا۔ مؤقف کے پکے اور دل کے غنی تھے۔ علماء کے قدردان، چھوٹوں کو بڑا بنانے کے خوگر، مسلک کے اظہار میں کسی رعایت کے روادار نہ تھے۔ غیبت، لڑائی، جھگڑا کے قریب نہ بھٹکتے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت، نفاذ شریعت اور تعلیم کو عام کرنے کے لئے ہراوّل دستہ میں رہے۔ تمام حضرات کا دل وجان سے احترام کرتے تھے۔ جہاں کسی بے دین فتنہ کی فتنہ سامانی کو دیکھا چیلنج سمجھ کر ڈٹ جاتے تھے اور ہمیشہ کامیاب سرخرو رہتے تھے۔ آپ کی زندگی اکابر کی محنت کا پرتو ہوتی تھی۔ خوبیوں کا مجموعہ عاجزی وانکساری کا پیکر، دوستوں کے دوست تھے۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم پر عمر بھر عمل پیرا رہے۔ حق تعالیٰ شانہ ان کی قبر کو بقعۂ نور بنائے۔ آمین! (لولاک جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ)

(۲۷) …… حافظ عبدالرشید مرحوم کا وصال

(وفات ۱؍جون ۲۰۰۷ء)

دواخانہ سراجیہ چیچہ وطنی کے بانی، خانقاہ سراجیہ کندیاں کے مسترشد حضرت حاجی جان محمد صاحبؒ سرگانہ کے خلیفہ مجاز حضرت حافظ عبدالرشید وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! حافظ عبدالرشید بہت ہی صالح اور عارف باللہ تھے۔ عمرہ کی ادائیگی کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں جمعہ یکم جون کو ان کا وصال ہوا۔ زہے نصیب کہ مسجد نبوی میں

نماز جنازہ اور جنت البقیع میں تدفین نصیب ہوئی۔ مجلس احرار اسلام کے رہنما جناب الحاج عبداللطیف چیمہ، حافظ حبیب اللہ چیمہ سے ادارہ لولاک اظہار غم کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق رفیق ہو۔ آمین! (لولاک جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ)

(۲۸) ...... یادگار اسلام مولانا عبدالحئ جام پوریؒ کا وصال!

(وفات ۴؍جون ۲۰۰۷ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، محقق وفاضل اجل حضرت مولانا عبدالحئ جام پوریؒ مورخہ ۴؍جون ۲۰۰۷ء کو صبح کے وقت انتقال فرماگئے۔ ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا عبدالحئ جام پوریؒ نے دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ اس زمانہ میں سپیشلائزیشن کے لئے حضرات فضلاء دارالعلوم اپنے اپنے ذوق کے مطابق، خانقاہوں، مناظرین، اطباء کے ہاں رجوع کرتے تھے۔ مولانا عبدالحئ صاحب نے لکھنؤ دارالمبلغین میں داخلہ لیا اور امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے ہاں فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل کیا۔

اس دور میں سردار احمد خان پتافیؒ نے تنظیم اہل پاکستان کی بنیاد رکھی تھی۔ سردار صاحب مرحوم اسی علاقہ کے نامی گرامی مذہبی زمیندار تھے۔ مولانا عبدالحئ صاحبؒ نے ان کی سرپرستی میں جام پور مسجد مہاجرین، وجامعہ محمدیہ سے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ جب کہ تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے تبلیغی کاوشوں کو جلاء ملنے لگی۔

آپ عرصہ تک تنظیم اہل سنت پاکستان کے دارالمبلغین ملتان، جامعہ قاسمیہ فیصل آباد، مدرسہ سلطان العلوم مدنیہ کوٹلہ رحم علی شاہ ضلع مظفر گڑھ اور دیگر مدارس کے ریفریشر کورسوں میں لیکچرار کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے علاقائی کے پروگراموں اور بالخصوص چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کا عرصہ تک معمول رہا۔ حضرت مولانا صوفی اللہ وسایا صاحبؒ مجاہد ختم نبوت اپنی صحت کے زمانہ میں بس، ویگن پر بھرپور وفد ڈیرہ غازیخان سے چناب نگر کانفرنس پر لایا کرتے تھے۔ بدھ شام روانہ ہوتے۔ جمعرات فجر سے قبل پہنچ جاتے اور فجر کا درس مولانا عبدالحئ جام پوریؒ سے دلاکر ختم نبوت کانفرنس کا آغاز کرتے۔

مولانا عبدالحئ ملک بھر کی اہم مسلکی میٹنگوں میں شریک ہوتے اور بڑی جچی تلی مختصر رائے دیتے جو وقیع سمجھی جاتی۔ بہت ہی فاضل معلوماتی اور ثقہ عالم دین تھے۔ دینی علوم بالخصوص فتن کے حوالہ سے تاریخ پر گہری نظر اور دسترس تھی۔ فقہ میں تو رسوخ حاصل تھا۔ بعض ان کے فتویٰ جات یادگار اور ٹھوس بنیادوں پر بطور سند کے پیش کئے جانے کے لائق ہیں۔ حضرت مولانا سید نورالحسن بخاریؒ کے آخری زمانہ حیات میں تنظیم اہل سنت سے حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب مدظلہ نے علیحدہ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کی داغ بیل ڈالی۔ پھر مولانا عبدالشکور دین پوریؒ مجلس علماء اہل سنت پاکستان کے نام سے خطباء اہل سنت کی ایک جماعت کے لئے وقف ہوگئے۔ تو اس زمانہ میں سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب مدظلہ کی نظر انتخاب مولانا عبدالحئ جام پوریؒ پر پڑی۔ انہیں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کا سربراہ بنادیا۔ اب تھوڑا عرصہ ہوا ہمارے مخدوم زادہ ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المؤمن شاہ بخاری مدظلہ نے انہیں اپنی مجلس احرار اسلام پاکستان کا صدر منتخب کرایا۔ غرض مولانا عبدالحئ جام پوریؒ ایسے مرنجاں مرنج انسان اور خوبیوں کے مالک تھے کہ جہاں کہیں خلاء پیدا ہوتا اسے پر کرنے کے لئے سب کی نظر حضرت مولانا عبدالحئ جام پوریؒ پر پڑتی اور وہ بھی اپنی طبعی شرافت اور خدمت دین کے مزاج کے باعث کہ اگر میرے جانے سے دین کے اس شعبہ کا کام چل سکتا ہے تو دریغ نہ فرماتے۔ مولانا عبدالحئ جام پوری نے کئی جماعتوں کی کوہ پیمائی کی۔ لیکن جہاں گئے اپنے علم وفضل کے باعث نمایاں رہے۔

طبعاً مرنجاں مرنج تھے۔ کسی بھی ادارہ و جماعت میں رہے ہوں اپنے کسی بھی دوسرے فریق کا شکوہ وغیبت نہ کرتے تھے۔ نہ ہی مخالفت مول لیتے تھے۔ اس لئے کہیں بھی رہے احترام تمام طبقوں میں آپ کا کیا جاتا تھا۔

مدرسہ سلطان العلوم کوٹلہ رحم علی شاہ میں دورہ تفسیر کا آغاز ہوا۔ آپ کو تکلیف دی گئی۔ آپ نے تفسیر پڑھائی اور ایسی پڑھائی کہ گویا آپ کا موضوع ہی یہ تھا۔ آپ نے سنی خطباء کے لئے جمعہ خطبہ عربی زبان میں ترتیب دیا، شائع ہوا۔ ملک کی کئی مساجد میں وہ پڑھا جارہا ہے جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ مسجد مہاجرین، جامعہ محمدیہ فیض القرآن جام پور میں نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط آپ نے قرآن وسنت سے لوگوں کے ایمانوں کو جلاء بخشی۔ گذشتہ سے پیوستہ برس اس مدرسہ کے جلسہ پر فقیر کی حاضری ہوئی۔ رات کا بیان تھا۔ مدرسہ سے گھر دور ہونے کے باوجود رات کو تشریف لائے اور فرمایا صرف آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ بیان کے آخر تک شریک مجلس رہے۔ اس سے ان کی برخوردار نوازی کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اپنے مسلک کے علاوہ دوسرے مسالک کی

جماعتوں وشخصیات کے ہاں بھی آپ کو احترام کا درجہ حاصل تھا۔ مقامی، ضلعی، ڈویژنل امن کمیٹیوں کے رکن رکین رہے۔ جسم ہلکا، رنگ پکا، داڑھی قدرے ورلی چھڑے بالوں والی، قدوقامت دراز، عمر بھر چاک وچوبند رہے۔ ۹۵ سال کی عمر پائی آخر وقت تک کسی کے محتاج نہ ہوئے۔ سوائے بڑھاپا کی کمزوری کے کوئی بیماری نہ تھی۔ اخباری اطلاع کے مطابق آخری دن بھی حسب معمول صبح درس قرآن مجید دے رہے تھے کہ دل کی بازی ہار گئے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ اس روز جام پور میں جنازہ ہوا جو آپ کے صاحبزادہ مولانا ابوبکر عبداللہ نے پڑھایا۔ شام کو آبائی قبرستان کوٹ چھٹہ میں آسودہ خاک ہوئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ دیانتداری کی بات ہے کہ بہت ہی خوبیوں کے مالک عالم دین تھے۔ اسلاف کی روایات کی چلتی پھرتی تصویر قانع طبیعت اور ایثار پیشہ تھے۔ باوجودیکہ ایک پسماندہ قصبہ نما شہر میں زندگی گزاری۔ لیکن احترام، مقام، شہرت، ملک گیران کو نصیب ہوئی۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ پڑھنے پڑھانے اور تقریر و بیان سے تعلق رکھا۔ اگر تحریر کی دنیا کی طرف طبیعت چل نکلتی تو لکھنؤ کی زبان دانی کے باعث قابل قدر ذخیرہ چھوڑ جاتے۔ اب بھی سینکڑوں ان کے شاگرد ان کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔ سراپا خیر تھے۔ حق تعالیٰ ان کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ آمین! بحرمة النبی الکریم! (لولاک رجب المرجب ۱۴۲۸ھ)

(۲۹) ...... آہ! حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ

(وفات ۴؍جولائی ۲۰۰۷ء)

۲۹؍جولائی ۲۰۰۷ء کو برمنگھم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ۲۲ ویں سالانہ ختم نبوت یورپ کی تیاریوں کے لئے ان دنوں فقیر، یو، کے، کے سفر پر ہے۔ جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا میں زیر تعلیم عزیزی القدر حافظ محمد انس نے لندن میں فون کے ذریعہ افسوس ناک یہ اطلاع دی کہ ۴؍جولائی ۲۰۰۷ء کو حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحبؒ وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا مفتی قادرؒ جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاول پور کے بانی، شیخ الحدیث، مفتی، متبحر عالم دین، نامور مذہبی شخصیت اور وفاق المدارس پاکستان کے ممتاز رہنما تھے۔

۲۵ جولائی ۱۹۲۰ء کو خیر پور ٹامیوالی میں پیدا ہوئے۔ دار العلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ مفتی صاحب اس وقت اسی نوے کے پیٹے میں ہوں گے۔ آپ جامعہ خیر المدارس ملتان کے ابتدائی فضلا میں سے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے آپ ممتاز شاگرد تھے اور

اپنے استاذ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کو اہتمام کا مجدد کہا جاتا ہے۔ حضرت مولانا غلام قادرؒ بھی اہتمام وانتظام کے ماہر تھے۔ مولانا خیر محمد صاحبؒ متبحر عالم دین اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ مولانا غلام قادرؒ بھی ایسے ہی تھے۔ مولانا خیر محمد صاحبؒ نے جامعہ خیرالمدارس کی بنیاد رکھی اور اسے بام عروج ملا۔ مولانا مفتی غلام قادرؒ نے جامعہ خیرالعلوم کی بنیاد رکھی اور عروج کی بلندیوں پر لے گئے اور تو چھوڑیئے مولانا غلام قادرؒ، قد کاٹھ، وضع قطع، چال ڈھال میں بھی اپنے استاذ محترم کی ٹو کاپی تھے۔

مفتی غلام قادر صاحبؒ نے جس زمانہ میں دورہ حدیث شریف کیا اس زمانہ میں ریاست بہاول پور (جس میں بہاول پور، بہاول نگر، رحیم یار خان کے اضلاع شامل تھے) میں جامعہ عباسیہ کے نام پر یونیورسٹی قائم تھی۔ اس یونیورسٹی کے تحت میں ان تینوں اضلاع میں مدارس تھے۔ جنہیں رفیق العلماء، فاضل، کہا جاتا تھا۔ رفیق العلماء کو آپ ہائی سکول اور فاضل کو آپ انٹر کالج سمجھ سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں جامعہ عباسیہ اور اس کے ماتحت مدارس عربیہ کے نصاب میں دینی ودنیاوی علوم شامل تھے۔ علماء اور ٹیچر، مدرسین کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ مفتی غلام قادر صاحبؒ نے خیرالعلوم کے نام پر مدرسہ قائم کیا۔ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ترقی کی شاہراہوں پر تیز رفتاری کی دھوم مچادی۔ خیرالعلوم کو ہائی سکول تک لے گئے اور اسے جامعہ عباسیہ کے ساتھ ملحق کرلیا۔ نصاب جامعہ عباسیہ کا پڑھایا جاتا۔ پنجاب یونیورسٹی میں مولوی عالم اور مولوی فاضل کی ڈگری ملتی تھی تو جامعہ عباسیہ کی ڈگری کو ثالثہ عالم اور ثالثہ فاضل کی ڈگری کہا جاتا تھا۔ ثالثہ فاضل پاس کرنے کے بعد طالب علم جامعہ عباسیہ میں داخل ہوتا اور دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم حاصل کرتا تو آخری علامہ کی ڈگری ملتی تھی جو ایم اے کے برابر ہوتی تھی۔ آپ دن بھر جامعہ عباسیہ کا نصاب پڑھاتے۔ لیکن غریب طلباء کے لئے آپ نے خیرالعلوم کے تحت ہوسٹل کا فری انتظام کیا۔ ان طلباء کو سکول کے امتحان کے دنوں کے علاوہ رات کو بقیہ درس نظامی کی کتب جو جامعہ عباسیہ کے نصاب میں شامل نہ تھیں پڑھائی جاتیں۔ غرض دینی ودنیاوی تعلیم، نصاب عباسی ودرس نظامی کا آپ نے حسین امتزاج قائم کردیا اور اسے بڑی خوبی کے ساتھ چلایا۔

مدرسہ عثمانیہ پیلی راجن میں مولانا سید محمد علیؒ شاہ صاحب، سعید پور نہڑ والی میں مولانا سید سعید الحسن کے والد صاحب مولانا سید عبدالکریم شاہ صاحب جنہیں ''حضرت صاحب'' کہا جاتا تھا نے بھی اور دیگر حضرات نے بھی ایسا سلسلہ نصاب قائم کیا اور غریب طلباء کے لئے فری

ہوسٹل کا انتظام بھی کیا ہوا تھا اور پوری ریاست میں ایسے مدارس کا جال بچھا ہوا تھا۔ لیکن دیانتداری کی بات ہے کہ سب سے زیادہ عروج وشہرت جس ادارہ کو نصیب ہوئی اور جو آج تک بھی قائم ہے۔ وہ مولانا مفتی غلام قادر صاحبؒ کا قائم کردہ ادارہ خیرالعلوم ہے۔ تب اس زمانہ میں جامعہ عباسیہ کے تحت چلنے والے مدارس عربیہ میں دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اور جامعہ عباسیہ کے فضلاء (علامہ) زیادہ تر مدرس ہوتے تھے۔

ویسے ریاست بہاول پور میں ان مدارس میں مدرس کے لئے دارالعلوم دیوبند، جامعہ امینیہ دہلی، علی گڑھ کالج، مظاہرالعلوم سہارنپور، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے فضلاء کو سرکاری ملازمت ملتی تھی اور ان جامعات کے فارغ التحصیل حضرات کے لئے ’’فضلاء خمسہ‘‘ کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ یعنی متذکرہ پانچ مدارس وجامعات میں سے کسی کا فارغ التحصیل ہو تو سرکاری ملازمت کا ریاست بہاول پور میں اسے اہل سمجھا جاتا تھا۔

ون یونٹ کے اختتام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ون یونٹ کے بعد جامعہ عباسیہ اور اس کے ماتحت مدارس عربیہ میں یہ نصاب رہا۔ لیکن آہستہ آہستہ دینی تعلیم کی جگہ دنیاوی تعلیم کا غلبہ ہونے لگا۔ بھٹو صاحب کے عہد کے اقتدار میں جامعہ عباسیہ کو ختم کر کے جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کا نام دیا گیا تو ان تمام مدارس کو مڈل اور ہائی سکول قرار دیا گیا۔ اب دینی تعلیم کی جگہ مکمل تعلیم سکولوں اور کالجوں کی ہے۔ نام اسلامیہ یونیورسٹی ہے۔ لیکن نصاب باقی یونیورسٹیوں جیسا ہے۔ بہاول ریاست کے نیک دل حکمرانوں کی دینی تعلیم سے متعلق تمام جدوجہد کو خاک میں ملا دیا گیا اور انگریزی تعلیم کے اونٹ نے ان مدارس کے خیموں میں مکمل جگہ پر قبضہ کر کے دینی تعلیم کو خیمہ بدر کر دیا۔

مولانا مفتی غلام قادر صاحبؒ خیرالعلوم ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ سکول مکمل طور پر قومی تحویل میں لیا گیا۔ آپ مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائرڈ ہوئے تو خیرالعلوم مدرسہ میں خالص درس نظامی کی تعلیم پر بھرپور توجہ دی۔ اب مدرسہ عربیہ خیرالعلوم خیرپور ٹامیوالی جامعہ خیرالعلوم ہے۔ اس میں دورہ حدیث شریف کی تعلیم ہوتی ہے۔ مولانا مفتی غلام قادر صاحبؒ اس کے بانی سے شیخ الحدیث کے درجہ تک فائز رہے۔ آپ کے تمام رفقاء کو تو فقیر نہیں جانتا۔ لیکن مولانا غلام سرور مرحوم، مولانا علامہ سید نذر محمد شاہ صاحب ایسے حضرات سکول ومدرسہ میں آپ کے دست وبازو تھے اور غالباً یہ سب حضرات یا تو آپ کے ساتھی تھے یا شاگرد۔ غرض اپنی ٹیم بنائی اور بڑی کامیابی کے ساتھ اسے تعلیم کے میدان میں اتارا اور بڑی کامیابی سے فتوحات پر فتوحات حاصل کیں۔

مولانا مفتی غلام قادر صاحب مرحوم کی دیانتداری دیکھئے کہ خیر پور کی معروف دینی برادری جو علماء، فضلاء پر مشتمل تھی۔ یعنی سادات ہمدانیہ ان کو نہ صرف اپنے ساتھ رکھا۔ بلکہ ہمیشہ ان کو اہتمام پر سرفراز رکھا۔ یوں ان کے تعاون وسرپرستی سے آگے بڑھتے چلے گئے اور کارواں کو منزل بمنزل کامیابی سے آگے بڑھاتے گئے۔

مولانا غلام قادر صاحبؒ پختہ رائے رکھتے تھے۔ منتظم مزاج تھے۔ دینی ودنیاوی علوم کو جانتے پہچانتے تھے۔ بڑے سے بڑا سیاستدان اس علاقہ میں سیاسی کامیابی کے لئے مفتی صاحب کے دروازہ کا پانی بھرنے کو اپنے اوپر فرض سمجھتا۔ جسے مناسب سمجھا اس کے ساتھ تعاون کا وعدہ کرلیا۔ جس کے ساتھ ہوگئے۔ وہ کامیاب ہوگیا۔ اس کی کامیابی مفتی صاحب کے تعاون کی مرحون منت ہوتی تو مفتی صاحب دینی اور دنیاوی معاملات میں غریب رفقاء کے لئے ان کو کلمہ خیر کہتے رہتے۔ جس کی سفارش جس سے کردی کبھی رائیگاں نہ جاتی۔ یوں مفتی صاحب کی ذات گرامی اس علاقہ کے غریب عوام کے لئے سایہ رحمت تھی۔ مجھے ذاتی طور پر خود مفتی صاحب کی شخصیت کے احترام کی بلندیوں پر جھانکنے کا موقعہ ملا۔

نواز شریف صاحب کے دور اقتدار میں علاقہ کے زمیندار نے میری دوگائے چوری کرالیں۔ ان دنوں بہاول پور کے معروف سیاستدان تسنیم نواز گردیزی وفاقی وزیر تھے۔ ان کا ایک عزیز رسہ گیر زمیندار کا حمایتی تھا۔ میری کوئی پیش نہ جانے دیتا۔ زمیندار نے اسے شیشہ میں اتارا ہوا تھا۔ میں جس آفیسر کو مل کر آتا اگلے دن وہ ملتا۔ تسنیم نواز کا نام استعمال کرتا اور پیش رفت کو بریک لگ جاتی۔ مجھے بھنک پڑی کہ مولانا مفتی غلام قادر صاحب کے تسنیم نواز سے مراسم ہیں۔ خیر پور گیا۔ مفتی صاحب نے تسنیم نواز کو فون کیا۔ وہ بہاول پور گھر آئے ہوئے تھے۔ اگلے دن ملاقات کا وقت طے ہوا۔

مفتی صاحب بہاول پور تشریف لائے۔ مجھے ساتھ لیا اور تسنیم نواز صاحب گردیزی کے گھر گئے۔ اس کا میٹنگ ہال علاقہ بھر کے زمینداروں سے اٹا ہوا تھا۔ تسنیم نواز صاحب نے مفتی صاحب کے تشریف لانے کا سنا باہر آکر استقبال کیا۔ کمرہ خاص میں لے گیا۔ علیک سلیک، خیر خیریت کے تبادلہ کے بعد تشریف آوری کی وجہ دریافت کی۔ مفتی صاحب نے فقیر کا تعارف کرایا اور چوری کی تفصیلات بیان کرنے کا مجھے ارشاد فرمایا۔ میں نے تفصیل سے صورت حال عرض کی۔ اس دوران جتنا وقت بھی گذرا تسنیم نواز کے چہرے پر شکن تو در کنار انہوں نے کروٹ تک مفتی صاحب کے احترام میں نہیں بدلی۔ ان کے جس عزیز پر چور کی طرف داری کرنے کا الزام لگایا

اسے بلایا اور دوحرفی تاکید کی اور کہا کہ یہ مولوی صاحب ہمارے مفتی صاحب کے تعلق دار ہیں۔ آئندہ شکایت نہ آئے۔ چور کی امداد کی بجائے چوری برآمد ہونی چاہیئے اور پھر ایس، پی کو فون کیا کہ چوری برآمد کرائیں۔ آئندہ یہ مولوی صاحب یہ شکایت لے کر میرے پاس نہ آئیں۔

فون رکھا اور مفتی صاحب سے عرض کیا کہ اتنے کام کے لئے خود تکلیف نہ کیا کریں۔ مجھے فون کر دیا کریں یا وزٹنگ کارڈ دے دیا کریں۔ انشاءاللہ تعمیل ارشاد ہوگی اور پھر دروازہ تک چھوڑنے کے لئے آئے۔ اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سیاسی، اقتدار کے حلقوں میں آپ کا کتنا احترام تھا۔

مفتی صاحب کے مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں حضرت امیر شریعتؒ، حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت جالندھری صاحبؒ، حضرت بہاولپوریؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ سے احترام ومحبت کے تعلقات تھے۔ اپنے جامعہ کے سالانہ جلسہ پر ان حضرات کو اور ان حضرات کے پسماندگان کو ہمیشہ بلانے کی روایت پر بڑی استقامت ومداومت کے عمل کو جاری رکھا۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں شہداء مسجد لاہور کے ایک اجلاس میں وفد سمیت تشریف لائے۔ علماء کی ملکی سطح پر جب کوئی اہم میٹنگ ہوتی اس میں ان کی تشریف آوری کو ضروری سمجھا جاتا۔ جب بھی نمائندگی کی ضرورت ہوتی۔ بہاول پور ڈویژن کے علماء کی نمائندگی ان کی شرکت کے بغیر ادھوری سمجھی جاتی۔ تنظیم اہل سنت کی مرکزی شوریٰ کے رکن تھے۔ وفاق المدارس، خیر المدارس اور دیگر مدارس کی شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ کے بلامبالغہ سینکڑوں علماء شاگرد ہوں گے۔

مائل بہ پستی متوسط قد، مائل بہ سفیدی گندمی رنگ، ورلی چھٹرک داڑھی، ہلکا بدن، چہرہ پر علم کی متانت، میانہ روی پر کلہ والی دستار آپ کی پہچان تھی۔ بہت ہی بخت ور انسان تھے۔ مٹی کو ہاتھ ڈالتے قدرت سونا بنا دیتی۔ جہاں رہے ہمیشہ ممتاز رہے۔ ہنس مکھ، معاملہ فہم طبیعت تھی۔ بات ستھری کہنے کے عادی تھے۔ دل کے صاف اور منکسر المزاج تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کو اس کے مقام کے مطابق احترام دیتے۔ اس لئے ہر حلقہ میں ان کا احترام کیا جاتا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ بانی رہنما حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے بڑے صاحبزادہ مولانا حافظ حبیب الرحمٰن جالندھریؒ جو حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے فرزند نسبتی بھی تھے۔ انہوں نے بھی خیر العلوم میں آپ کے ہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔ بیعت کا تعلق

غالباً حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھا۔ اب حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کو اس تعلق خاطر کی بنیاد پر ہمیشہ جامعہ خیرالعلوم کے سالانہ اجلاس پر دعوت دیتے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے احترام میں پیش پیش رہتے۔ جب حضرت مدظلہ ان کے جامعہ میں تشریف لاتے تو ان کی عید ہو جاتی۔ خوشی سے ان کے قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ ملک کے نامور مفتیان میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ فقہی جزئیات پر مکمل دسترس تھی۔ آپ کے فتاویٰ جات کو علمی اور سرکاری حلقوں میں وقیع جانا جاتا تھا۔

وہ اس دنیا سے کیا گئے علم وفضل کا ایک روشن و درخشندہ ستارہ روپوش ہو گیا۔ اکابر کی روایات کی چلتی پھرتی تصویر آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ ۴؍جولائی ۲۰۰۷ء کو انتقال ہوا۔ ۵؍جولائی جمعرات کو صبح جنازہ ہوا۔ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن رکین اور جامعہ باب العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نے پڑھایا۔ تاریخ کا ایک باب سمٹ گیا۔ ان کی صالح عالم دین اولاد، سینکڑوں شاگرد، حلقہ احباب، جامع مسجد اور جامعہ خیرالعلوم ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بہاروں کو قیامت کی صبح تک تازہ دم اور مہکتا رکھیں۔ وما ذالك علىٰ الله بعزيز!

حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی نعمت سے وافر حصہ نصیب ہو۔ ان کی وفات بذات خود عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ، پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائیں۔ آمین بحرمة خاتم النبيين!

(لولاک شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ)

(۳۰) ...... حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی کا سانحہ ارتحال!

(وفات ۲۴؍اگست ۲۰۰۷ء)

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے نواسے اور مایہ ناز شاگرد حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستیؒ ۲۴؍اگست ۲۰۰۷ء کو دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ انا لله وانا اليه راجعون! مولانا شفیق الرحمٰن درخواستیؒ نے اپنے بچپن سے جوانی تک کا پورا عرصہ اپنے نانا مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کی سرپرستی میں گذارا۔ جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خان پور میں ابتدائی تعلیم سے لے کر دورہ حدیث شریف تک کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ شیخ الحدیث، حضرت مولانا واحد بخشؒ صدر مدرس، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی اور دیگر نابغہ روزگار شخصیات سے انہوں نے شرف تلمذ حاصل کیا۔ فراغت کے بعد اپنے مادر علمی مخزن العلوم میں مدرس مقرر ہو گئے۔ خداداد صلاحیتوں کی

بنیاد پر کامیاب اساتذہ کی صف میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ اسلامی مشن بہاولپور میں چند سال رہے۔ پھر جامع عبداللہ بن مسعودؓ کے نام سے خان پور میں اپنا ادارہ قائم کیا۔ اس میں مہتمم، شیخ الحدیث اور مفسر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بہت اچھے خطیب تھے۔ ان کی خطابت میں تدریس کی شان نمایاں ہوتی تھی۔ بھرپور اور ثقہ معلومات سے سامعین کو نوازتے۔ ابتداء خطابت میں حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب کے انداز ترنم کی جھلک ہوتی تھی۔ حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ کے وصال کے بعد ان کے انداز خطابت کو اپنایا اور بہت حد تک اس میں کامیابی بھی حاصل کی۔

ابتداء میں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت سے تعلق رکھا۔ پھر مجلس علماء اہل سنت میں شامل ہوگئے۔ آج کل اس کے امیر تھے۔ جمعیت علماء اسلام میں شامل رہے۔ آج کل ایک دھڑا کے مرکزی سرپرست تھے۔ غرض مذہبی وسیاسی نوعیت سے جس جماعت میں رہے نمایاں رہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کے شاگردوں کا وسیع حلقہ ہے۔ خدالگتی یہ ہے کہ وہ اس وقت جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ کی پہچان تھے۔ جس دن انتقال ہوا نماز عصر کی تیاری کر کے ورد واوراد میں مشغول تھے۔ اچانک دل کا دورہ پڑا اور جان کی بازی ہار گئے۔ اگلے روز ساڑھے دس بجے آپ کے صاحبزادہ مولانا حماداللہ درخواستی کی امامت میں جنازہ ہوا اور دین پور شریف کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق رفیق ہو۔ آمین ثم آمین! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرحوم کے خاندان ومدرسہ کے جملہ حضرات کے اس اچانک غم میں برابر کی شریک ہے۔ حق تعالیٰ ان سب کے حامی وناصر ہوں۔ آمین!

(لولاک رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ)

(۳۱) ...... مولانا کریم بخش علی پوریؒ سے وابستہ چند یادیں!

(وفات ۱۹؍ستمبر ۲۰۰۷ء)

۱۹؍ستمبر ۲۰۰۷ء مطابق ۶؍رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ عصر سے قبل مولانا کریم بخش علی پوریؒ اپنے آبائی گاؤں باقر شاہ شمالی نزد خیر پور سادات علی پور ضلع مظفر گڑھ میں انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

مولانا کریم بخش صاحبؒ ارائیں فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ آبائی پیشہ زمیندارہ تھا۔ ان کے والد ملک اللہ وسایا ارائیںؒ متوسط طبقہ کے زمیندار تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر مولانا محمد عمر صاحب سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ محمدیہ قصبہ مڑل، دارالعلوم کبیر والا، قاسم العلوم

ملتان، مخزن العلوم خانپور میں پڑھتے رہے۔ دورہ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے ۱۹۷۱ء میں کیا۔ جبکہ فقیر نے دورہ حدیث ۱۹۶۶ء میں کیا۔ فقیر اور مولانا کریم بخش صاحبؒ کا عمر کا تفاوت بھی تقریباً اتنا ہی ہے۔ مولانا کریم بخشؒ دورہ سے فراغت کے بعد جامعہ مسجد معاویہ عثمان آباد ملتان میں امام وخطیب رہے۔ پھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دارالمبلغین میں استاذ المناظرین حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ سے مناظرہ کی تربیت حاصل کی۔ اس زمانہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے یونٹ مغل پورہ کے امیر سید شبیر شاہ صاحب تھے۔ انہوں نے دفتر مرکزیہ سے مبلغ طلب کیا۔ تب مرکز نے مولانا مرحوم کی وہاں پر تقرری کردی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے اختتام تک آپ وہاں رہے۔ پھر مولانا عبدالرؤف جتوئیؒ کو مولانا غلام حیدرؒ صاحب کی اعانت کے لئے اسلام آباد بھیجا گیا۔ تب دفتر لاہور مجلس تحفظ ختم نبوت بالمقابل شاہ محمد غوث مزار بیرون دہلی دروازہ سرکلر روڈ میں مولانا کریم بخش صاحب کا تقرر کیا گیا۔ مولانا کریم بخش ایک اچھے رسیلے مقرر تھے۔ مطالعہ، قادیانیوں سے گفتگو، درس، بیان، ان چیزوں میں گذارہ کرتے تھے۔ طبیعت کا لگاؤ اس طرف بالکل نہ تھا۔ تحریک، ذہن سازی، کوئی ڈیوٹی سخت سے سخت کیوں نہ ہو، اسے چیلنج سمجھ کر قبول کرنا اور پھر منطقی نتیجہ تک پہنچانا۔ قادیانی، مسلم عدالتی تنازعہ ہو تو مقدمہ کی پیروی کرنا، اس سے باخبر رہنا اور دفتر کو باخبر رکھنا اور مقدمہ کی کامیابی کے لئے تمام وسائل وذرائع کو استعمال میں لانا، مجلس کے کاز کے لئے افسران سے رابطہ اور انہیں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیت کی اسلام دشمنی سے باخبر رکھنا، مجلس کے لڑیچر کی اشاعت وتقسیم، مشترکہ اجتماعات میں مجلس کی نمائندگی، ان کاموں کے لئے مولانا کریم بخش صاحبؒ نہ صرف فٹ تھے بلکہ دیانتداری کی بات ہے کہ بعض کاموں کے لئے ان کی مساعی کو دیکھ کر رشک پیدا ہوتا تھا۔

مولانا کریم بخش صاحبؒ خوب مردم شناس تھے۔ جو شخص ان کے خیال میں کاز کے لئے مفید ہوسکتا تھا اس سے دوستی اور تعلقات نہ صرف بڑھاتے۔ بلکہ کبھی نہ ٹوٹنے دیتے۔ ان کے دکھ سکھ میں افراد خانہ کی طرح دلچسپی لیتے۔ جس شخص کے متعلق محسوس کیا کہ اس میں انفرادیت کی مرض ہے۔ قطار میں چلنے کی بجائے علیحدہ راستہ اختیار کرتا ہے یا خودستائی وخودفریبی میں مبتلا ہے۔ اسے ہمیشہ باتوں باتوں میں رسمی طور پر علیک سلیک کے بعد فارغ کردیتے۔ کبھی نہ ان سے ملنے جاتے اور اگر وہ ملنے آ گیا تو نہ اس کے لئے کوئی اہتمام کرتے۔ غرض ٹرخانوے لگاتے اور جو جوہر قابل دیکھا تو اس کے لئے دیدہ ودل فرش راہ کرتے۔

مولانا مرحوم بنیادی طور پر زمیندار تھے اور طبیعت میں غریب پروری تھی۔ باوفا انسان تھے۔ مشرقی پاکستان سے ایک ساتھی چوہدری محمد ہاشم پاکستان آئے ہوئے تھے کہ ڈھاکہ فال ہوگیا وہ یہیں رہ گئے۔ ان کا یہاں کوئی عزیز، نہ ٹھکانہ تھا۔ نہ ہی پڑھنے پڑھانے کے آدمی تھے۔ سیلانی طبیعت تھی۔ جرنیلی ڈنڈا ہاتھ میں ہوتا۔ آج یہاں، کل وہاں۔ جمعیت علمائے اسلام کے بنیادی نظریاتی کارکن تھے۔ جب لاہور آتے تو مولانا کریم بخش صاحبؒ کے ہاں ان کا ڈیرہ ہوتا اور مہینوں وہ مولانا کے ہاں رہتے۔ مولانا جو روکھی سوکھی کھاتے اسے بھی شریک رکھتے۔ نام کریم بخش تھا تو مزاجاً بھی کریم النفس تھے۔

اسی طرح ایک ساتھی عبدالغفور حقانی جو اوچ شریف کی اعوان فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ بلا کے ورکر، انتھک اور محنتی، نظریاتی کارکن۔ وہ مولانا مرحوم کے ہاں رہنے لگے اور سالوں مولانا مرحوم کے ساتھ رہے۔ مولانا کی کریم النفسی کہ ایک دن بھی معاملہ تو تکار تک نہیں گیا۔ یہ حقانی صاحب بعد میں علامہ ممتاز اعوان ہوئے۔ ختم نبوت یوتھ فورس، شبان ختم نبوت اور آج کل پاسبان ختم نبوت کے مرکزی رہنماء ہیں۔ حق تعالیٰ بہت ہی برکتوں سے نوازیں۔

اسی طرح ایک ساتھی اچھے ورکر جناب حافظ محمد اکبر صاحب جتوئی کے تھے۔ وہ اخبار جنگ لاہور میں ملازم ہوئے۔ پھر ملتان، انہوں نے بھی محبان یا عاشقان مصطفیٰؐ کے نام سے ایک انجمن قائم کی اور یوں نعت خوانی کے ذریعہ وہ خدمت خلق کرتے رہتے تھے۔ یہ بھی عرصہ تک حضرت مولانا کریم بخش صاحبؒ کے ساتھ دفتر میں مقیم رہے۔ اوپر جن حضرات کا تذکرہ ہوا یہ سب مولانا کریم بخش صاحبؒ کے اخلاص وتقویٰ ودیانت وشرافت کے قائل اور بھرپور مداح ہیں۔ اس حیثیت سے ان کی گواہی بہت وزنی حیثیت رکھتی ہے کہ یہ سب مولانا مرحوم کے شب وروز کے ساتھی تھے۔

علاقائی حیثیت سے جناب نوابزادہ نصراللہ خان، جناب سردار منظور احمد خان گوپانگ اور دوسرے رہنماؤں سے ان کے بہت اچھے تعلقات تھے اور ان تعلقات سے وہ اپنے غریب ساتھیوں کے کام آتے تھے۔ مولانا کریم بخش صاحبؒ اور فقیر چند سالوں کے فرق سے مجلس میں شامل ہوئے۔ فقیر سے ان کا جماعتی تعلق، ذاتی تعلق میں بدل گیا۔ فقیر لائل پور رہا یا چناب نگر۔ زیادہ کام لاہور سے متعلق ہوتے تو مولانا مرحوم سے ہفتہ، عشرہ، پندرہ دن حد مہینہ میں ایک آدھ ملاقات لازمی ہوتی تھی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی کامیابی کے نتیجہ میں چناب نگر (ربوہ) کو کھلا شہر قرار دیا گیا۔ مجلس کے مدارس ومساجد قائم ہونی شروع ہوئیں۔ تو ان کا لائل پور اور چناب نگر آنا یا فقیر کا لاہور جانا رہتا تو یہ جماعتی دوستی، ذاتی محبت میں بدل گئی۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مجلس کا دفتر لاہور، آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا مرکزی دفتر بنا۔ اس تمام تحریکی زمانہ میں مولانا کریم بخش صاحبؒ نے جان جوکھوں میں ڈال کر بھرپور محنت کی۔ چند واقعات جو اس وقت بھی ذہن کی ڈسک میں محفوظ ہیں۔ وہ عرض کرتا ہوں:

۱...... تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے بعد قادیانی مرکز ربوہ کے نام کی تبدیلی کے مطالبہ نے زور پکڑا۔ مجلس نے آل پاکستان سالانہ ختم نبوت کانفرنس جو پاکستان بننے کے بعد چنیوٹ میں منعقد ہوتی تھی۔ اسے چناب نگر میں منتقل کیا۔ ربوہ کے نام کو صدیق آباد سے تبدیل کرنے کی ایک بار قرارداد منظور ہوئی۔ اس کانفرنس میں کاہنہ نو ضلع لاہور کے جناب فیروز الدین تشریف لاتے تھے۔ یہ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے عاشق صادق تھے۔ ان کا بیعت کا تعلق غالباً حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ سے تھا۔ انہوں نے کاہنہ نو سے مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی صدیق آباد براستہ چنیوٹ ضلع جھنگ منی آرڈر کرایا۔ تاکہ سرکاری کاغذات میں نام کی تبدیلی مانوس ہو۔ ایسے مخلص ورکر اور ذہین تھے۔ یہ سب کچھ اکابر کی صحبتوں کی برکت کا اثر تھا۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میری لائبریری کی تمام کتب ورسائل کو چناب نگر مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی کی بخاری لائبریری کے لئے مجھ سے لے لیا جائے۔ مولانا کریم بخش صاحبؒ نے مجھے اطلاع کی۔ مولانا نذیر احمد بلوچؒ کے پاس گاڑی تھی۔ ان کے ہمراہ مولانا کریم بخشؒ، فقیر راقم ہم تینوں گئے۔ ان کی لائبریری سے کتب اور رسائل اٹھالائے۔ اس میں ہفتہ وار چٹان، ہفتہ وار خدام الدین، ہفتہ وار ترجمان اسلام کے رسائل کی معتد بہ تعداد تھی۔ ہر رسالہ فیروز الدین صاحب کا پڑھا ہوا۔ اہم بات انڈر لائن کی ہوئی اور حاشیہ پر اپنی طرف سے ریمارکس درج تھے۔ گاڑی کی ڈگی، پچھلی سیٹ چھت تک بھر گئیں۔ کچھ چھت پر رکھیں۔ گاڑی فل کر کے نکلے۔ چونگی سے گذرے چونگی والوں نے بھری گاڑی دیکھ کر سمجھا کہ شاید دوائیوں کے ڈبے ہیں، محصول نہیں دیا۔ انہوں نے گاڑی تعاقب میں لگادی۔ مولانا بلوچ کی رگ ظرافت پھڑکی، انہوں نے گاری تیز کردی ان کا شک، یقین میں بدل گیا۔ اب دونوں گاڑیوں کا مقابلہ شروع ہو گیا۔ مولانا نذیر بلوچ کو بہت

سمجھایا کہ آپ ان کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ان کا مؤقف کہ شغل کر رہا ہوں۔ خیر ہماری منت پر مان گئے رفتار کم کر دی۔ چونگی والوں کی گاڑی آگے آ کر راستہ روک کر کھڑی ہوگئی۔ شکار پھنس گیا کے نشہ میں وہ گاڑی سے اترے۔ ہماری گاڑی کو آ کر دیکھا۔ پرانے رسائل وکتب دیکھ کر ان کی پیشانی عرق آلود ہوگئی کہ اس میں تو محصول کی کوئی چیز نہیں۔ مولانا بلوچ نے قہقہہ لگایا وہ کھسیانے ہوگئے۔ انہوں نے گاڑی چلادی اور یوں معاملہ ختم ہوگیا۔ یہ تمام کتب ورسائل بوریوں کارٹنوں میں بند کر کے مولانا کریم بخشؒ نے چناب نگر بھجوادیئے۔

اسی طرح حافظ عبدالرحمٰن صاحب تلہ گنگ کے ساتھی تھے۔ انہوں نے بھی اپنی تمام کتب بخاری لائبریری چناب نگر کے لئے بھجوادیں۔ حیدرآباد سندھ میں مجلس کا پہلے کرایہ کا دفتر تھا۔ (اب تو بہت اچھا ملکیتی دفتر ہے) کرایہ کا دفتر تبدیل ہوا تو وہاں کی ایک شاندار بڑی آہنی لائبریری مولانا بلوچ ظاہر پیر میں لائے۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے مولانا قاضی اللہ یار خانؒ کو بھیج کر وہ الماری ملتان منگوائی۔ ملتان سے چناب نگر تعمیراتی سامان کا ٹرک جانا تھا۔ الماری بھی رکھ دی جو چناب نگر پہنچ گئی۔ اس الماری سے لائبریری میں کتابوں کو رکھنے سے لائبریری کا افتتاح ہوا۔ پھر ملتان سے ایک اور آہنی الماری آ گئی۔ مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے کمرہ نمبر۲ کو ابتداً لائبریری کے لئے مختص کیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد مجلس نے چنیوٹ میں دارالمبلغین قائم کیا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ وہاں مناظرہ کی کلاس لگاتے تھے۔ یہ دارالمبلغین شاہی مسجد کے کمروں میں قائم تھا۔ اس میں لکڑی کی بغیر رنگ کے ایک خستہ سی الماری تھی۔ آج کل وہ مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے مطبخ میں برتنوں کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔ پہلے کی دو متذکرہ الماریاں اب لائبریری جو کمرہ نمبر۲ کے حال میں منتقل ہوئی وہاں موجود ہیں۔

صاحبزادہ حافظ محمد عابد مرحوم نے حضرت میاں جان محمد صاحبؒ باگڑ سرگانہ والے جو حضرت ثانیؒ کے خلیفہ تھے۔ ان کی لائبریری بمع دوعدد لکڑی کی بڑی سائز کی عمدہ الماریاں دیار کی لکڑی کی عمدہ نقش سے بنی ہوئیں میاں صاحب مرحوم کے صاحبزادہ میاں خان محمد صاحب کو کہہ کر ملتان بھجوائیں۔ تفسیر، حدیث، سیرت، تاریخ کی کتابیں ملتان مجلس کی لائبریری میں درج ہوئیں۔ درسی کتب حضرت مولانا فیض احمد شیخ الحدیث کے مدرسہ امدادیہ کو دے دی گئیں۔ دونوں الماریوں کا سپرٹ پالش کرایا۔ پہلے ماہنامہ لولاک کے لئے زیر استعمال رہیں۔ پھر ان کو ملتان سے چناب نگر بھجوایا گیا۔ آج کل وہ کورس وکانفرنس کے موقعہ پر قابل فروخت کتب مکتبہ کے لئے زیر استعمال

ہیں۔ چناب نگر بخاری لائبریری جو کمرہ نمبر۲ میں ہے۔ اس کی تمام بقیہ الماریاں سرگودھا سے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی کے ذریعہ بنوا کر بھجوائیں۔ فقیر جس وقت چناب نگر گیا۔ اس وقت لائبریری میں ایک کتاب نہ تھی۔ یوں اکٹھا کرا کے کتابیں آنا شروع ہوئیں۔ اس وقت پانچ ہزار کے لگ بھگ کتب ہیں۔ صرف ایک بار پانچ سات ہزار کی کتابیں خریدکیں۔ باقی سب ادھر ادھر سے جمع ہوئیں۔

۳...... فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ جہاں جاتے ان کی کتب کے بکس ان کے ہمراہ ہوتے۔ وہ آخری سفر میں چناب نگر سے لاہور گئے تو وہ کتب ان کے ہمراہ تھیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے ورثاء سے معاملہ طے کر کے ان کتب کو لاہور دفتر میں حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ لائے۔ مولانا کریم بخش صاحبؒ نے ان کو چناب نگر بھجوایا۔ اس کے دو زنگ آلود بکسے خستہ حالت میں قاری شبیر احمد کے زیر استعمال تھے۔ اگر انہوں نے ضائع نہیں کئے واپس کر دیں تو رنگ کرا کر لائبریری میں رکھ دیں۔ ہماری ان سے یادیں وابستہ ہیں۔ اب کمرہ نمبر۲ میں لائبریری کی تمام الماریاں فل ہیں۔ کتب کے ڈھیر لگے ہیں۔ مزید الماریاں اس لاچ میں نہیں بنوا رہے کہ یہ کمرہ بھی لائبریری کے لئے ناکافی ہے۔ مدرسہ کے سامنے پلاٹ جو خریدے ہیں اس میں لائبریری ہال بننا چاہئے تو کتب کو وہاں منتقل کیا جائے۔ یہ ہماری زندگی میں نہ ہو تو جب بھی ہو۔ لیکن جو رفقاء ہوں وہ لائبریری سیٹ کرتے وقت ’’گلستان میں جب بہار آئے تو ہمیں یاد رکھنا‘‘

۴...... ایک قادیانی کتاب ’’تذکرۃ المہدی‘‘ اس میں ایک غلیظ حوالہ ہے۔ یہ ایک کتاب صرف حضرت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمدؒ کے پاس تھی۔ وہ سٹیج پر خود حوالہ نہ پڑھتے، یہ حوالہ کسی نوجوان سے پڑھاتے تو مجمع میں قادیانی اخلاق باختگی سن کر سراسیمگی پھیل جاتی۔ قاضی صاحب اندرون سندھ سے ٹرین پر سفر کر رہے تھے۔ کتب کا بکس آہنی زنجیر سے سیٹ کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ کسی بدبخت نے وہ زنجیر کاٹ کر چرا لیا۔ اس میں یہ کتاب بھی تھی۔ فقیر نے واقعہ سن رکھا تھا۔ کتاب کا نام معلوم نہ تھا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے اس کا نام پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ حوالہ ہے۔ وہ لکھنے کا...... نہیں۔ چناب نگر قیام کے دوران میں ایک مسلمان پروفیسر کے قادیانی شاگرد سے قادیانیوں کی خلافت لائبریری سے وہ کتاب ایشو کرائی۔ پروفیسر صاحب نے وہ کتاب لا کر دی۔ تین دن کا وقت تھا کتاب واپسی کے لئے۔ وہ کتاب لی اور فقیر لاہور جا دھمکا۔ کتاب کھول کر تین سیٹ فوٹو تیار کرائے۔ چناب نگر، ملتان، محترم باوا صاحب کو

کراچی وہ فوٹو بھجوائے۔ کتاب دوبارہ اسی طرح جلد کرائی کہ باہر کی چٹ اور اندر کا کاغذ سب کچھ وہی۔ پروفیسر صاحب کو بھی اس وقت نہ بتایا کہ میں نے اس کتاب سے یہ واردات کی ہے۔ جب ان کے قادیانی شاگرد کے ذریعہ قادیانی لائبریری میں اصل کتاب واپس جمع ہوگئی تب پروفیسر صاحب کو بتایا۔ اس وقت تو وہ حیران ہوگئے۔ لیکن نقصان یہ ہوا کہ پھر کسی بھی کتاب کے منگوانے کے لئے کنی کترانے لگے۔ یہ پروفیسر حافظ محمد یوسف تھے۔ جو آج بھی زندہ سلامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔ پھر بعد میں کہیں سے مولانا منظور الحسینیؒ بھی اصل کتاب ڈھونڈ لائے۔ پھر ایک نسخہ اصل کہیں اور جگہ سے مل گیا۔ اب قادیانیوں نے اس کتاب کو کمپیوٹر پر شائع کیا ہے۔ وہ لفظ کھا گئے۔ وہاں...... نقطے قادیانیوں نے ڈال دیئے ہیں۔ اس کتاب کا فوٹو اور جلد لاہور میں سب مراحل مولانا کریم بخش صاحب کے ذریعہ طے ہوئے تھے۔

۵...... مولانا نظام الدین بی، اےؒ کوہاٹی جن کا فراق یاراں میں تفصیل سے تذکرہ ہے۔ احتساب ج۱۴ میں ان کے تمام رسائل کو یکجا کیا گیا ہے۔ مولانا مرحوم کے ایک صاحبزادہ جناب عنایت اللہ برق ریٹائرڈ چیئرمین واپڈا نے مولانا کریم بخش صاحبؒ کو فون کیا کہ میرے والد صاحب کی ردقادیانیت پر کتب ورسائل کو مجلس کی مرکزی لائبریری ملتان کے لئے مجھ سے وصول کرلیں۔ فقیر ایک دن لاہور گیا۔ باتوں باتوں میں مولانا کریم بخشؒ نے فون کا تذکرہ کیا۔ ہفتہ دس دن سے فون آیا ہے۔ کتابیں لینے جانا ہے۔ فقیر نے سنا تو زمین پاؤں تلے سے نکل گئی کہ اتنا اہم کام اور مولانا مرحوم نے پرواہ نہیں کی۔ اصل میں وہ کتابوں کے مسئلہ کو بہت توجہ سے نہیں لیتے تھے۔ علی الصبح موٹر سائیکل پر بیرون دہلی دروازہ سے نکلے۔ شیر پاؤ پل گذر کر بائیں ہاتھ آفیسر کالونی ہے۔ واپڈا کے سابق چیئرمین عنایت اللہ برق صاحب کے ہاں جادھمکے۔ انہوں نے الماریاں دکھادیں۔ ہم نے کتابیں جمع کیں۔ موٹر سائیکل پنکچر ہوگیا۔ وہیں چھوڑا۔ برق صاحب کی گاڑی پر کتابوں کے گٹھڑ دفتر لائے۔ بعد میں مولانا کریم بخشؒ نے وہ کتابیں ملتان بھجوادیں۔

۶...... جب مولانا کریم بخش صاحبؒ لاہور مغلپورہ کے مبلغ تھے۔ یہ ۱۳۹۲ھ غالباً ۱۹۷۲ء کا دور بنتا ہے۔ تب مغلپورہ میں ایک قادیانی سے فقیر کا باضابطہ مناظرہ ہوا۔ اس میں حضرت مولانا محمد حیاتؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ بھی موجود تھے۔ بعد میں ۱۳۹۲ھ کی مجلس کی روئیداد کے مقدمہ ص۱۸، ۱۹ پر اس مناظرہ کی حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے مختصر رپورٹ لکھی۔ جو یہ ہے:

’’عرصہ دراز سے مرزائی میدان مناظرہ سے راہ فرار اختیار کر چکے تھے۔ اس سال (۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۹۷۲ء) شالامار باغ لاہور کے نواح میں میدان خالی پاکر مرزائیوں نے مناظرہ کا چیلنج کردیا۔ مقامی علمائے کرام نے مرزائیوں کی تمام شرائط قبول کرلیں۔ مناظرہ مرزائیوں کے گھر ہوگا۔ فریقین کے مخصوص آدمی بیٹھ سکیں گے۔ حیاۃ مسیح اور صدق وکذب مرزاغلام احمد دوموضوع ہوں گے اور باوجود غلام احمد کے زیر بحث آنے کے غلام احمد کی کتابیں پیش نہ کی جاسکیں گی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت مغل پورہ گنج لاہور کے اراکین محترم جناب سید شبیر حسین شاہ صاحب امیر مجلس مغل پورہ کی قیادت میں باطل کی تردید کے لئے مخالف لہروں کے باوجود سیدھا تیرنے میں ہی لطف محسوس کرتے ہیں۔ انہیں جب علم ہوا تو باوجودیکہ شرائط مناظرہ مرزائی مناظر نے مرتب کی تھیں۔ سب مان لیں اور دفتر اطلاع دی۔ حضرت امیر مرکزی مولانا لال حسین صاحبؒ نے طے فرمایا کہ مناظرہ جماعت کے نئے مناظر مولانا اللہ وسایا صاحب مبلغ لائل پور کریں گے اور مجلس مناظرہ کے سامعین میں مولانا محمد حیات صاحبؒ شرکت فرما ہوں گے۔ مناظرہ آٹھ بجے صبح شروع ہوا۔ پہلی مجلس میں حیات مسیح علیہ السلام پر گفتگو ہوئی۔ فاضل نوجوان مولانا اللہ وسایا صاحب نے مرزائی مبلغ کا ایسا تعاقب کیا کہ وہ اپنے ہی دلائل میں الجھ کررہ گیا۔ پہلی مجلس کے اختتام پر مسلمان شرکاء مجلس نے مولانا محمد حیاتؒ کو مبارک باد دی کہ آپ حضرات کی محنت سے آپ کے بعد صداقت اسلام کے لئے مناظرہ کا میدان خالی نہیں۔ مرزائی شرکاء مجلس نے اعتراف کیا کہ مجلس میں گفتگو متانت شرافت کے ساتھ علمی دائرہ میں محدود رہی۔ نماز ظہر اور کھانے کے وقفہ کے بعد جب دوبارہ مرزائیوں کے مکان پر گئے تو مرزائی لیت ولعل سے کام لے رہے تھے۔ اتنے میں پولیس سب انسپکٹر مع گارڈ تشریف لائے اور کہا کہ آپ لوگ کیوں جمع ہیں۔ مولانا اللہ وسایا نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ اپنے گھر میں مسئلہ کی افہام وتفہیم کے لئے جمع ہیں۔ کسی قسم کا نقص امن کا خطرہ نہیں۔ مرزائی مالک مکان مع مرزائی مناظر کے بول اٹھا کہ جناب مکان ہمارا ہے اور نقص امن کا شدید خطرہ ہے۔ پولیس نے مجلس برخاست کرنے کو کہا۔ مولانا اللہ وسایا کے سوال پر سب انسپکٹر پولیس نے ہنس کر کہا کہ مولانا مجھے یہی لوگ تو بلا کر لائے ہیں۔ اب آپ ان کی جان بخشی کریں۔‘‘ (مقدمہ روئیداد ۱۳۹۲ھ مجلس ص ۱۸، ۱۹)

۷...... مارچ ۱۹۸۹ء میں قادیانی جماعت صدسالہ جشن منانے کی تیاری کرنے لگی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت نے امت مسلمہ کے تعاون سے آواز بلند کی۔ قادیانیوں کے جشن پر پابندی لگ گئی۔ قادیانیوں نے ہائیکورٹ لاہور میں رٹ دائر کردی۔ جسٹس خلیل الرحمٰن صاحب

کے ہاں سماعت کے لئے منظور ہوگئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے وکیل سید ریاض الحسن گیلانی، جناب محمد اسماعیل قریشی کی خدمات حاصل کیں۔ اس زمانہ میں پنجاب کے ڈپٹی اٹارنی جناب نذیر احمد غازی تھے۔ انہوں نے مجلس سے فرمایا کہ میری تیاری کرادیں تو میں سرکاری وکیل ہوں۔ اس سے بات میں وزن ہوگا۔ مولانا کریم بخشؒ اور فقیر نے ان کے دفتر جاکر خدمت کی۔ ایک دن انہوں نے جسٹس محبوب احمد صاحب کی تقریر کا پمفلٹ دیا۔ جس میں ختم نبوت کا تذکرہ تھا۔ وہ حوالہ کورٹ میں فائدہ مند ہوسکتا تھا۔ نیز یہ کہ میاں محبوب احمد اس وقت چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ بھی تھے۔ غازی نذیر صاحب نے فرمایا کہ یہ پمفلٹ شائع ہونا چاہئے اور کل اس کا حوالہ پیش ہوتو پورے عدالتی کمرہ میں یہ تقسیم بھی ہوجائے۔ اب صرف ایک رات درمیان میں تھی۔ مولانا کریم بخش صاحبؒ نے وہ رسالہ لیا۔ اس زمانہ میں نسبت روڈ چوک سے سرکلر روڈ پر جائیں تو ایک گلی کے کمرہ میں ایک کاتب صاحب ہوتے تھے۔ بہت ہنس مکھ، سگریٹ اور چائے کے رسیا، ہلکا بدن، خشخسی داڑھی، موڈی آدمی تھے۔ لیکن جب وعدہ کرلیتے تو نبھاتے تھے۔ ویسے مولانا کریم بخشؒ نے ان سے دوستی گانٹھ رکھی تھی۔ ان کو شام کے قریب پمفلٹ دیا کہ رات گئے کتابت ملنی چاہئے۔ میں نے آج رات شائع کرنا ہے۔ انہوں نے حامی بھرلی۔ رات کے بارہ بجے تک فقیر نے غازی صاحب کے کمرہ میں حوالہ جات کا کام مکمل کیا۔ صبح نماز کے بعد عدالت جانے سے قبل ان کی ترتیب قائم کرنے کا طے ہوا۔ مولانا نے رات بارہ بجے غازی صاحب کے دفتر سے مجھے لیا۔ اپنے دفتر چھوڑا، کتابت لائے، پروف دیکھا۔ میں تو سوگیا وہ پروف لے کر گئے۔ غلطیاں لگوائیں۔ پریس دیا۔ صبح نماز سے قبل واپس گئے۔ پمفلٹ اٹھایا۔ فولڈر کے سپرد کیا۔ نماز صبح کے بعد مجھے لیا۔ غازی صاحب کے دفتر چھوڑا، حوالہ جات کی ترتیب قائم ہوئی۔ کتب کے بکس تیار ہوئے۔ چائے کے لئے وہاں سے نکلے۔ کسی تھڑے پر مولانا کریم بخش نے ناشتہ کرایا۔ کتابیں اٹھائیں عدالت میں لائیں۔ مجھے وہاں بٹھایا خود نکل کھڑے ہوئے۔ غازی صاحب تیار ہوکر عدالت تشریف لائے۔ ماحول کو دیکھا۔ دوستوں سے ملے میرے پاس آئے اور پوچھا کہ پمفلٹ کا کیا بنا۔ میں سہم گیا کہ وہ تو ابھی نہ پہنچا تھا۔ نظر اٹھائی تو مولانا کریم بخش بنڈل تھامے سامنے سے ہال میں داخل ہوئے۔ پمفلٹ غازی صاحب نے کھولا تو نہال ہوگئے۔ غرض یہ مولانا کریم بخش صاحب کی ایک رات کی محنت کی رپورٹ ہے۔

۸...... ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور کے انچارج مولانا کریم بخش تھے۔ آپ نے میٹنگ پر میٹنگ

بلانے، لاہور میں مرکزی قیادت، مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، مولانا عبدالقادر روپڑیؒ، مولانا علی غضنفر کراروی، حضرت مولانا قاری محمد اجمل خانؒ، مولانا علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، جناب چوہدری غلام جیلانیؒ وغیرہم کے ساتھ جس طرح رابطہ رکھا اور تحریک کے بانکپن کو مدہم نہ ہونے دیا۔ امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم، مولانا مفتی مختار احمد نعیمیؒ، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کی ہر مرکزی میٹنگ پر لاہور تشریف آوری سے فائدہ اٹھا کر لاہور میں کانفرنس پر کانفرنس رکھنا یہ اکیلے مولانا کریم بخش کا وہ کارنامہ ہے۔ اس پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

۹...... دفتر ختم نبوت لاہور بالمقابل شاہ محمد غوث مزار کے بالائی حصہ میں مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ مرحوم رہائش پذیر تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی صاحبزادی اس مکان میں رہائش پذیر رہیں۔ انہوں نے اپنا مکان بنایا اس میں منتقل ہوئیں تو یہ مکان خالی ہوگیا۔ مولانا کریم بخش نے بالائی منزل کی سیڑھیوں کو تالا لگا دیا۔ کچھ عرصہ بعد اوپر متصل رہائش پذیر ہمسایہ نے اندر سے دروازہ کھول کر اس کے ایک حصہ پر قبضہ کرلیا۔ اب ہمسایوں سے لڑائی لڑنا اور فتنہ مول لینا دشوار امر تھا۔ مولانا کریم بخش اس پر بہت دل گرفتہ ہوئے۔ لیکن ان کی عقل رساء نے اس گتھی کو سلجھانے کے لئے بجائے لڑائی کے، اس قابض ہمسایہ سے یاری گانٹھ لی۔ اسے باور کرادیا کہ اس قبضہ پر گویا دفتر والوں کو کوئی پرخاش نہیں۔ اس پر خاصہ وقت گذار دیا۔ جب انہوں نے اعتبار کرلیا۔ تو مولانا کریم بخش نے اوپر کے صحن جس پر دفتر کا قبضہ تھا اور ایک کمرہ اس کے فرش پر لوہے کا جال بچھوا کر لینٹر ڈلوایا۔ اسے چمکتا دمکتا کردیا۔ قابض ہمسایہ کو کہا کہ اس کمرہ جس پر اس نے غاصبانہ قبضہ کرلیا تھا۔ اگر کہیں تو اس کا فرش بھی درست کردیں۔ وہ بھرّے میں آ گیا۔ سامان اٹھالیا۔ مولانا نے پورے کمرہ کا فرش کھلوا کر اسے نیا کرنے پر مستری لگا دیئے۔ دیواروں کا بیکار خستہ پلستر بھی اتروادیا۔ غرض کمرہ کو ایک بار تو رہائش کے قابل نہ چھوڑا بظاہر اس کی درستگی پر ہفتہ دس دنوں کا کام نکل آیا۔ اس دوران تیاری کر کے حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ، فقیر راقم اور مولانا احسان اللہ فاروقیؒ کو دفتر بلایا۔ صورتحال کا معائینہ کرایا اور اب پہلی بار بتایا کہ آج میں نے ان کا دروازہ بند کر کے قبضہ واپس لینا ہے۔ یہ کارروائی میرے ذمہ، آگے آپ سنبھالیں گے۔ ہمسایہ سیالکوٹ گیا ہوا تھا۔ مولانا کریم بخش نے دروازہ بند کر کے اس پر چنائی لگائی اور پوری دیوار کو پلستر کرادیا۔ ہمسایہ کی مستورات نے شور کیا کہ یہ کمرہ ہم نے کرایہ پر لیا ہوا ہے۔ ہمارے پاس کاغذ ہیں۔ مائی، بہن، خالہ کہہ کر ان کو چپ کرادیا کہ آپ اپنے مرد کو بلائیں وہ بات کریں۔ مالک مکان کو مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے شیشہ میں اتارلیا کہ اس

غاصبانہ قبضہ پر آپ نے ہماری اعانت نہیں کی۔ یہ آپ کی زیادتی تھی۔ اب قبضہ واپس ہم نے لے لیا ہے۔ آپ نے صحیح بیان نہ دیا تو اس غاصب کی بجائے ہماری لڑائی آپ سے ہوگی وہ مان گیا۔ شام کو ہمسایہ آیا شور کیا۔ پنچائیت ہمسائے جمع ہوئے شور اٹھا پولیس آگئی۔ اسے صحیح صورت حال کا علم ہوا۔ سب نے ہمسایہ کو سمجھایا وہ بھی ٹھنڈا ہو گیا اور حق بحقدار رسید قبضہ واپس مل گیا۔ یوں مولانا نے اس گھتی کو سلجھایا کہ سب حیران رہ گئے۔ مسلم ٹاؤن عائشہ مسجد کی آبادی میں سب سے زیادہ آپ کی بیدار مغزی کام آئی اور یوں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تا قیام قیامت اس کا ثواب آپ کی روح پر فتوح کو ہوگا۔

۱۱...... مولانا کریم بخش صرف جماعتی معاملات نہیں بلکہ ذاتی معاملات کو بھی خوش اسلوبی سے طے کرنے کے ماہر تھے۔ خالص ذاتی نوعیت کا گھریلو معاملہ ہے۔ لیکن ہزارہا لوگوں کے سامنے ہوا، بیان کر دینے میں حرج نہیں۔ ہوا یہ کہ آپ کا نکاح ماموں کی صاحبزادی سے اور ماموں کے بیٹا کا عقد مولانا کی بھتیجی سے قرار پایا۔ یہ بچی چھوٹی تھی۔ ماموں نے شرط لگادی کہ آپ کی بچی چھوٹی ہے کل کو کوئی مکر جائے تو پہلے میں منگنی کروں گا۔ جس دن مولانا کی برأت جانی تھی اس سے ایک دن قبل وہ منگنی کے لئے آئے۔ لیکن ڈھول باجے ساتھ لائے، مولانا کی جوانی، عالم دین، دینی گھرانی، انہیں غصہ آیا، ڈنڈا لیا، پورے لاؤلشکر کو ڈنڈے کی نوک پر رکھا، سب کو بھگا دیا۔ اب صرف ایک رات اور اگلا آدھ دن ان کی برأت میں وقت باقی تھا۔ اس کارروائی پر دیکھا کہ معاملہ بگڑ گیا۔ ایک آدھ ہمسایہ اور والد کو ماموں کے ہاں روانہ کیا کہ آپ نے زیادتی کی۔ غیر شرعی رسوم اور حرام امور کا ارتکاب کیا۔ ہم سے بھی غلطی ہوئی۔ ایسے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ لیکن ہو گیا اب آپ کی اور ہماری عزت اسی میں ہے کہ آپ مولانا کی شادی انجام پذیر ہونے دیں۔ ماموں بہت گرم اور سٹ پٹائے۔ لیکن مولانا کے والد صاحب کی منت سماجت پر راضی ہو گئے۔ البتہ شرط یہ لگادی کہ برأت آئے میرے گھر سے دو ایکٹر دور کھیتوں میں کھڑی رہے۔ مولانا کے والد کو کہا کہ اکیلے آپ آئیں میں اپنی بچی آپ کے ہاتھ روانہ کر دوں گا۔ اس پر وہ راضی ہو گئے۔ اب گردونواح کے ہمسائے، آبادی کے لوگ، جو پہلے دن کی کارروائی اور برادری کی ٹھکائی کے گواہ تھے۔ وہ سب جمع، مولانا کی برأت آئی، دو ایکٹر دور تازہ ہل لگی زمین پر بیٹھ گئے۔ مولانا کے والد صاحب گئے۔ بچی کو ان کے والد صاحب اور چند مستورات کے ساتھ لے کر آئے۔ برأت دلہا سمیت اس شان سے بخیر وخوبی مطلب نکال کر واپس ہوئی۔ اب مولانا کریم بخش نے اپنی اہلیہ کو سمجھایا کہ آپ کے والد میرے ماموں ہیں۔ باپ کی جگہ ہیں۔ دونوں

طرف سے غلطی ہوئی۔ آپ میرا ساتھ دیں کہ ہمیشہ کے لئے رنجش ختم ہو۔ وہ نیک خاتون، فرشتہ سرشت، مان گئیں۔ علاقائی رسم کے مطابق اگلے دن دلہن نے واپس والدین کے ہاں ستواڑہ پر جانا تھا۔ والد صاحب، والدہ صاحبہ آئے تو خاتون نے ان کو سمجھایا کہ اپنے میاں کے بغیر میرا جانا مناسب نہیں آپ غصہ تھے رخصتی نہ کرتے۔ رخصتی کردی تو وہ آپ کے داماد ہیں۔ ان کے بغیر اکیلے میں نہیں جاؤں گی۔ ساس صاحبہ سسر صاحب نے مولانا کو ہمراہ لیا اور کل شام برأت جس گھر میں نہ جاسکی تھی اگلی شام اس گھر میں صدر نشین کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ سب راضی، اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے چار بیٹیاں دیں۔ وہ دن جائے آج کا دن آئے دونوں خاندانوں میں کوئی تنازعہ نہیں ہوا۔ بگڑے کھیل کو یوں چٹکی میں حل کرلیا۔ رحمة اللّٰہ تعالیٰ رحمة واسعة!

۱۲...... مولانا کریم بخش صاحب کی اہلیہ سے بچے ہوئے، ٹھیک رہیں کچھ عرصہ بعد بیمار ہوگئیں دورے پڑنے شروع ہوگئے۔ عامل کہیں جادو ہے۔ تعویزوں والے کہیں کہ جنات ہیں۔ ڈاکٹر کہیں بیماری سمجھ نہیں آتی۔ مولانا کے لئے بہت الجھن ہوگئی۔ سالہا سال تک اس صورت حال کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی، آخر تھک گئے۔ گھریلو حالات نے بہت ہی الجھادیا۔ والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ بھائی علیحدہ ہوگئے۔ آپ کی زمینداری متاثر ہوئی۔ زمین کی عدم دیکھ بھال سے مالی نقصان بھی ہونا شروع ہوگیا۔ تو مجلس سے رفتہ رفتہ اجازت لے لی۔ آپ کی جگہ مجلس نے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کو وہاں بھیج دیا۔ مولانا گھر آگئے۔ لیکن تعلق کبھی منقطع نہ کیا۔ علی پور ختم نبوت کانفرنس قرب وجوار کے علاقائی پروگراموں میں بھرپور محنت وکامیابی کے لئے ساعی رہتے۔

۱۳...... گھر کا نظم تو کچھ ٹھیک ہوگیا اپنا اچھا مکان بھی بنالیا۔ بیٹی، بیٹے کی شادی سے بھی فارغ ہوگئے۔ لیکن صحت بگڑ گئی۔ ایک بھائی نے ”جن پتوں پر آشیانہ تھا انہوں نے ہوا دی“ کے بمصداق رشتوں کے مسئلہ پر طوطا چشمی کی تو مولانا بہت دل برداشتہ ہوئے۔ دیوار سے لگ گئے۔ مجھے ایک سفر میں ملے۔ گھر آنے کا وعدہ لیا۔ وعدہ کے باوجود ایفا، ارادہ کے باوجود تکمیل نہ کر پایا۔ ملتان جب آتے تو ملے بغیر نہ جاتے۔ اب ملتان آئے تو فون کیا کہ فلاں ہسپتال داخل ہوں۔ میں نے شام کو آنے کا دم بھرا۔ ضروری کام میں ایسا الجھا کہ بالکل بھول گیا۔ اگلے دن سفر کے لئے نکلا تو یاد آیا۔ حضرت مخدوم مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری سے صورت حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہو آؤں گا۔ مولانا کریم بخش آپ کے شاگرد تھے۔ مخزن العلوم میں آپ کے پاس پڑھتے رہے۔ آپ ان کو ملے کچھ روز گھر سے کھانا بھی ہسپتال بھجواتے رہے۔ میرا اندرون وبیرون ملک کا

سفر رہا۔ بالکل یاد نہ رہا کہ مولانا کریم بخش کا کیا حال ہے۔ اب کراچی دفتر تھا فون آیا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ کل جنازہ ہے۔ کراچی سے حاضری مشکل تھی۔ دفتر فون کیا تو معلوم ہوا کہ مرحوم کی وصیت تھی کہ میرا جنازہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری پڑھائیں۔ آپ تشریف لے گئے۔ جنازہ پڑھایا۔ ہزاروں کا اجتماع تھا۔ گھریلو عام قبرستان میں تدفین عمل میں لائی گئی۔ حق تعالیٰ ان کی قبر کو بقعہ نور بنائیں۔ ان کی سیئات سے درگذر فرمائیں۔ ان کی حسنات پر اجر جزیل نصیب ہو۔ مولانا کے عزیزان سے بہت ہی ہمدردی کے اظہار کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ ویسے بھی کہانی دراز ہوگئی ہے اور خود بھی تھک گیا ہوں۔ (لولاک شوال المکرّم ۱۴۲۸ھ)

(۳۲) ...... مولانا قاری محمد اسجدؒ مدنی کی رحلت!

(وفات ۲۵؍ستمبر ۲۰۰۷ء)

جامع مسجد کبیر ریلوے اسٹیشن نواب شاہ کے خطیب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کے رہنماء حضرت مولانا قاری محمد اسجد مدنی ۲۵؍ستمبر ۲۰۰۷ء مطابق ۱۲؍رمضان ۱۴۲۸ھ بروز منگل مغرب کے وقت انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

مولانا قاری محمد اسجد مدنی، حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ جامعہ حسینیہ شہداد پور، مدینۃ العلوم ٹنڈو آدم میں قرآن مجید اور کتب کی تعلیم حاصل کی۔ دارالہدیٰ ٹھیڑی سے دورہ حدیث شریف کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد والد صاحب کے حکم پر سعید آباد میں خطیب مقرر ہوگئے۔ ایک بار مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نواب شاہ تشریف لے گئے تو مولانا دوست محمد مدنیؒ نے مولانا قاری محمد اسجد کا ہاتھ پکڑ کر حضرت مجاہد ملتؒ کے ہاتھوں میں دیا کہ یہ ختم نبوت کی امانت ہیں۔ اب آپ قبول فرمائیں۔ دونوں بزرگوں کی یہ ادا اللہ رب العزت کے ہاں ایسی قبول ہوئی کہ مولانا قاری محمد اسجدؒ صاحب اس دن سے دم آخریں تک جہاں رہے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے منادّ رہے۔

مولانا قاری محمد اسجد مدنی صاحب کو والد گرامی نے اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں اپنے ہاں جامع مسجد کبیر ریلوے اسٹیشن نواب شاہ میں بطور خطیب کے بلالیا۔ والد گرامی کی وفات (۲۰۰۴ء) کے بعد مستقل آپ یہاں خطیب مقرر ہوگئے۔ بڑے بھائی قاری محمد ارشد مدنی منوں آباد مدنی مسجد میں خطیب ہیں۔ چھوٹے بھائی قاری محمد امجد بطور نائب خطیب وامام کے ریلوے مسجد کبیر میں فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قاری محمد اسجد مدنی صاحب نواب شاہ ضلع اور

ٹنڈوآدم میں مجلس کے کاموں میں بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ ملتان، چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں ہمیشہ شرکت فرماتے۔ ہر سال رائے ونڈ کے اجتماع سے واپسی پر ملتان دفتر مرکزیہ تشریف لانا آپ کا معمول تھا۔ اس کے بعد آبائی گاؤں ریتڑہ ضلع ڈیرہ غازی خان تشریف لے جاتے۔ واپسی پر پھر ملتان دفتر تشریف لاکر عازم نواب شاہ ہوتے۔

قاری محمد اسجد صاحب ملنسار، خوش اخلاق، متحمل مزاج، عالم دین تھے۔ گذارش ہے، عرض کرتا ہوں، سے ہمیشہ بات کا آغاز کرتے۔ زندگی بھر ترش روئی کو قریب نہیں پھٹکنے دیا۔ دینی مدارس کی امداد کے سلسلہ میں تمام مدارس کے سفراء کے ساتھ چلتے اور اس کو وہ دین کی خدمت سمجھتے تھے۔

قاری محمد اسجد مدنی صاحب نے شادی کی۔ اس سے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ چند سال ہوئے عقد ثانی کیا۔ مگر اس سے اولاد نہ ہوئی۔ قاری محمد اسجد سراپا خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ کھلا چہرہ، گندمی رنگ، سفید داڑھی اس پر حناء کا رنگ کرتے۔ ہر کسی کو عزت دیتے۔ جس سے آپ کی ہردلعزیزی میں بہت اضافہ ہوا۔

۲۴، ۲۵ رستمبر کی درمیانی شب ۲ بجے کے قریب بلڈ پریشر کا اٹیک ہوا۔ دماغ کی شریانیں متاثر ہوئیں۔ ہسپتال داخل کئے گئے۔ ڈاکٹروں نے سرتوڑ کوشش کی۔ لیکن ۲۵ رستمبر مغرب کے قریب داعی اجل کو لبیک کہا۔ اگلے روز جنازہ ہوا۔ پورا شہر گردونواح کا دینی حلقہ شریک جنازہ ہوا۔ برادر اکبر مولانا محمد ارشد مدنی کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور عام قبرستان میں والد گرامی کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔

آپ کے بھائی قاری محمد امجد کو مسجد کی انتظامیہ نے خطیب وامام اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولوی عطاء الرحمٰن کو جو درجہ رابعہ میں پڑھ رہے ہیں، نائب امام وخطیب مقرر کیا۔ باقی صاحبزادے بھی زیر تعلیم ہیں۔ اللہ رب العزت ان تمام کو اپنے باپ ودادا کے علوم کا وارث بنائیں۔ ان کی وفات کا سانحہ ان کے خاندان کے لئے عظیم سانحہ ہے۔ حق تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل نصیب فرمائیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس سانحہ میں ان کی اولاد، اہلیہ، بھائیوں سب سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ رمضان المبارک کے درمیانی عشرہ، عشرہ مغفرت میں وفات، زہے نصیب۔ کل من علیها فان ویبقٰی وجه ربك ذوالجلال والاکرام۰ صدق الله العظیم! (لولاک شوال المکرّم ۱۴۲۸ھ)

(۳۳) ...... مولانا سید محمد امین شاہ صاحبؒ کی جدائی کا غم!

(وفات ۲۶؍اکتوبر ۲۰۰۷ء)

۲۶؍اکتوبر ۲۰۰۷ء بروز جمعہ کو حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مخدوم پور پہوڑاں ضلع خانیوال میں انتقال فرماگئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون !حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب ۱۹۰۱ء میں لساں نواب مانسہرہ سرحد میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔حضرو ضلع اٹک میں مولانا محمد حسینؒ،مولانا ضیاء الحقؒ سے فنون کی کتابیں پڑھیں۔حرف ونحو کے امام وقت مولانا غلام رسولؒ انہی ضلع گجرات کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔کامرہ میں بھی پڑھتے رہے۔

دورہ حدیث پاکستان بننے سے قبل ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے کیا۔حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔آپ کی پہلی بیعت حضرت مدنیؒ سے تھی۔اپنے مرشد واستاذ کے رنگ میں رنگین تھے۔عمر بھر کھدر استعمال کیا۔حتیٰ کہ ٹوپی بھی کھدر کی ہوتی تھی۔جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے جنگ آزادی کے لئے خدمات سرانجام دیں۔تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ اپنے آبائی علاقہ مانسہرہ میں تعلیمی خدمات پر مامور رہے۔پھر مخدوم پور آگئے۔مخدوم پور کے لوگوں کی خواہش پر حضرت مدنیؒ نے آپ کو مستقل بنیادوں پر اس علاقہ میں کام کرنے کا حکم فرمایا تو پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔جنازہ بھی یہیں سے اٹھا اور تدفین بھی یہیں ہوئی۔اس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی اپنے استاذ ومرشد کے حکم کی تعمیل کی مثال پیش کی جاسکے۔پاکستان بننے کے بعد حضرت مدنیؒ کے حکم پر حضرت مدنیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا پیر خورشید احمدؒ عبدالحکیم والوں سے اصلاحی تعلق قائم کیا اوران سے مجاز بیعت بھی ہوئے۔

پاکستان بننے کے بعد حضرت امیر شریعتؒ اورآپ کے گرامی قدر رفقاء نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو سراپا مجلس تحفظ ختم نبوت ہوگئے۔مجلس تحفظ ختم نبوت کے استاذ المناظرین مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان سے پہلی مناظرہ کلاسوں سے جو حضرات فارغ ہوئے ان میں مولانا غلام محمد علی پوریؒ بھی تھے۔مولانا محمد امین شاہ صاحب خانیوال کے لئے مولانا غلام محمد صاحب کو حضرت امیر شریعتؒ سے مانگ کر لے گئے۔خود فرماتے تھے کہ مولانا غلام محمد طبعاً

بہت شرمیلے اور کم گو تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ نے ازراہ شفقت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب سے فرمایا کہ مولانا غلام محمد گونگے ہیں۔ ان کو لے جاؤ۔ شاید آپ کے کام آسکیں۔ مولانا سید محمد امین شاہ صاحب یہ بات سناتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے کہ حضرت امیر شریعتؒ کی دعاء سے مولانا غلام محمدؒ صاحب خانیوال تحصیل کے ہر قابل ذکر گاؤں اور چک میں گئے۔ جہاں جاتے کامیاب لوٹتے۔ ایسے چھائے کہ بس چھا ہی گئے۔ یہ دور تو فقیر نے نہیں دیکھا۔ البتہ حضرت امیر شریعتؒ اور حضرت خطیب پاکستانؒ کے بعد مولانا محمد علی جالندھریؒ کے عہد امارت میں ہر ہفتہ مولانا سید محمد امین مخدوم پوری کا دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان تشریف لانا معمول تھا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے جس دن اپنے شیڈول کے مطابق ملتان تشریف لانا ہوتا۔ اسی روز سید محمد امین شاہ صاحب ملتان موجود ہوتے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ سے عشق و تعلق کا یہ عالم تھا تو حضرت امیر شریعتؒ سے تعلقات کا کیا عالم ہوگا۔ سید محمد امین شاہ صاحب مرحوم بہت ہی رقیق القلب تھے۔ گریہ کی حالت میں بات کرتے تو مخاطب کا کلیجہ پگھل جاتا۔ جو بات کرتے ایسے دل کی گہرائی سے کرتے کہ بس ماحول کو خدا رسیدہ بنا دیتے۔ ۱۹۷۰ء کے قریب میں یحییٰ خان کے مارشلاء کا دور تھا۔ اس زمانہ میں قاسم العلوم کچہری روڈ پر تھا۔ گل گشت کی جگہ الاٹ ہو چکی تھی۔ صرف مسجد تھی مدرسہ کی تعمیر نہ ہوئی تھی۔ گل گشت قاسم العلوم ملتان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ ہزاروں کا اجتماع، حضرت جالندھریؒ، دوسرے بیسیوں خطباء مدعو تھے۔ ان میں مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ بھی تھے۔ کانفرنس کو شروع ہوئے بعد از عشاء تھوڑا سا وقت گذرا تھا کہ پولیس نے کانفرنس کے انعقاد کا اجازت نامہ کینسل ہونے کا حکم نامہ تھما دیا۔ اجتماع میں سخت اشتعال پیدا ہوا۔ حضرت جالندھریؒ نے اجتماع کو سنبھالا اور کانفرنس کی کارروائی کو بند کرا دیا۔ مولانا سید محمد امین شاہ صاحب کے اس دن حسینی جلال کو فقیر نے دیکھا کہ واقعی پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ سراپا انتقام بن گئے۔ حکومت کو وہ بے نقط سنائیں کہ الامان۔ لیکن حضرت جالندھریؒ سامنے آئے تو ایسے خاموش ہوئے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ اطاعت امیر کا جذبہ آئے کاش آج ہم جیسوں کو بھی نصیب ہو جائے۔

مولانا سید محمد امین شاہ صاحب کے مدرسہ کے جلسہ پر ہر سال مجلس تحفظ ختم نبوت کے خورد وکلاں کی پوری جماعت تین دن کے لئے شریک ہوتی۔ انہیں جلسوں میں سے چند جلسوں کی روئیداد آج بھی ذہنوں میں تازہ اور آنکھوں میں تیرتی ہے۔ جلسہ کی صدارت

مولانا سید پیر خورشید احمدؒ فرماتے تھے۔ ایک جلسہ پر سید خورشید احمد شاہؒ صاحب صدر اجلاس تھے۔ مولانا محمد اشرف ہمدانی کی دھواں دھار تقریر ہوئی۔ ان کے بعد مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ کا بیان ہوا۔ آخری خطاب حضرت جالندھریؒ کا تھا۔ وہ منظر آج یاد آتے ہیں تو دل ودماغ منور ہو جاتے ہیں۔ مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مخدوم پوری نے جمعیت علماء اسلام میں بھی نمایاں خدمت سرانجام دیں۔

مولانا سید امین شاہ صاحب جناب مودودی کے مسئلہ پر خالصۃً حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے ذوق کے مظہر تھے۔ جب مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب نے خدام اہل سنت والجماعت کی بنیاد رکھی تو قدر مشترک بلکہ رأس المال ان دونوں حضرات کے درمیان حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی نسبت تھی۔ اسی نسبت اور اپنے حب اہل بیتؓ، وحب صحابہؓ کے جذبہ سے خدام اہل سنت کے لئے اپنے آپ کو لگا دیا۔ قدم قدم پر ان کے ساتھ رہے۔ سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ آخری دنوں میں کمزور ضرور ہو گئے۔ لیکن بڑھاپے اور بیماری کو اپنے اوپر مسلط نہیں ہونے دیا۔ اسی رمضان المبارک میں بھی ہر روز مسجد میں معتکفین کے پاس تشریف لاتے، بیان فرماتے، مکتوبات شیخ الاسلامؒ اور دیگر کتب کی خواندگی کے عمل میں شریک ہوتے۔ اسی رمضان المبارک میں ایک دن فرمانے لگے کہ پہلے دل میں آرزو ہوئی کہ اگر اس سال جانا ہے تو اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں اٹھالیں۔ لیکن پھر خیال ہوا کہ دوستوں کی سحری، وافطاری اور عید پر اثر پڑے گا۔ بس یہ خیال آتے ہی دعاء کی کہ یا اللہ مجھے رمضان المبارک میں موت کی سعادت کی بجائے دوستوں کے لئے سہولت کا سامان کر دے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی فرمایا۔ آپ نے مخدوم پور میں کام کا آغاز کیا۔ دوستوں کے خط لکھنے پر حضرت مدنیؒ نے اپنے گرامی نامہ میں مستقل طور پر کام کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جس دن حضرت مدنیؒ کا والا نامہ ملا۔ اسی دن سے مسجد ومدرسہ والوں سے تنخواہ لینا بند کر دی اور پھر زندگی کے آخری سانس تک ایک پیسہ تنخواہ نہیں لی۔ آپ کے اس ایثار واخلاص کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے خزانہ غیب کے منہ کھول دیئے۔ آپ نے مسجد کے ساتھ مدرسہ زکریا کی بنیاد رکھی۔ جو بنین وبنات کے لئے اس وقت علاقہ میں مثالی خدمات پیش کر رہا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا دیا جو آپ کا جانشین ہے۔ مولانا سید محمد معاویہ، چھ بیٹیاں عنایت فرمائیں۔ اس وقت آپ کے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں اور ان کی آگے

اولاد دراولاد کی تعداد اکانوے تک جا پہنچی ہے۔ آپ کو ایک سے اللہ تعالیٰ نے اکانوے کردیا۔ اس صلبی اولاد میں سے پینتیس بچے وبچیاں قرآن مجید کے حافظ وحافظات ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کی رحمت نے آپ کے لئے علم وعمل، فضل واحسان، اولاد، رزق، شاگردوں، مریدوں کے ایسے انعامات کئے۔ جنہیں انعامات الٰہی کی بارش بلکہ موسلا دھار بارش کہا جاسکتا ہے۔ اس سے صرف آپ کا گھر، مسجد ومدرسہ، مخدوم پورنہیں بلکہ پورا علاقہ جل تھل کا سماں پیش کررہا ہے۔

آپ کے کئی نامور شاگرد اور کئی خلفاء ہیں۔ جوسب آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ آپ کا وجود بھی خلق خدا کے لئے انعامات الٰہی میں سے تھا۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ ان کی رحلت نے ایسا خلاء پیدا کردیا ہے جومدتوں پر نہ ہوگا۔ رہ رہ کران کی یاد ستائے گی۔ ان کی یاد آئے گی اور بار بار آئے گی۔ لیکن وہ خود کبھی نہ آئیں گے۔ حق تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اوران کی اولاد کے حامی وناصر ہوں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ان کی وفات پر بجائے خود مستحق تعزیت ہے۔ ان کی جدائی کا غم زندگی بھر بھلانے سے بھی نہ بھلاپائیں گے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۰ نعم المولیٰ ونعم النصیر! (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۸ھ)

(۳۴) ...... مولانا محمد اختر صدیقیؒ کا وصال!

(وفات ۲۹؍اکتوبر ۲۰۰۷ء)

۲۹؍اکتوبر ۲۰۰۷ء بروز پیر، کمالیہ میں انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! مولانا محمد اختر صدیقی ۱۹۴۲ء میں سرسہ ضلع حصار انڈیا میں پیدا ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کا خاندان فتح پور کھچی والا تحصیل میلسی میں آباد ہوگیا۔ ابتدائی سکول کی تعلیم اسی گاؤں میں حاصل کی۔ پھر جامعہ خیرالعلوم خیرپور ٹامیوالی ضلع بہاولپور میں دینی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء میں جامعہ خیرالمدارس ملتان میں دورہ حدیث کی تعلیم سے فارغ ہوئے۔ حضرت مولانا خیرمحمد جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ، ایسے جید اکابر علماء کی صحبتوں سے اپنے دامن علم وفضل کو مالا مال کیا۔ تکمیل بھی جامعہ خیرالمدارس ملتان میں کی۔

ایک سال کے لئے سندھ کے ایک مدرسہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ایک سال مولانا حافظ سید عطاء المنعمؒ شاہ بخاری جانشین امیر شریعتؒ کے مدرسہ میں بھی پڑھاتے رہے۔ ان

دنوں جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے بانی شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد جامعہ نعمانیہ کمالیہ میں صدر مدرس تھے۔ وہ اپنے استاذ حضرت مولانا خیر محمدؒ صاحب سے مولانا محمد اختر صاحب کو جامعہ نعمانیہ کمالیہ لے گئے۔ دوسال یہاں پڑھایا۔ پھر حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر مدرسہ اشرف المدارس گرونانک پورہ فیصل آباد میں تشریف لے گئے۔ یہاں سالہا سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔

اس زمانہ میں جمعیت علماء اسلام کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، ناظم عمومی مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور روح رواں حضرت مولانا مفتی محمودؒ تھے۔ تب آپ جمعیت علماء اسلام میں شامل ہوئے۔ مولانا عبدالعلیم جالندھریؒ، مولانا غلام محمدؒ، مولانا محمد اخترؒ اس زمانہ میں مدرسہ اشرف المدارس میں نمایاں شخصیات تھیں۔ مولانا غلام محمدؒ صدر مدرس تھے۔ مولانا اختر صدیقیؒ نے جمعیت علماء اسلام کے کام و پیغام کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے شہری سیٹ پر مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم کو الیکشن میں اتارنے میں آپ بھی شامل تھے۔ اس سیٹ پر الیکشن میں کامیابی تو نہ ہوئی۔ لیکن جمعیت کا پیغام گھر گھر پہنچانے میں آپ کامیاب رہے۔ اس زمانہ میں آپ کے پاس سواری کے لئے ایک موٹر سائیکل ہوتا تھا۔ تدریسی اوقات کے علاوہ باقی وقت شب وروز دور دراز دیہات، شہروں اور قصبات تک جمعیت کی آپ نے شاخیں قائم کیں۔ اس زمانہ میں جمعیت علماء اسلام کا گول چنیوٹ بازار، فیصل آباد میں دفتر ہوتا تھا۔ ان دنوں مجلس احرار کے صدر مولانا عبیداللہ احرار اور سکرٹری جنرل مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ تھے۔ سیاسی ہنگامہ عروج پر تھا۔ مجلس احرار کا جلوس قائدین کی قیادت میں نکلا۔ جمعیت، احرار میں ہم مسلک ہونے کے ناطے باہمی ہمدردیاں تھیں۔ جمعیت کے دفتر کے سامنے سے احرار کا جلوس گذرا تو سیروں انہوں نے پھول کی پتیاں نچھاور کیں۔ پرجوش جلوس آٹھوں بازاروں سے گذر کر گھنٹہ گھر پہنچا تو لوگوں کے ٹھٹھ لگ گئے۔ مولانا عبیداللہ احرار نے احراری خطابت کے رنگ میں جادو کر دیا۔ مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ کی دھواں دھار تقریر میں جمعیت علماء اسلام بھی تنقید کی زد میں آ گئی تو مولانا محمد اختر مرحوم کی اس وقت صورتحال دیدنی تھی۔ غصہ سے لال پیلے، دوران جلسہ سکوٹر سٹارٹ کیا اور ہوا ہو گئے جمعیت کے دفتر جا دھمکے۔ آپ کو جاتے دیکھ کر جمعیت کے رفقاء کارکن وضلعی ومقامی قیادت بھی دفتر جمع ہوگئی۔ بہت بل کھائے۔ لیکن مصلحت کی بناء پر سمٹ سمٹا کر رہ گئے۔ یہ جمعیت سے آپ کی دلی ہمدردی اور قلبی لگاؤ کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

آپ حضرت مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ کے تذکرہ پر آخری عمر میں آبدیدہ ہو جاتے۔ ان اکابر کا تذکرہ شروع ہوتا تو گویا دل کے ساز کی تار چھڑ جاتی۔ بس پھر ان کی گفتگو میں جوانی عود کر آتی اور تاریخ کے صفحات پے صفحات الٹنے شروع ہو جاتے۔ مولانا مفتی محمودؒ کے متعلق فرمایا کہ ایک دفعہ ان کو جھنگ سے فیصل آباد لانے کے لئے گیا۔ بس پر سفر ہوا۔ رش کے باعث گرمی کے موسم میں دونوں نے بس میں کھڑے ہو کر سفر کیا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی قناعت کی بیسیوں روایتوں کے وہ بذات خود جہاں راوی تھے۔ وہاں عینی گواہ بھی تھے۔ مولانا محمد اخترؒ خود بھی جفاکشی میں کم نہ تھے۔ فیصل آباد سے ٹوبہ، کمالیہ، جڑانوالہ، جھنگ تک کے سفر انہوں نے سکوٹر پر کئے۔ آج بھی وہ نقشہ راقم کے سامنے ہے۔ مولانا نذیر احمدؒ صاحب کو خیر المدارس اور دار العلوم فیصل آباد تدریس کے لئے جانا پڑا تو مدرسہ نعمانیہ کمالیہ خالی ہو گیا۔ مئی ۱۹۷۱ء میں آپ جامعہ نعمانیہ کمالیہ میں بطور مہتمم و منتظم کے تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ یہیں سے جنازہ اٹھا اور یہاں کی مٹی نے آپ کو اپنے اندر سمو لیا۔ ۱۹۷۱ء کے بعد بھی جمعیت سے وابستہ رہے۔ لیکن حضرت مفتی صاحب مرحوم کے وصال کے بعد جمعیت کے تقسیم کے عمل سے ایسے دل گرفتہ ہوئے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صرف تعلیمی میدان کو اپنی سرگرمیوں کے لئے مختص کر لیا۔ لیکن سیاست منہ کی لگی ظالم چھوٹتی نہیں۔ آپ مقامی طور پر اپنے آپ کو اس سے الگ نہ رکھ سکے۔ آپ کے وجود سے ہر شخص خیر پاتا تھا۔ آخر آپ خیر محمدؒ کے شاگرد تھے۔ آپ کے تشریف لانے سے مدرسہ نعمانیہ، جامعہ نعمانیہ ہو گیا۔ تعلیم دورہ حدیث تک نعمانیہ للبنات میں جا پہنچی تو دل کی بیقراری کو قرار آ گیا۔

آپ نے قدیم مدرسہ کے ساتھ گلی کے دوسرے کنارے جامعہ نعمانیہ للبنات قائم کیا۔ اپنے بچوں کو دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ پیراستہ کیا۔ جامعہ نعمایہ للبنات کی خوبصورت بلڈنگ تیار کرائی۔ بنین کے درجہ کتب کو بھی توسیع دی۔ اتنی تعمیر و ترقی کے باوجود خود قلندرانہ اداؤں کے خوگر رہے۔ کمالیہ میں بڑے سے بڑا افسر و سیاستدان آپ کے نام سے خم کھاتا تھا۔ آپ کے احترام میں سب کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، سیاست، عدالت و بازار ہر حلقہ میں آپ کا احترام پایا جاتا تھا۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔ ان میں سے بعض کی تو شہرت کی بلندی آسمانوں کو چھونے لگی۔ آپ کے ممتاز شاگردوں میں ڈاکٹر طفیل ہاشمی، مولانا قاری محمد الیاس، مولانا محمد اعظم طارق، مولانا محمد عالم طارق، دار العلوم فیصل آباد کے

موجودہ مہتمم مولانا یوسف اوّل، مولانا قاری محمد ادریس، مولانا محمد احمد کمالیہ، مولانا صابر سرہندی، مولانا اکرام اختر، مولانا عبدالرشید انصاری، قاری حمید الرحمٰن راولپنڈی، قاری محمد نعیم فیصل آبادی، مولانا عبیدالرحمٰن ضیاء، مولانا محمد رفیق جامی، ایسے بیسیوں حضرات شامل ہیں۔ مولانا محمد اختر کو اپنی زندگی کے آخری حصہ میں اہلیہ، بڑے بیٹے مولانا ابوبکر، ایک بہو، غرض کئی افراد خانہ کے انتقال کے صدمات سہنے پڑے۔ لیکن بہت ہی صابر وشاکر انسان تھے۔ بڑے سے بڑے صدمہ میں سراپا رضا بن جاتے تھے۔

۲۹؍اکتوبر ۲۰۰۷ء ظہر کی نماز باجماعت پڑھی۔ عصر سے تھوڑی دیر قبل قریباً ۳ بجے بازار جانے کا ارادہ کیا۔ وضو کر رہے تھے کہ بلاوا آ گیا۔ بازار جانے کی بجائے خانہ آخرت کو سدھار گئے۔

اگلے دن جنازہ ہوا۔ جو اس وقت آپ کے بڑے بیٹے قاری عمر فاروق نے پڑھایا۔ خلق خدا کا ہجوم ہر طبقہ حیات کے لوگوں کا مجمع سچ کہا تھا امام احمد بن حنبلؒ نے، کہ ہمارے اور ہمارے مقابل کی سچائی کا فیصلہ ہمارے جنازے کریں گے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ واقعی وہ اس کے مستحق ہیں۔ بہت ہی مدبر، زیرک، معاملہ فہم، گہری سوچ کے بیدار مغز عالم دین تھے۔ اپنے اکابر کی زندگیوں کا پرتو تھے۔ (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۸ھ)

(۳۵) …… آہ! حافظ محمد حیات انگویؒ!

(وفات ۲۴؍جنوری ۲۰۰۸ء)

مدرسہ ختم نبوت جابہ کے مدرس وخطیب حافظ محمد حیات انگویؒ ۲۴؍جنوری ۲۰۰۸ء کو انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیه راجعون! محترم حافظ محمد حیات صاحبؒ کے والدگرامی کپتان غلام محمد صاحبؒ ساکن انگہ ضلع خوشاب تھے۔ کسی دور میں احرار سرخ پوش رضا کاروں کے جیوش کے کپتان ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں انگہ کے محترم غلام محمد صاحبؒ انگہ کے کپتان تھے۔ آپ بہت ہی بہادر، جری اور حق گو تھے۔ حضرت مولانا گل شیرؒ کی رفاقت اور حضرت امیر شریعتؒ کی صحبت نے آپ کو حق گوئی کا اعلیٰ مقام نصیب فرمایا تھا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائم ہوتے ہی اس میں شریک ہوگئے۔ فقیر راقم نے مبلغ بننے کے بعد پہلا سفر کوٹ ادو، بھکر، میانوالی کا کیا تو چکڑالہ میں کپتان غلام محمد مرحوم اور انگہ میں بھی

کپتان غلام محمد مرحوم (دونوں ہمنام) نے راہبری وپیشوائی فرمائی۔ اس زمانہ میں کپتان غلام محمد مرحوم کے صاحبزادہ حافظ محمد حیات صاحب مرحوم سبزہ آغاز نوجوان تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت نے جابہ میں قادیانیوں کے سرمائی ہیڈ کوارٹر کے منصوبہ کو ناکام کرنے کے بعد اپنا مرکز قائم کیا۔ تو باپ، بیٹا دونوں یہاں تشریف لائے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اس مرکز میں کام شروع کیا۔ عرصہ ہوا محترم کپتان صاحب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ تو اس کے بعد حافظ محمد حیات صاحبؒ نے اس مرکز میں پنجگانہ نماز، جمعہ، عیدین، بچوں کی تعلیم کے منصب کو نبھایا۔

مرحوم بہت ہی سادہ، کم گو، درویش، فاقہ مست بہت ہی صالح طبیعت کے انسان تھے۔ بارہا ملتان میٹنگوں پر، ہر سال سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور پھر چناب نگر میں ان کی زیارت ہوتی تھی۔ ابھی چند روز ہوئے ذی الحجہ کا بل سفر خرچ اور مدرسہ کی بجلی وغیرہ کا ملتان بھیجا اور مشاہرہ کی رقم ان کو مرکز سے ارسال کی گئی تھی۔ کیا معلوم تھا کہ چند دن بعد ان کی وفات کی خبر آجائے گی۔

حق تعالیٰ ان کی تربت پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ اگلے دن جمعہ کو آبائی گاؤں انگہ میں جنازہ ہوا۔ ہفتہ کو ان کے بیٹے برادر عزیز محمد الیاس صاحب نے ان کی وفات کی خبر دی۔ اپنے والد گرامی کی یاد تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے ان کی مخلصانہ مساعی قابل احترام ولائق تبریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی اولاد کے حامی وناصر ہوں۔ آمین! (لولاک صفر ۱۴۲۹ھ)

(۳۶) …… مولانا سید کوثر حسین شاہ کا وصال

(وفات ۲۷؍جنوری ۲۰۰۸ء)

احمد پور سیال ضلع جھنگ کے معروف عالم دین مولانا سید کوثر حسین شاہ خطیب مرکزی جامع مسجد کا ۲۷؍جنوری ۲۰۰۸ء کو انتقال ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! مولانا سید کوثر حسین مولانا مفتی سید احمد حسین شاہ فاضل جامعہ امینیہ دہلی کے فرزند ارجمند تھے اور خود جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل تھے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے زمانہ میں جید اساتذہ سے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ مولانا سید کوثر حسین شاہ بہت زیرک معاملہ فہم، غیور، سادہ مزاج، عالم باعمل تھے۔ ہر دینی تحریک میں پیش پیش ہوتے تھے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائیں۔ آمین!

(لولاک ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ)

(۴۷) ...... پاسبان ختم نبوت حضرت سید نفیس الحسینیؒ !

(وفات ۵؍فروری ۲۰۰۸ء)

حضرت اقدس سیدی، سندی، مولائی، مربی ومحسن سید نفیس الحسینی نور اللہ مرقدہ ۵؍فروری ۲۰۰۸ء کی صبح لاہور میں انتقال فرما گئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

راقم روسیاہ کی آپ سے پہلی ملاقات حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ کے ہمراہ ہفت روزہ چٹان لاہور کی بالائی منزل میں ہوئی۔پہلی ملاقات میں ہی عقیدت ومحبت کے ساتھ ساتھ آپ سے قلبی انس بھی ہوگیا۔دل آویز شخصیت،نورانی معصوم چہرہ،شامی عربوں جیسی قدوقامت کے علاوہ آپ کی مسئلہ ختم نبوت سے قلبی والہانہ لگاؤ، کتابت میں فنی مہارت، آپ کی پارسائی، غرض مسحور کن شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا گیا۔غالباً ۱۹۷۰ء میں دھوبی گھاٹ لائل پور(اب فیصل آباد) میں ختم نبوت کانفرنس رکھی تھی۔ اس میں مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، سید مظفر علی شمسیؒ، مولانا خلیل احمد قادریؒ، صاحبزادہ مولانا افتخار الحسن شاہؒ، مولانا احسان الٰہی ظہیرؒ، سید امین گیلانیؒ اور دیگر حضرات کے بیانات ہونے تھے۔

اس کانفرنس کے اشتہار کی کتابت کے لئے دوبارہ آپ کی خدمت میں لاہور حاضری ہوئی۔اب زیادہ دیر آپ کی مجلس سے فیضیاب ہونے کا موقعہ ملا۔اس کے بعد تو گویا ملاقاتوں کا دروازہ کھل گیا۔اس دوسری حاضری کے بعد تو جب لاہور جانا ہوا آپ کی ملاقات کے لئے ضرور حاضری ہوتی۔خدالگتی عرض کرتا ہوں کہ ہر ملاقات میں محبت میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور آپ کی شخصیت کے نقش دل پر منقش ہوتے گئے۔

راقم روسیاہ کی پہلی شعوری بیعت حضرت مولانا عبدالعزیز نور اللہ مرقدہ ساکن چک ۱۱ چیچہ وطنی والوں سے ہے۔آپ نے زندگی بھر کسی کو خلافت نہیں دی تھی۔آپ کے وصال کے بعد آپ کے حلقہ کے حضرات سے معلوم ہوا کہ آپ فرماتے تھے کہ میرے بعد میرے متعلقین حضرت سید نفیس الحسینیؒ سے تعلق قائم کریں۔ چنانچہ پختہ ارادہ کرلیا کہ حضرت شاہ صاحب سے بیعت کرنی ہے۔اس دوران میں سفر برطانیہ کا نظم طے ہوا۔تو پہلے ڈھڈیاں شریف جاکر حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے مزار پر حاضری دی۔ حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالجلیل دامت برکاتہم کی دعاؤں کو دامن میں سمیٹا اور لاہور جاکر صورت حال عرض کر کے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے توبہ کے کلمات ارشاد فرمائے۔ پڑھنے کے لئے پاس انفاس کی تلقین فرمائی اور فرمایا ’’درود شریف اور ختم

نبوت کے تحفظ کے لئے بیان کرنا تمہارا وظیفہ ہے۔ میرے شیخ، شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے آپ (راقم) کے اساتذہ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان کو بیعت کے وقت یہی وظیفہ ارشاد فرمایا تھا۔'' ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ ختم نبوت کانفرنس لندن سے واپسی پر پھر جاکر رپورٹ پیش کی تو بہت ہی خوشی وانبساط کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد تو الحمدللہ بہت ہی تسلسل کے ساتھ حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ ماہ رمضان المبارک میں کئی بار کئی دن آخری عشرہ میں آپ کے قدموں میں گذرنے لگے۔ بیماری کے دوران بھی بارہا حاضری ہوئی۔ ہر ملاقات میں آپ کی شخصیت کا ایک ایک پہلو دلنشین ہوتا گیا۔ ہر دفعہ پہلے سے زیادہ محبت وعقیدت قائم ہوتی گئی۔ اب تو یہ حالت ہے کہ وہ کیا تشریف لے گئے دل کا سکون ہی جاتا رہا۔ آپ کی شفقتوں، محبتوں کی موسلا دھار بارش اور اپنی محرومی کو دیکھتا ہوں تو دل بیٹھنے لگتا ہے۔ یہی کیفیت اس تحریر کے وقت ہے۔ ۵؍فروری کو آپ کا وصال ہوا۔ آج ۲۶؍فروری ہے بیس دن ہوگئے۔ جب بھی یاد آتی ہے۔ دل قابو میں رکھنا دشوار ہوجاتا ہے۔

قبل ازیں ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے مدیر مولانا عبداللطیف طاہر، کراچی مجلس کے فاضل مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے ہفت روزہ کے لئے مضمون کا بار بار تقاضہ کیا۔ مخدوم گرامی مولانا سعید احمد جلالپوری مدظلہ نے تاکیدی حکم فرمایا۔ لیکن ہمت نہ ہوئی۔ کئی روز مسلسل موبائل بند رکھا۔ اب بھی اکثر وقت بند رکھتا ہوں۔ زندگی میں عزیز واقارب، بزرگان ورفقاء کی وفیات کے صدمہ سے بارہا دوچار ہونا پڑا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات نے تو دل کو گویا ویران ہی کردیا ہے۔ دل کیا دنیا ہی بجھی بجھی لگتی ہے۔

۵؍فروری کو فقیر تونسہ سے بہت دور، کوہ سلیمان کے دامن میں تھا۔ قادیانی امیدوار صوبائی اسمبلی کے خلاف تبلیغی دورہ رکھا تھا۔ ساڑھے سات بجے ناشتہ کیا۔ مولانا محمد شریف حیدری، مولانا عبدالعزیز ناشتہ سے فارغ ہوتے ہی کمرہ سے باہر نکل گئے۔ ان کے نکلنے کے انداز سے میں سمجھا کہ کوئی انہونی بات ہے۔ باہر گیا دونوں سرگوشی میں مصروف تھے۔ عرض کیا کہ کیا ہوا؟۔ فرمایا کہ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! عرض کیا بھئی کب؟ انہوں نے فرمایا ناشتہ کے دوران فون پر معلوم ہوا۔ آپ کو اس لئے نہیں بتایا کہ ناشتہ ہوجائے۔ اسی لحہ گاڑی تیار کی، چل پڑے۔ راستہ میں کئی احباب کے فون آتے رہے۔ تفصیلات معلوم ہوتی رہیں۔ تونسہ، کوٹ ادو، لیہ، چوک اعظم، جھنگ، چنیوٹ، موٹروے، پورا دن گاڑی دوڑتی رہی لیکن اپنی حرمان نصیبی کہ جب خانقاہ شریف حاضر ہوا تو مغرب کی اذان ہورہی

تھی۔ حضرت مرحوم کی قبر مبارک کی پائنیتی کی جانب جماعت ہو رہی تھی۔ اس میں شرکت کے بعد قبر مبارک پر حاضری دی۔ خانقاہ شریف میں واردین وصادرین سے ملا۔ لیکن بالکل گم، سم طبیعت کے ساتھ۔ اسی شام رات گئے مانسہرہ کے رفقاء جناب عبدالرؤف روفی، سید بلال، یاسر خان خٹک، عابد خان، محترم مولانا فقیر اللہ اختر دفتر لاہور میں آئے۔ ان حضرات سے چھیڑ خانی کی کہ ذرا ماحول بدلے۔ پھر بھی وہی کیفیت تو روفی بھائی سے عرض کیا کہ ادھر ادھر کی کچھ سناؤ ورنہ میرا دل پھٹتا ہے۔ اب بھی یاد آتی ہے تو وہی کیفیت ہو جاتی ہے۔ اس تحریر کے وقت بھی یہی کیفیت عود کر آئی ہے۔

قارئین! آج کی مجلس میں اپنے مخدوم حضرت نفیس الحسینیؒ کی ختم نبوت سے متعلق متفرق یادداشتوں کو بغیر ترتیب کے عرض کرتا ہوں۔ جتنا ہو گیا غنیمت جانیں۔

۞...... حضرت سید نفیس الحسینیؒ نے باضابطہ سب سے پہلے جو کتاب کتابت کی وہ قاضی سلمان منصور پوریؒ کی کتاب رحمتہ اللعالمین ہے۔ بھائی رضوان نفیس اور سید محمد معاویہ بخاری بن مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ بن امیر شریعتؒ کے فون پر باتیں کرنے سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلا اشتہار ختم نبوت کی کانفرنس جس کے بنیادی خطیب حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ اس کا اشتہار کتابت کیا۔

۞...... ہفت روزہ لولاک فیصل آباد اب ماہنامہ لولاک ملتان ہفت روزہ ختم نبوت، قادیانی مذہب، احتساب قادیانیت کے ٹائیٹل آپ نے کتابت کئے۔ عمدہ طباعت کے لئے مشوروں سے سرفراز فرمایا۔ احتساب قادیانیت کی جب نئی جلد آتی، پیش کرتے تو دعاؤں سے ایسی ہمت افزائی فرماتے اور اتنے وقیع کلمات ارشاد فرماتے کہ سب تھکاوٹیں دو ہو جاتیں۔ ہر کتاب کے کئی نسخے اپنے پاس رکھتے اور اندرون وبیرون ملک بھجوانے کا اہتمام کرتے۔

۞...... مجلس کے مرکزی شوریٰ کے اجلاسوں میں علامہ اقبال کا کتابچہ ''احمدیت اینڈ اسلام'' انگلش اور مولانا لال حسین اخترؒ کا کتابچہ ''حضرت مسیح علیہ السلام مرزا قادیانی کی نظر میں'' کے کئی ہزار نسخے شائع کرانے کا ریزولیشن کیا۔ پھر ان کو دنیا میں اپنے اور مجلس کے ذریعہ فری تقسیم کرایا۔

۞...... مولانا لال حسین اخترؒ کا مذکورہ رسالہ اردو میں سب سے پہلے ایڈیشن کی خود کتابت فرمائی۔ اب چند سال ہوئے پہلا ایڈیشن کا رسالہ مجلس کی مرکزی لائبریری سے منگوا کر اس کا عکس خود شائع کر کے فری تقسیم کرایا۔

✿...... عالم اسلام کے ممتاز عالم دین مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے عربی میں ’’القادیانیۃ‘‘ اوراردو میں ’’قادیانیت‘‘ تالیف کی۔اس کی تالیف سے طباعت تک کے تمام مراحل میں ’’حضرت سید نفیس الحسینیؒ‘‘ برابر کے شریک رہے۔اس سلسلہ میں آپ نے جو واقعات بیان فرمائے وہ فقیر نے نوٹ کر کے آپ کی زندگی میں شائع کردیئے تھے۔

چنانچہ ۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بعد از تراویح کی مجلس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

’’حضرت رائے پوریؒ آخری عمر میں قادیانیت کے فتنہ کے خلاف مکمل متوجہ ہوگئے تھے۔ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ کے لئے ہمہ تن علماء اور متوسلین کو متوجہ فرماتے تھے۔حتیٰ کہ کوئی کمی کرتا،توجہ نہ کرتا تو خفگی فرماتے۔خفگی بھی صرف اس کام کے لئے فرماتے تھے۔ورنہ تو سراپا شفقت تھے۔ایک بار گورنمنٹ کی طرف سے دسمبر ۱۹۵۷ء کے آواخر جنوری ۱۹۵۸ء کے آوائل میں پنجاب یونیورسٹی میں مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا۔عرب وعجم سے سکالر اکھٹے ہوئے۔کئی دن پروگرام رہا۔ان دنوں حضرت رائے پوریؒ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔روزمرہ مجلس مذاکرہ کی رپورٹ سے باخبر رہتے۔ایک دن اطلاع ملی کہ بعض عرب ممالک کے نمائندگان نے فتنہ قادیانیت کے متعلق آگاہی چاہی۔آپ نے یہ سنا تو تڑپ گئے۔مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کو لکھنؤ پیغام بھجوایا کہ لاہور تشریف لائیں۔وہ کھانسی میں مبتلا تھے۔عذر کیا کہ تندرست ہونے پر حاضر ہوں گا۔حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ ان سے کہو اسی حالت میں آجائیں۔یہاں لاہور علاج کرائیں گے۔وہ تشریف لائے تو مولانا لال حسین اخترؒ،مولانا محمد حیاتؒ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے حوالہ جات مہیا کئے۔مولانا علی میاں نے عربی میں ’’القادیانی والقادیانیہ‘‘ لکھی۔حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے طباعت کے خرچہ کا مجلس کی طرف سے ذمہ لیا۔پہلے بمبئی سے پھر دمشق سے شائع ہوئی۔دنیائے عرب میں اسے تقسیم کرایا۔عرب دنیا نے اس کتاب سے فتنہ قادیانیت کو سمجھا۔مصر،شام،میں اس کتاب کا اتنا چرچا ہوا کہ قادیانیت پر پابندی لگی۔پھر دوبارہ حضرت رائے پوریؒ تشریف لائے۔حضرت مولانا علی میاں نے سفر کیا۔پھر خود ہی مولانا علی میاں نے اردو میں اسے مرتب کیا۔روز جتنا حصہ تیار ہوتا حضرت کو سنا دیا جاتا۔آخری خواندگی مولانا سید عطاء المنعم ابوذر بخاریؒ کے ذمہ ٹھہری۔‘‘

’’ایک بار حضرت امیر شریعتؒ رات کو تشریف لائے۔حضرت رائے پوریؒ آرام کے لئے خواب گاہ میں جا چکے تھے۔شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کو زحمت ہوگی۔اطلاع نہ کریں۔صبح ملیں گے۔مگر تھوڑی دیر میں خود حضرت رائے پوریؒ نے شاہ صاحبؒ کو اپنے کمرہ میں طلب کیا۔

شاہ صاحبؒ خدام پر بگڑ گئے کہ میرے منع کرنے کے باوجود تم لوگوں نے اطلاع کیوں دی؟ خدام نے بتایا کہ ہم نے اطلاع نہیں دی۔ غصہ ٹھنڈا ہوا۔ حضرت رائے پوریؒ کے کمرہ میں گئے۔ اب پوری خانقاہ کے علماء جمع ہونا شروع ہوئے۔ کمرہ بھر گیا۔ مولانا علی میاںؒ کو بلالیا۔ کتاب کا ایک باب مولانا علی میاںؒ نے شاہ صاحبؒ کو مکمل سنایا۔ شاہ صاحبؒ سنتے رہے، سر دھنتے رہے۔ جب باب ختم ہوا تو شاہ صاحبؒ نے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (علی میاں) سے فرمایا کہ آپ نے اپنے نانا ﷺ کا حق ادا کردیا۔ پھر خود ہی فرمایا نہیں بلکہ اپنا حق ادا کیا۔ آپ ﷺ کے حق کو کون ادا کرسکتا ہے؟ اس کتاب کی کتابت کی بھی سعادت مجھے بھی حاصل ہوئی۔ کتاب پر نوائے وقت نے بہت عمدہ تبصرہ کیا۔'' (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ)

حضرت سید محمد نفیس الحسینی ؒ نے قریباً وفات سے چار سال قبل ''قادیانیت'' کا اردو ایڈیشن اوّل جو آپ کا کتابت شدہ ہے۔ مجلس کی مرکزی لائبریری سے طلب فرمایا اور پھر اس کا عکس شائع کیا۔ اس نئے ایڈیشن پر پیش لفظ مولانا سید سلمان الحسینی الندوی مدظلہ سے لکھوایا جو یہ ہے:

''قادیانیت اسلام سے خارج اور اسلام کے خلاف خطرناک برطانوی سازش سے پیدا ہونے والا ایک عالمی فتنہ اور غیر مسلم فتنہ ہے۔ جس نے اسلام کا چولا پہن کر اسلام کے قلعہ میں نقب لگانے کی زبردست کوشش کی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو آج واقف حال، اور پڑھا لکھا ہی نہیں عامی مسلمان بھی جانتا ہے۔ لیکن ۵۷۔۱۹۵۸ء میں جب لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے بین الاقوامی سطح پر مجلس مذاکرات اسلامی کا انعقاد ہوا تھا۔ جس میں عالم اسلام اور مغربی ممالک سے ممتاز اور سرآوردہ علماء و مفکرین کی شرکت بڑے پیمانہ پر ہوئی تھی۔ اس وقت مصر، شام وعراق کے علماء قادیانیت کے بارے متجسس تھے۔ ان کے سامنے کوئی کتابچہ نہیں تھا۔ جس سے انہیں اس نامراد وشقی فرقہ سے واقفیت حاصل ہوسکتی۔ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا برصغیر اور پھر عالم عرب پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو بتاکید مامور فرمایا کہ وہ اس موضوع پر عربی میں کتاب تحریر فرمائیں۔ حضرت اقدس کی ایماء اور اہتمام کا نتیجہ تھا کہ عربی میں ''القادیانی والقادیانیہ'' کے نام سے حضرت مولانا ندویؒ نے کتاب تیار فرمائی۔ پھر حضرتؒ ہی کے حکم پر اسے اردو میں منتقل فرمایا اور مزید اتنے اضافے فرمائے کہ وہ ایک مستقل کتاب بن گئی۔ جس کی کتابت کا فریضہ حضرت شاہ نفیس الحسینیؒ نے انجام دیا۔ اس کتاب کی طباعت اور نشرواشاعت ''مکتبہ دینیات'' ۱۳۴۔ شاہ عالم مارکیٹ لاہور کی طرف سے ۱۹۵۹ء میں ہوئی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قابل مبارک ولائق شکریہ وسپاس ہے کہ اس نے

انکارختم نبوت کے اس فتنہ کو دفن کرنے، اس کی قلعی کھولنے اور اس کی حقیقت سے آگاہ کرنے کا وہ کارنامہ انجام دیا۔ جو اصلاح معاشرہ اور تجدید دین کی کوششوں میں سب سے زیادہ بنیادی کوشش ہے۔ اس عظیم تحریک کے بانیان وعلمبرداران ایک عظیم فرض کفایہ انجام دے رہے ہیں اور امت کو اپنے نبی ﷺ کی نبوت ورسالت سے مربوط کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت شاہ نفیس الحسینیؒ دین کے مختلف شعبوں کی تجدید وسرپرستی فرمارہے ہیں۔ شیعیت اور ناصبیت کے درمیان نقطۂ حق واعتدال کو ابھارنے اور روشن فرمانے کے تجدیدی کام کا سہرا انہیں کے سر ہے۔ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ''قادیانیت'' نامی اس کتاب کی جدید ومعیاری اشاعت کا فیصلہ نہایت ہی مبارک ہے۔ خدا تعالیٰ انکارختم نبوت کے فتنہ کے استیصال کے لئے اسے قبول فرمائے۔ آمین!'' (ہیچمداں: سید محمد سلمان الحسینی الندوی ۱۴۲۴ھ)

۞...... ۲۲؍رمضان ۱۴۲۳ھ کی تراویح کے بعد آپ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ: ''اس وقت دینی کاموں میں دفاع ختم نبوت سب سے بڑا دینی کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے کہ ایک شخص نے جھوٹا نبوت کا دعویٰ کیا۔ چند ہزار یا چند لاکھ گمراہ اس کے گرد جمع ہوکر مرتد ہوگئے۔ اس کے مقابلہ کے لئے کروڑوں افراد نے جس درجہ میں بھی کام کیا۔ منکرین ختم نبوت کا استیصال کرنے والے اشخاص وجماعتوں کو اللہ تعالیٰ نے جنتی بنادیا۔''

۞...... ''فرمایا ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی۔ سال بھر قائدین جیلوں میں رہے۔ رہائی کے بعد مارچ ۱۹۵۴ء میں لاہور میں ختم نبوت کے عنوان پر جلسہ ہوا۔ اس وقت میری عمر ۲۱ برس تھی۔ اس کا اشتہار لکھنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت امیر شریعتؒ تشریف لائے تو مولانا مجاہد الحسینی اور دوسرے رفقاء مجھے حضرت امیر شریعتؒ کی خدمت میں لے گئے اور اشتہار کی تعریف کی کہ یہ انہوں نے (میری طرف اشارہ کر کے) لکھا ہے۔ شاہ صاحبؒ میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا کہ اشتہار لکھ کر مجھ پر کوئی احسان کیا ہے؟ اپنے نانا کی عزت کا کام کیا ہے۔ اس خوبصورتی سے یہ جملے ادا فرمائے کہ بس جی خوش ہوگیا۔ رات کو جلسہ عام ہوا۔ حضرت جالندھریؒ اور دوسرے حضرات کے بیانات ہوئے۔ پھر شاہ صاحبؒ تشریف لائے۔ میز پر بیٹھ کر تقریر کی۔ شہدائے ختم نبوت کے لئے دعاء کرائی اور فرمایا کہ جن کے بچے اس تحریک میں شہید ہوئے ہیں ان کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ بچے جنت میں آغوش محمد ﷺ میں پل رہے ہیں۔ ایک میں بدقسمت ہوں کہ جس کے سینہ میں گولی نہیں لگی اور افسوس کہ اس مسئلہ ختم نبوت کے دفاع کے جرم میں میری بیٹی کو چوٹی سے پکڑ کر گھسیٹا نہیں گیا۔ ایسے انداز میں شاہ صاحبؒ نے یہ جملے فرمائے کہ پورا اجتماع

آہوں وسسکیوں کا منظر پیش کرنے لگا۔ وہ ایسی زبردست تقریر تھی۔ مربوط تقریر کہ بس ایک خاص کیفیت شاہ صاحبؒ پر طاری تھی۔ ایسا خطبہ پڑھا کہ اجتماع پر طمانیت کا خیمہ تن گیا۔ بس پھرا سے کھولنا شروع کیا تو کھولتے کھولتے تقریر ہوگئی۔ اس تقریر میں آپ نے مولانا ابوالحسناتؒ کے متعلق فرمایا کہ وہ جبل الاستقامت ہیں۔ شیعہ حضرات کو تحریک میں شرکت پر مبارک دی اور فرمایا کہ خلافت الٰہیہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر آنحضرت ﷺ پر ختم ہوگئی۔ خلافت راشدہ علی منہاج نبوت یعنی خلافت نبویہ یہ سیدنا صدیق اکبرؓ سے شروع ہوکر سیدنا علی المرتضیٰؓ پر ختم ہوگئی۔ رحمت دوعالم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ سیدنا علیؓ خلافت راشدہ کے خاتم الخلفاء ہیں۔‘‘

۞...... فرمایا کہ: ’’ایک بار حضرت رائے پوریؒ کو ملنے کے لئے حضرت شاہ صاحبؒ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تشریف لائے۔ تو شیعہ رہنماء سید مظفر علی شمسیؒ بھی آگئے۔ بس مجلس لگ گئی۔ خوب بھرپور گفتگو جاری رہی۔ میں بھی جاکر ایک کونہ میں بیٹھ گیا۔ ان حضرات کی گفتگو سنتا رہا۔ شمسی صاحب چلے گئے تو شاہ صاحبؒ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر میرے ملنے سے، میرے ہاں آنے سے، حضرت رائے پوریؒ کی زیارت سے یہ لوگ امہات المؤمنین کو گالیاں نہ دیں تو میرا کیا نقصان ہے؟ اس کا نام حکمت ہے۔ ادع الیٰ سبیل ربك بالحکمة ! فرمایا میں نے دیکھا کہ شمسی صاحب تقریر کررہے تھے۔ شاہ صاحبؒ نے جاکر تھپکی دی۔ بس وہ شاہ صاحبؒ کی تھپکی سے شیر ہوگیا۔ جو شاہ صاحبؒ کہنا چاہتے تھے وہ شمسی صاحب نے کہہ دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ان کے منہ میں گویا اپنی زبان رکھ دی۔ جو کہلوانا چاہتے تھے ان مسالک کے رہنماؤں سے امیر شریعتؒ کہلوا لیتے تھے۔ یہ بڑی خوبی تھی آپ کی۔‘‘ (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ)

۞...... اس مجلس میں آپ نے قادیانی مرکز ’’النخلہ‘‘ کی بربادی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ’’ایک بار حضرت رائے پوریؒ کو معلوم ہوا کہ خوشاب علاقہ سون سکیسر میں مرزائیوں نے موسم گرما کا ہیڈ کوارٹر النخلہ کے نام سے قائم کیا ہے۔ اس علاقہ کے ایک عالم دین کو تنبیہ کی کہ قادیانی کام کررہے ہیں۔ تم خاموش کیوں بیٹھے ہو۔‘‘ (النخلہ جابہ ضلع خوشاب کے قریب قائم کیا گیا تھا۔ حضرت جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، قاضی عبداللطیف، مولانا محمد لقمان علی پوریؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے دورے ہوئے۔ قادیانی عمارت چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت جالندھریؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ ودفتر کے لئے وہاں جگہ خریدی۔ مسجد ومدرسہ آج بھی وہاں قائم ہے۔ ہر سال کانفرنس ہوتی ہے)

۞ ...... آپ نے فرمایا کہ: ’’مولانا محمد حیاتؒ تو حضرت رائے پوریؒ کی لاہور آمد پر حاضر باش ہوتے تھے۔ مولانا لال حسین اخترؒ بھی تشریف لاتے۔ حضرت رائے پوریؒ جماعت ختم نبوت کے ساتھیوں کے متعلق فرماتے۔ یہ ہمارے کام کے آدمی ہیں۔ حضرت رائے پوریؒ کو شیخ الاحرار اور مرشد الاحرار بھی لکھا گیا۔ جو سو فیصد صحیح ہے۔ (بات حضرت کی یہاں پہنچی تھی تو حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان نے فرمایا کہ مولانا محمد حیاتؒ بہت بڑے مناظر تھے۔ ایک دفعہ گوجرانوالہ نصرت العلوم تشریف لائے تو دس دن میں نے بھی ان سے رد قادیانیت پڑھی۔ مولانا محمد حیاتؒ فرماتے تھے کہ تم مرزا قادیانی کے متعلق (ذلیل سے ذلیل) دعویٰ کرو۔ میں دلائل سے ثابت کروں گا کہ وہ اس سے بھی ذلیل تھا۔ چنانچہ کئی دن ایسے ہوتا رہا۔ بہت ٹھنڈے مزاج کے پختہ مشق مناظر تھے۔ قادیانیت کی کتب ان کو ازبر یاد تھیں اور مناظرانہ گرفت بہت مضبوط ہوتی تھی)

حضرت سید نفیس الحسینیؒ نے پھر سے گفتگو کا آغاز کیا۔ ’’فرمایا کہ ایک بار حضرت امیر شریعتؒ نے خواب دیکھا کہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ ایک بات آپ سے کہنی ہے۔ اتنے میں قاضی صاحبؒ نے حضرت امیر شریعتؒ کو جگا دیا۔ اب حضرت امیر شریعتؒ پریشان کہ حضرت کشمیریؒ نے کیا بات فرمانی تھی۔ حضرت رائے پوریؒ سے تعبیر پوچھی تو حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ ایک سید (کشمیری صاحبؒ) دوسرے سید (حضرت امیر شریعتؒ) سے اپنے ناناﷺ کی ختم نبوت کی ہی بات کہنی تھی اور کیا۔ اس پر امیر شریعتؒ جھوم اٹھے۔ فرمایا بالکل انشراح ہوگیا۔ یہی بات کہنا چاہتے ہوں گے۔‘‘

۞ ...... ۲۴ ویں تراویح ۱۴۲۳ھ کے بعد فرمایا کہ: ’’سیالکوٹ کے علامہ میر حسنؒ بڑے عالم تھے۔ ان کے شاگرد مولوی ظفر اقبال بڑے کاتب تھے۔ حمایت اسلام کے لئے قرآن مجید لکھا۔ مولوی ظفر اقبال سے میری ملاقاتیں رہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ علامہ میر حسنؒ جب طلباء کو پڑھاتے خاص بات کہنی ہوتی تو طلباء سے فرماتے کہ کتابیں بند کردو۔ ایک دن علامہ میر حسنؒ نے طلباء سے فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی بہت ہی ذلیل قسم کا بے دین تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے زیر استعمال جو قرآن مجید کا نسخہ تھا اس کو میر صاحب فرماتے ہیں میں نے دیکھا ہے۔ ختم سورۃ الناس کے بعد خالی جگہ پر مرزا قادیانی نے قوت باہ کا نسخہ لکھا ہوا تھا۔ علامہ میر حسنؒ صاحب کے خاندان کے کچھ افراد اہل سنت تھے۔ کچھ اہل حدیث، کچھ قادیانی سحر کا شکار ہوگئے۔ علامہ میر حسنؒ نے وصیت کی کہ میرا جنازہ میر ابراہیم صاحبؒ سیالکوٹی پڑھائیں۔ اس لئے کہ وہ مرزائیت کے خلاف بڑے مناظر تھے۔‘‘ (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ)

۞...... ’’اہل حدیث رہنما مولانا ابراہیم میرؒ سیالکوٹی نے رد قادیانیت پر ’’شہادت القرآن فی اثبات حیات عیسیٰ علیہ اسلام‘‘ کے نام پر دو حصوں میں کتاب لکھی۔ جو مرزا قادیانی کی زندگی میں آپ نے شائع کی۔ مرزا قادیانی اس کا جواب نہ دے پایا۔ حالانکہ اسے جواب دینے کے لئے للکارا گیا تھا۔ یہ کتاب نایاب ہوگئی تو اسے پھر قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حکم پر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی شعبہ نشر واشاعت سے شائع کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر سلسلہ عالیہ قادریہ کے شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینیؒ فرماتے ہیں کہ: ’’میں اس مجلس میں موجود تھا۔ جس مجلس میں حضرت رائے پوریؒ نے حضرت جالندھریؒ سے اس کتاب کی اشاعت کے لئے فرمایا۔ مگر کتاب کا حصول اور طباعت کی اجازت کا مولانا حافظ محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی کے ورثاء سے مرحلہ درپیش تھا۔ چونکہ میرا (سید نفیس الحسینیؒ) آبائی تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ اس لئے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا کہ یہ مرحلے میں طے کروں گا۔ چنانچہ علی الصبح اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سیالکوٹ چل نکلا۔ مولانا ابراہیم میرؒ سیالکوٹی کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھتیجے مولانا محمد عبدالقیوم میرؒ (والد ماجد پروفیسر ساجد میر) آپ کے وارث تھے۔ ان کے دروازہ پر دستک دی۔ باہر تشریف لائے۔ میں (سید نفیس الحسینیؒ) نے ان سے حضرت رائے پوریؒ کی خواہش کا اظہار کیا۔ کتاب اور اجازت اشاعت طلب کی۔ وہ الٹے پاؤں گھر گئے۔ لائبریری سے وہ کتاب اٹھالائے اور یہ وہ نسخہ تھا جس پر مصنف مرحوم (مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی) نے ضروری اضافے وترامیم کی تھیں۔ لیکن اس نسخہ کے سرورق پر مصنف مرحوم کا نوٹ لگا تھا۔ ’’بدلحاظ بن جاؤ لیکن کتاب کو لائبریری سے مت باہر جانے دو‘‘ یہ نوٹ پڑھ کر کتاب کے حصول کی بابت مایوسی ہوئی۔ لیکن قدرت کا کرم کہ اگلے ہی لمحہ میں میر عبدالقیومؒ نے فرمایا کہ چھپوانا مطلوب ہے اور حضرت رائے پوریؒ کا حکم ہے۔ لیجئے کتاب بھی حاضر اور چھاپنے کی بھی اجازت ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کتاب لے کر خوشی خوشی دوپہر تک لاہور حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ حضرتؒ نے اس کارروائی پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں اور کتاب کی کتابت اپنی نگرانی میں کرانے کا حکم دیا۔ مناظر اسلام، مولانا لال حسین اخترؒ نے اپنے ذاتی نسخہ سے کتابت کی اجازت دی اور مصنف مرحوم کے نسخہ جس میں ترامیم واضافے تھے۔ اسے سامنے رکھا گیا۔ جتنی کتابت ہوتی جاتی وہ میر عبدالقیوم صاحب کو بھجوادی جاتی۔ وہ پروف پڑھتے رہے۔ یوں مختصر عرصہ میں کتاب چھپنے کے لئے تیار ہوگئی۔ جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا اور اس نسخہ کے پھر کئی بار ایڈیشن

مجلس نے شائع کئے۔‘‘(احتساب قادیانیت ج۱۹ص۳،۴)

آپ نے جس مجلس میں اس واقعہ کا بیان فرمایا اسی مجلس میں زور دے کر تین بار فرمایا کہ:’’بھئی اس کتاب کو ہماری مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا۔ ہماری جماعت نے شائع کیا۔ سب ساتھی یاد رکھیں کہ ہماری جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت ہے‘‘ یہ بار بار فرمایا۔ایک بار ایسے بھی ہوا کہ کریم پارک راوی روڈ میں حضرت اقدسؒ کی خدمت میں زیارت کے لئے فقیر اور حضرت مولانا فقیر اللہ اختر، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی حاضر ہوئے۔ بھائی رضوان نفیس سے فرمایا کہ پہلے ان کو شربت پلاؤ۔ پھر چائے پلاؤ۔ بھائی رضوان نفیس نے ساتھی کی ڈیوٹی لگادی۔ حضرت باتوں میں مشغول ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا مشروب نہیں آیا۔رضوان کیوں دیر کر رہے ہو۔ ’’اصل میں تو یہی حضرات ہمارے مہمان ہیں۔‘‘ بعینہ جس طرح آپ کے مرشد حضرت رائے پوریؒ، خدام ختم نبوت سے بھرپور محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے اسی طرح حضرت اقدس سید نفیس الحسینیؒ بھی خدام ختم نبوت کے لئے عنایتوں وکرم فرمائیوں کی موسلا دھار بارش بن جاتے۔

۞...... مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے اجلاس کے موقع پر ملتان تشریف لاتے۔رات کی کانفرنس کو رونق بخشتے۔ برطانیہ کی کانفرنس پر کئی بار تشریف لے گئے۔ واپسی پر عمرہ کے لئے ایک بار راقم روسیاہ کو بھی ہمراہی کا شرف نصیب ہوا۔ مدینہ طیبہ میں حاضری کے وقت آپ کی کیفیت دید کے قابل ہوتی تھی۔ اسے الفاظ میں بیان کرنا مجھ مسکین کے لئے ممکن نہیں۔ عصر کے بعد چھتریوں والے پہلے حصہ کے شمال مغرب کونہ میں عشاء تک تشریف رکھتے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے رحمت عالم ﷺ کا گنبد خضراء صاف صاف مکمل نظر آتا ہے۔آپ اکثر مراقبہ میں گردن جھکا کر قبلہ رخ بیٹھ جاتے۔ کبھی سر اٹھاتے تو گنبد خصراء پر نظریں جما دیتے۔ پھر مراقبہ میں چلے جاتے۔اس وقت آپ کے چہرہ انور کی جو کیفیات ہوتیں۔سبحان اللہ !العظمة للّٰه ولرسوله وللمؤمنين!!

اسی طرح لاہور عائشہ مسجد کی ختم نبوت کانفرنس تو آپ کی زیر صدارت منعقد ہوتی۔ صحت کے زمانہ میں بہت سارا وقت سٹیج پر تشریف رکھتے۔ بیماری کے باوجود تھوڑی دیر کے لئے تشریف لاتے۔ مگر تشریف آوری ضرور ہوتی۔

۞...... ایک بار لاہور مسجد عائشہ میں ختم نبوت کانفرنس رکھی۔ آپ کی صحت اس میں شرکت کی متحمل نہ تھی۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے بھائی عتیق انور سے عرض کیا کہ شرکت کی سبیل بنائیں۔ چاہے دس منٹ کے لئے ہی تشریف آوری ہو مگر تشریف ضرور لائیں۔ بھائی عتیق

انور نے حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری، حضرت مولانا مفتی خالد محمود کو ہمراہ لیا۔ پل سکیاں عصر کے بعد حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ سید نفیس الحسینیؒ کا معمول تھا کہ مغرب کریم پارک واپس تشریف لاتے۔ ان حضرات نے عرض کیا حضرت آج روٹ بدل لیں۔ خانقاہ سید احمد شہیدؒ سے کریم پارک جاتے ہوئے عائشہ مسجد میں مغرب پڑھ لیں۔ اس پر مسکرائے اور فرمایا بہت اچھا۔ اب قافلہ سمیت کانفرنس میں تشریف لائے۔ مغرب پڑھی دعاء فرمائی اور روانہ ہوگئے۔

۞...... ایک بار فیصل آباد ضلع میں کھرڑیانوالہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے مولانا سید ممتاز الحسن گیلانیؒ نے آمادہ کیا۔ تشریف لائے فقیر راقم نے مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئیوں کے غلط ہونے کے عنوان پر خطاب کیا۔ آپ کا چہرہ تمتما اٹھا۔ دعاء کے بعد مجلس میں راقم روسیاہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”کہ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خواہش تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب کو آسان طور پر سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اس کی پیش گوئیوں کی تغلیط پر کتاب مرتب ہونی چاہئے۔ چنانچہ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ اپنی آخری عمر میں فرماتے تھے کہ وقت وصحت نے ساتھ دیا تو حضرت رائے پوریؒ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ مولانا لال حسین اخترؒ تو اللہ تعالیٰ کے حضور چل دیئے۔ اب یہ کام آپ کریں۔ لاہور میں ایک دوبار پھر تذکرہ فرمایا۔ راقم روسیاہ ادھر ادھر کی مار کر وقت گذاری کرتا۔ کتاب تیار نہ ہوئی۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب سے راقم نے عرض کیا انہوں نے حامی بھری۔ مگر کام نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ کی ہر لحہ نئی شان پر قربان کہ اس دوران ایک بار کراچی میں مانچسٹر اسلامک اکیڈمی کے سربراہ مولانا محمد اقبال رنگونی نے مرزا ملعون کی اٹھارہ پیش گوئیوں کی تکذیب پر ۱۰۰ صفحہ کی کتاب مرتب شدہ مجلس کی طرف سے چھپوانے کے لئے پکڑادی۔ ایک صفحہ پر راقم روسیاہ نے پیش لفظ لکھا۔ متذکرہ بالا واقعہ کا ذکر کیا۔ حضرت رائے پوریؒ سے کتاب کا انتساب کیا۔ کتاب چھاپ کر ایک سونسخہ حضرت سید نفیس الحسینیؒ کی خدمت میں لے کر مولانا عزیز الرحمٰن ثانی حاضر ہوئے۔ بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس لئے کہ آپ کے حضرت الشیخ مرشد شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حکم کی تعمیل تھی۔ کچھ عرصہ بعد بھائی رضوان نفیس نے فرمایا کہ حضرت فون پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ روسیاہ کے لے آپ سے فون پر بات کرنا ہمالیہ کو سر کرنے سے زیادہ مشکل ہوتا۔ لیکن آپ کی شفقتوں نے بار بار فون پر بھی بات کرنے کی سعادت بخشی۔ فرمایا کہ پیش گوئیوں والی کتاب کہاں ہے۔ عرض کیا حضرت ملتان دفتر میں تو ختم ہے۔ آپ کی لائبریری میں سونسخہ تھا۔ یقیناً کچھ موجود

ہوں گے۔ فرمایا بہت اچھا اگلے دن پھر فون کیا کہ لائبریری سے پینتیس پچاس نسخے مل گئے ہیں۔ لیکن دوبارہ شائع کریں۔ اس کتاب کو باضابطہ حرفاً حرفاً اپنی مجلس میں پڑھوایا۔ دوبارہ دو ہزار کتاب شائع کردی۔ سنا تو طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ بہت سی دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

۞...... ایک بار فون پر راقم روسیاہ سے فرمایا کہ ایک آفیسر کو قادیانی فتنہ کی تازہ شر انگیزی وسرگرمیوں پر مطلع کرنا ہے۔ آپ تمام تفصیلات لکھ کر لائیں۔ چنانچہ لکھ کر پیش کیا۔ پورا سنا خوشی کا اظہار کیا کہ تمام تفصیلات آگئی ہیں۔ اپنے پاس رکھ لیا۔ اتنا فرمایا کہ وہ آفیسر دو چار روز تک اسلام آباد سے لاہور آنے والے ہیں۔

۞...... حضرت اقدس سید محمد نفیس الحسینیؒ نے ۲۵ویں تراویح ۱۴۲۳ھ کے بعد کی مجلس میں فرمایا کہ: ''علامہ میر حسنؒ سیالکوٹی فرماتے تھے کہ میں نے خود سر سید احمد خان سے سنا جب مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو سر سید احمد خان نے کہا کہ: ''مرزا قادیانی کو معلوم نہیں کہ نبی کون ہوتا ہے اور نبوت کا منصب کیا ہے۔'' اس منصب سے عدم واقفیت وجہالت کے باعث مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بیاض یعقوبی میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے لشکر کے گھوڑوں کے سائس بھی اہل اللہ ہوں گے۔''
(لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ)

۞...... ۲۶؍رمضان المبارک بعداز تراویح کی مجلس میں فرمایا کہ: ''حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ابتداء میں طبابت کرتے تھے۔ (دیرہ دون میں) وہاں شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کے ایک مرید سے ملاقات ہوئی۔ ان کو متبع سنت پایا تو دل میں خیال آیا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے ملنا چاہئے۔ جب سرگودھا کے لئے سفر کیا تو پہلے رائے پور حاضری دی۔ شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے پہلی ملاقات میں ہی دل دے بیٹھے۔ بیعت کے لئے درخواست کی۔ شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے فرمایا جلدی کیا ہے؟ آپ اپنے گھر سرگودھا سے پہلے ہو آئیں۔ پھر بیعت بھی کرلیں گے۔ ڈھڈیاں سرگودھا تشریف لائے۔ ایک عزیز بیمار تھے۔ عزیزوں کے اصرار پر ان کو حکیم نورالدین بھیروی کے پاس قادیان لے کر گئے۔ چند دن عزیز کے علاج کے لئے وہاں ٹھہرنا پڑا۔ نورالدین ساحر تھا۔ بعض باتوں میں قلب پر اثر کرلیتا تھا۔ چونکہ آپ رائے پور میں حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے مل کر آئے تھے۔ خیال کیا کہ جن سے مل کر آیا ہوں۔ ان کا چہرہ سچے آدمی کا چہرہ ہے۔ آپ (سید نفیس الحسینیؒ) نے فرمایا کہ ہر بے دین فتنہ کے ساتھ سحر ہوتا ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاںؒ سے میں نے خود سنا کہ فرماتے تھے کہ

جب مجھے القادیانیہ لکھنے کے لئے مرزائی کتب پڑھنی پڑیں تو میرے قلب پر سیاہی کے اثرات ہو جاتے تھے۔ استغفار کرتا۔ ملت اسلامیہ کے متفقہ مسلمات سے مرزا قادیانی کے انکار کو جانچتا تب جاکر ایک ایک تار کاٹنے سے قلب کی سیاہی دور ہوتی۔ (فقیر راقم عرض کرتا ہے کہ میں نے بھی خود حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ جب میں نے مرزا قادیانی ملعون کی کتاب ازالہ کا مطالعہ کیا تو دوران مطالعہ میرے دل پر سیاہی آنی شروع ہوجاتی۔ میں خود محسوس کرتا کہ اب دل کا اتنا حصہ سیاہ ہوگیا ہے۔ اب اتنا، تب کتاب بند کر کے استغفار کرتا۔ تب دل کی سیاہی دور ہوتی۔ پھر مطالعہ کرتا تو سیاہی قلب پر عود کر آتی۔ پھر کتاب بند کر دیتا۔ اس طرح بدقت تام اسے ختم کیا۔)''

۞...... آپ (حضرت قبلہ سید نفیس الحسینیؒ) نے فرمایا کہ: ''شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ (جو حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے پہلے شیخ تھے) کے پاس حکیم نورالدین گیا۔ نورالدین ان دنوں مہاراجہ کشمیر کا معالج اور ملازم تھا۔ مہاراجہ کی اولاد نہ تھی۔ نورالدین دعاء کرانے کے لئے سہارن پور گیا تو آپ نے فرمایا کہ قادیان میں ایک متفنی (فتنہ پرداز) ہوگا۔ اس سے بچ کر رہنا۔ تم مجھے ان کے مصاحب لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔ تمہیں بحث وتمحیص کی عادت ہے۔ یہ عادت بد تمہیں وہاں لے جائے گی۔ چنانچہ ایسے ہوا۔'' اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله! قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید!

۞...... فرمایا: ''مسانیاں گاؤں قادیان کے قریب واقع ہے۔ وہاں ایک بزرگ بدرالدین کا مزار ہے۔ یہ مرزا قادیانی ملعون کے زمانہ سے قبل فوت ہوئے۔ ان کے مزار پر جو کتبہ ہے۔ اس پر ختم نبوت کی آیات واحادیث مرقوم ہیں۔ شاید ان پر قدرت کی طرف سے قبل از وقت منکشف ہوگیا کہ تمہارے جوار میں ختم نبوت جیسے بنیادی مسئلہ کا انکار ہوگا۔ تب آپ کی وصیت یا توجہ سے کتبہ پر آیات واحادیث ختم نبوت کی درج ہوئیں۔''

۞...... فرمایا: ''اسی طرح بٹالہ کے ایک بزرگ کے پاس مرزا قادیانی کا باپ مرزا قادیانی کو لے کر گیا۔ انہوں نے مرزا قادیانی کو نصیحت کی کہ اہل سنت کے عقائد پر چمٹے رہنا۔ ان کے جانے کے بعد خدام کے پوچھنے پر فرمایا کہ یہ شخص گمراہی اور کفر کی طرف لپکے گا۔ یہ قبل از وقت ان بزرگ پر منکشف ہوگیا تھا۔''

۞...... فرمایا کہ: ''ہر فتنہ کے ساتھ سحر ہوتا ہے۔ حضرت رائے پوریؒ کے ایک عقیدت وارادت مند مولوی عبدالمنان پنجابی تھے۔ ایک دفعہ سرراہ جوگی کے پاس رک گئے۔ اس

نے سحر کر دیا۔ واپس آئے تو طبیعت پر ہندو ہو جانے کے خیالات کا ہجوم ہو گیا۔ بھاگم بھاگ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ فوراً رائے پور چلے جاؤ۔ حاضر ہوئے۔ حضرت رائے پوریؒ سے صورت حال عرض کی۔ آپ نے خدام سے فرمایا کہ اسے فوراً سلا دو۔ وہ تین دن سویا رہا۔ بیدار ہوا تو کہا کہ میں رائے پور سے جاتا ہوں۔ میرے قلب کی وہی کیفیت ہے۔ ہندو ہو جانے اسلام کو چھوڑنے اور مرتد ہو جانے پر دل مجبور کرتا ہے۔ اتنے میں صبح کی سیر سے حضرت رائے پوریؒ واپس تشریف لائے۔ مولوی عبدالمنان پنجابی نے عرض کی مجھے اجازت۔ میرے دل کی وہی کیفیت ہے۔ ہندو ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت رائے پوریؒ نے شہادت کی انگلی سے اس کے دل کی طرف (چھونے) کا اشارہ کیا اور فرمایا مولوی صاحب اللہ تعالیٰ کے بندے اب بھی ایسے موجود ہیں جو یوں اشارہ کریں تو دل کی دنیا بدل جائے۔ اشارہ کرتے ہی ان کے دل کی دنیا بدل گئی اور جوگی کے سحر کا اثر جاتا رہا۔''

۞...... فرمایا:''ایک بار خود حضرت رائے پوریؒ کی مجلس میں جوگی آ بیٹھا۔ اس نے توجہ (سحر) کی تو آپ کے بدن پر چیونٹیوں کے چلنے کے اثرات ہونے لگے۔ آپ نے بھانپ کر سر اٹھایا۔ اس جوگی کی طرف دیکھ کر انگلی کے اشارہ سے منع کر دیا۔ وہ فوراً رفو چکر ہو گیا۔ تو سحر ہوتا ہے ہر فتنہ کے ساتھ جو براہ راست دل کو گمراہی کی طرف میلان کر دیتا ہے۔ مرزا قادیانی کی بدگوئی، گمراہی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صریح اہانت کے باوجود اس کا سحر کئی لوگوں کے دلوں کو ارتداد کی طرف لے گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے۔''

۞...... ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ربوہ اور لاہوری پارٹی کے مرزائی سربراہوں نے اپنا اپنا مؤقف قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ امت محمدیہ کی طرف سے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی زیرنگرانی مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے مرزائیت سے متعلق مذہبی وسیاسی مواد جمع کیا۔ جس سے مرزائیت کی مذہبی وسیاسی حیثیت کو سمجھا، پرکھا، ناپا، تولا جاسکتا ہے۔ مذہبی حصہ کی ترتیب وتدوین حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور سیاسی حصہ کی ترتیب وتدوین مولانا سمیع الحق ممبر سینٹ آف پاکستان نے کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فوری طور پر اسی ہزار روپے کی لاگت سے اسے شائع کر دیا۔ جسے مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے قومی اسمبلی میں پڑھا۔ یہ کتاب رد قادیانیت پر لٹریچر کا نچوڑ ہے۔ اسے عربی، انگریزی میں بھی جماعت نے شائع کیا۔ جب قومی اسمبلی میں پڑھنے کے لئے اسے ترتیب دیا جارہا تھا تو پریس پر سنسر عائد تھا۔ اس کی ترتیب کتابت،

طباعت تمام جانگسل مراحل کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی نگاہ حضرت سید نفیس الحسینیؒ پر پڑی۔ آپ کو فون کیا۔ آپ نے کاتب شاگردوں کی جماعت ہمراہ لی اور راولپنڈی پہنچ گئے۔ حضرت بنوریؒ کے لئے ہوٹل کا ایک حصہ مختص تھا۔ اس میں تمام متذکرہ حضرات قیام پذیر تھے۔ حضرت سید نفیس الحسینیؒ تشریف لائے تو چمن میں بہار آ گئی۔

قارئین کرام! آپ اندازہ فرمائیں حضرت بنوریؒ، حضرت مفتی محمود صاحبؒ، حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا تقی عثمانی، مولانا سمیع الحق یہ پوری جماعت جہاں ایک ساتھ تشریف رکھتی ہوگی۔ اس ماحول کی شیفتگی کا کیا عالم ہوگا۔ غرض جتنی کتاب مرتب ہوئی۔ اتنی کتاب پرنٹنگ وطباعت کے مرحلہ سے گذار دی جاتی۔ چند دنوں میں یہ محضر نامہ تیار ہوگیا۔ اسمبلی میں پڑھا گیا۔ قادیانی کافر قرار پائے۔ اس تحریک میں بنیادی کام کرنے والے حضرات میں ہمارے حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی شاہؒ بھی صف اوّل میں شامل رہے۔ فالحمدللّٰہ!

۞...... ایک بار محترم عبدالرحمٰن یعقوب باوا اور فقیر روسیاہ نے برطانیہ کے سفر میں طے کیا کہ ایک چارٹ خوبصورت جس میں ختم نبوت کی آیت مبارکہ، حدیث ’’لا نبی بعدی‘‘ بمع اردو انگلش ترجمہ تیار کریں اور اسے برطانیہ کی مساجد میں لگوائیں۔

فقیر روسیاہ نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی شاہؒ سے لکھوانا میرے ذمہ رہا۔ اگلے سال چھپا چھپایا آپ کو مل جائے گا۔ دو تین بار حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی شاہؒ سے عرض کیا۔ آپ فرماتے بہت اچھا، پھر اگلی ملاقات۔ پھر اگلی ملاقات میں روسیاہ کی عرض پر یہی جواب ملتا۔ بہت اچھا، راقم روسیاہ عرض کرتا ’’ہو جائے‘‘ فرماتے بہت اچھا۔ نہ راقم روسیاہ دھونی رما کر بیٹھا کہ حضرت اسی کام کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ سرسری تذکرہ کا سرسری جو جواب ملنا چاہئے تھا۔ مل جاتا۔ اب کانفرنس سر پر آ گئی۔ مفتی محمد جمیل خان شہید لاہور تھے۔ فون پر عرض کیا کہ چارٹ ختم نبوت کی آیت وحدیث کا تیار کرانا ہے۔ انہوں نے حامی بھر لی۔ جا کر حضرت سید نفیس الحسینیؒ کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ کام شروع ہوگیا۔ لیجئے شام تک فلمیں بن کر چھپائی شروع۔ اسے کئی اداروں نے شائع کیا۔ بلا مبالغہ ایک لاکھ سے زائد تو مجلس نے شائع کیا۔ یہ سب ہمارے حضرت سید نفیس الحسینیؒ کی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے صدقہ جاریہ اور نمایاں خدمات ہیں۔ پہلے تو لکھنے کے لئے طبیعت آمادہ نہ تھی۔ اب تو الحمدللہ بات چل نکلی ہے۔ تو بہت کچھ یاد آ رہا ہے۔ لیکن تھک گیا ہوں۔ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ (لولاک ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ)

(۳۸) ...... حضرت مولانا محمد اشرف شاد کا انتقال

(وفات ۱۵؍فروری ۲۰۰۸ء)

جامعہ اشرفیہ مانکوٹ تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال کے بانی، امام الصرف والنحو، جامع معقولات ومنقولات، بزرگ عالم دین، حضرت مولانا محمد اشرف شاد ۱۵،۱۶؍فروری ۲۰۰۸ء کی درمیان شب انتقال فرماگئے۔ انا لللّٰہ وانا الیہ راجعون! مولانا مرحوم دارالعلوم کبیر والا کے قدیم فضلاء میں سے تھے۔ حضرت علامہ مولانا عبدالخالقؒ، مولانا منظور الحقؒ، مولانا ظہور الحقؒ، مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت شیخ التفسیر پیر طریقت حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ ان سے خلافت اور شرف دامادی بھی آپ کو حاصل تھا۔ مولانا محمد اشرف صاحب نے متعدد دینی مدارس میں پڑھایا۔ آج سے بیس پچیس برس قبل جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کی تدریس کا شہرہ اور طلباء میں محبوب استاذ کے طور پر نمایاں ہونے کے باعث جامعہ اشرفیہ دیکھتے دیکھتے ترقی کی منازل طے کرنے لگا۔ ہر سال سینکڑوں طلباء آپ سے شرف تلمذ حاصل کرتے۔ اس وقت ملک کے طول وعرض اور بیرون ملک ہزاروں علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ سے پڑھنے والے اکثر علماء ملک کے مدارس میں اعلیٰ درجہ کے مدرسین میں شامل ہیں۔ آپ کے تمام صاحبزادگان علم دین کے حامل ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی تربت کو بقعۂ نور بنائے۔ ان کے جامعہ کو بیش از بیش ترقی نصیب فرمائے۔ ان کی وفات علم وعمل کی وفات ہے۔ عالمی مجلس ان کے جملہ پسماندگان اور متعلقین کے اس صدمہ میں برابر کی شریک غم ہے۔ حق تعالیٰ سب کے حامی وناصر ہوں۔ آمین! (لولاک ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ)

(۳۹) ...... مولانا قاری محمد اکملؒ کا انتقال پرملال

(وفات ۱۸؍فروری ۲۰۰۸ء)

۱۸؍فروری ۲۰۰۸ء کو رحیم یار خان غلہ منڈی کے خطیب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے روح رواں حضرت قاری محمد اکمل صاحب انتقال فرماگئے۔ انا لللّٰہ وانا الیہ راجعون! حضرت قاری محمد اکمل مرحوم پاکستان کے نامور شیخ القراء فن تجوید کے بے تاج بادشاہ حضرت قاری تاج محمودؒ نابینا (عبدالحکیم والوں) کے نامور شاگردوں میں سے

تھے۔انتقال کے وقت قاری محمد اکمل کی عمر ۶۷ سال کے لگ بھگ تھی۔زندگی بھرقاری محمد اکمل صاحب علماء وقراء وحفاظ کو تجوید پڑھاتے اور مشق کراتے رہے۔آپ کے کئی شاگرد پاکستان کی سطح پر قرأت کے مقابلوں میں اول پوزیشن بھی حاصل کرتے رہے۔قاری محمد اکمل صاحب پہلے عیدگاہ رحیم یار خان اور پھر ۱۹۷۴ء سے غلہ منڈی رحیم یار خان میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔غلہ منڈی میں حفظ کا مدرسہ بھی قائم کیا۔جوان کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے سلوک وبیعت کا تعلق تھا۔ہردلعزیز رہنماء تھے۔بہت ہی صاف گواور مؤمنانہ بصیرت رکھتے تھے۔خطابت اور تلاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ کے دور خطابت میں آپ کی مسجد کا اجتماع رحیم یارخان کی مساجد کے بڑے اجتماعوں میں شمار ہوتا تھا۔ہر دینی تحریک کی سرپرستی میں آپ پیش ازپیش ہوتے تھے۔ختم نبوت کے کاز سے والہانہ لگاؤ تھا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں تھے۔صحت کے زمانہ میں کئی بار چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لاتے تھے۔مجلس کے اکابر واصاغر سے پیار بھرا تعلق تھا۔آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔آپ کے صاحبزادے مولانا محمد عبداللہ قریشی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل اور متخصص ہیں اور اقراء روضۃ الاطفال رحیم یار خان میں پڑھاتے ہیں آپ نے افتاء بھی جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی سے کیا۔مولانا محمد اکمل صاحب مرحوم نے اپنے ان صاحبزادہ مولانا مفتی عبداللہ قریشی صاحب کو اپنا جانشین مقرر کیا۔انہوں نے ہی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی۔۱۸؍فروری کی صبح تہجد پڑھی۔مصلے پر بیٹھے اپنے بیٹا محمد عبداللہ کو آواز دی۔دل کا دورہ ہوا۔ہسپتال لے گئے۔لیکن وہ اس سے قبل اللہ رب العزت کے حضور پہنچ گئے۔ان کی وفات نے رحیم یار خان کی دینی مجلسوں کی رونقوں وبہاروں کو مرجھا دیا۔حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔جنت کا اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔اور پسماندگان کے حامی وناصر ہوں۔جناب سید محمد توصیف،مولانا محمد عبداللہ صاحب بجاطور پر تعزیت کے مستحق ہیں اوراس سے کہیں زیادہ مجلس تحفظ ختم نبوت تعزیت کی مستحق ہے کہ اس ماہ بہت سارے بہی خواہوں، سرپرست،محسنوں کے صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔اللہ تعالیٰ سب کے حامی وناصر ہوں۔ امین!(لولاک ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ)

(۴۰) ...... جناب حاجی سید شاہ محمد آغا کی رحلت

(وفات ۱۴؍ مارچ ۲۰۰۸ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے نائب امیر دوئم حاجی سید شاہ محمد آغا ۱۴؍ مارچ ۲۰۰۸ء بروز جمعہ صبح پانچ بجے سلیم کمپلیکس ہسپتال کوئٹہ میں انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! انتقال کے وقت حاجی سید شاہ محمد آغا کی عمر پچاسی سال کے لگ بھگ تھی۔ ان کی وفات سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے ایک بڑے بزرگ رہنماء سے محروم ہوگئی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ان کی بہت گراں قدر خدمات تھیں۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ نہایت ہی ملنسار شخص تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام بزرگوں کا نہایت ہی احترام کرتے تھے۔ ختم نبوت کے کاز سے والہانہ لگاؤ تھا۔ وفات سے کچھ دن پہلے اچانک بیمار ہوئے۔ سلیم کمپلیکس میں آپ کو داخل کرایا گیا۔ صحت سنبھل گئی۔ ہسپتال سے چھٹی لی اور گھر آ گئے۔ کچھ دن گھر میں رہنے کے بعد پھر طبیعت خراب ہوگئی۔ واپس سلیم کمپلیکس میں آپ کو داخل کرایا گیا۔ اس کے بعد طبیعت نہ سنبھل سکی اور جمعہ کے روز ہسپتال ہی میں اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ان کی وفات نے کوئٹہ کی دینی مجلسوں کی رونقوں و بہاروں کو مرجھا دیا۔ حق تعالیٰ شانہ کروٹ کروٹ مغفرت فرمائیں اور جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ ان کی نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں کلی سیداں شیخ ماندہ کوئٹہ میں بعد نماز جمعہ تین بجے ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے رہنماؤں محمد نواز، حاجی محمد زبیر، محمد عمران، حافظ خادم حسین گجر سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ سید شاہ محمد آغا کے صاحبزادے سید علی محمد، سید گل محمد، سید خان محمد، سید حبیب الرحمٰن اور ان کے دیگر لواحقین سے اظہار افسوس کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صوبہ بلوچستان کے امیر حضرت مولانا عبدالواحد نے حاجی شاہ محمد آغا کی فاتحہ خوانی کے موقع پر کہا کہ میں تمام سید برادری سے کہتا ہوں کہ آپ حاجی سید شاہ محمد آغا کے مشن تحفظ ختم نبوت کو آگے بڑھائیں اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ نیز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے نائب امیر مولانا عبداللہ منیر، حاجی غلام حیدر، مولانا محمد یوسف جلالپوری، حاجی خلیل الرحمٰن، حاجی نعمت اللہ خان، حاجی محمد اکبر، حاجی محمد زبیر، محمد نواز، حافظ خادم حسین گجر نے حاجی شاہ محمد آغا کے لئے فاتحہ خوانی کی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ (لولاک ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ)

(۴۱) ...... مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کا وصال

(وفات ۱۶؍اپریل ۲۰۰۸ء)

۶؍اپریل کو جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ ان کی عمر نوے سال کے قریب تھی۔ آپ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ نصف صدی سے زائد آپ نے علوم اسلامیہ کی تدریس وترویج میں گذارے۔ ہزاروں بندگان خدا نے آپ سے فیض حاصل کئے۔ تحریکہائے ختم نبوت میں گوجرانوالہ کے تمام کام کی آپ نے سرپرستی کی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ تمام دینی جماعتوں کی طرح مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی بھی بھرپور سرپرستی فرماتے تھے۔ ان کی وفات سے جو خلاء واقع ہوا ہے۔ حق تعالیٰ آپ کے صاحبزادگان، مولانا محمد فیاض خان، مولانا محمد ریاض خان، مولانا محمد عرباض خان کو اسے پر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دعا گو ہے کہ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ (لولاک جمادی الاوّل ۱۴۲۹ھ)

(۴۲) ...... مولانا مسعود احمد راشدیؒ کا انتقال

(وفات ۸؍اپریل ۲۰۰۸ء)

۸؍اپریل کو بورے والا میں مولانا مسعود احمد راشدی انتقال فرما گئے۔ مولانا مسعود احمد راشدی، حضرت مولانا شیخ احمد شہیدؒ بورے والا کے صاحبزدے تھے۔ مولانا شیخ احمد صاحب مجلس احرار کے ممتاز رہنما اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ارکان میں سے تھے۔ مولانا مسعود احمد راشدیؒ نے پاکپتن میں ایک جھوٹے مدعی نبوت کو مناظرہ کے دوران واصل جہنم کیا اور تین سال پس دیوار زنداں گذارے۔ آپ نے اندرون وبیرون ملک تبلیغ اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اپنے والد گرامی کی قائم کردہ مسجد میں ربع صدی تک خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اٹھاون سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد خالق حقیقی سے جاملے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر کو بقعۂ نور بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرحوم کے جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کی شریک غم ہے۔ (لولاک جمادی الاوّل ۱۴۲۹ھ)

(۴۳) ...... مولانا سید انظر شاہ کشمیری کا انتقال پرملال

(وفات ۲۶؍اپریل ۲۰۰۸ء)

شیخ الاسلام، حجۃ اللہ علی الارض، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے صاحبزادہ حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری ۲۶؍اپریل کو دہلی میں انتقال فرماگئے۔ مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ بہت بڑے عالم، مصنف اور خطیب تھے۔ برطانیہ، بنگلہ دیش، پاکستان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں میں بارہا آپ تشریف لائے۔ اپنے والد گرامی کے علوم کے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے بعد امین اور ترجمان تھے۔ بہت ہی علمی شخصیت تھے۔ مربوط گفتگو کے ماہر تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں عرصہ تک اعلیٰ درجہ کے مدرس رہے۔ وقف دارالعلوم دیوبند میں اس وقت شیخ الحدیث کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں علم وفضل کی نعمتوں سے مالامال کیا تھا۔ وہ کیا گئے کہ ان کے جانے سے علم وفضل کی رونقیں ماند پڑ گئیں۔ حق تعالیٰ اپنی شایان شان ان کے سفر آخرت کو مبارک فرمائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرحوم کے جملہ پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین! (لولاک جمادی الاوّل ۱۴۲۹ھ)

(۴۴) ...... آہ! سید عبدالوہاب شاہؒ!

(وفات ۱۳؍مئی ۲۰۰۸ء)

۱۳؍مئی ۲۰۰۸ء بروز منگل پیر طریقت مولانا سید عبدالوہاب شاہ صاحبؒ حاصل پوری روڈ کے ایک حادثہ میں جاں بحق ہوگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

مولانا سید عبدالوہاب شاہ صاحبؒ احمد پور شرقیہ کے محلّہ کٹڑہ احمد خان میں ۱۹۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی سید محمود شاہ صاحب ایس۔ ٹی سکول ٹیچر تھے۔ سید عبدالوہاب نے سکول کی تعلیم حاصل کی۔ احمد پور شرقیہ کے حافظ رحمت اللہ کے ہاں حفظ قرآن کیا۔ قاری عبدالمالک صاحب کے ہاں راولپنڈی میں گردان اور قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ امینیہ راولپنڈی حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب کی زیرسرپرستی دینی علوم حاصل کئے اور پھر احمد پور شرقیہ گورنمنٹ کالج میں لائبریرین کے عہدہ پر مامور ہوگئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ قدرت نے لحن داؤدی سے آپ کو حصہ نصیب کیا تھا۔

تحریک کے جلسے جلوسوں میں ختم نبوت پر نعتیں پڑھتے تو مجمع پر سحر کی کیفیت طاری کر

دیتے۔ دشمن نے آپ کو زہر دیا۔ بروقت علاج سے جان تو بچ گئی لیکن آواز سخت متاثر ہوئی۔ جوانی میں شوق اٹھا تو دارالعلوم مدنیہ بہاولپور سے دورہ شریف مکمل کیا۔ ۱۹۹۳ء میں حاصل پور تشریف لائے۔ یہاں ایک سکول میں ملازمت اختیار کی۔ روایت ہے کہ حاصل پور تشریف لائے تو سب سے پہلے جو آپ کے میزبان تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں پہلی بات یہ کی کہ آپ حاصل پور کو چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے؟ سید آل رسول تھے۔ حسینی خون تھا۔ وعدہ کرلیا اور پھر وہیں دفن ہوکر عہد وفاء کی تاریخ میں ایک شاندار روایت کا اضافہ کردیا۔

فقیر راقم کی آج سے برسوں پہلے مدرسہ صادقیہ منچن آباد کے جلسہ پر پہلی ملاقات ہوئی۔ معصوم چہرہ، سادگی کا پیکر، پہلی ملاقات میں فرمایا کہ آپ کے چھوٹے بھائی عبدالقادر کا کیا حال ہے۔ اچانک سنا تو فقیر کو حیرت ہوئی پوچھنے پر فرمایا کہ گورنمنٹ کالج احمد پور شرقیہ میں ان سے راہ ورسم اور دوستی تھی۔

برادر خورد عبدالقادر کی مثالی دینداری میں مولانا سید عبدالوہاب شاہ کی صحبتوں کا اثر ہے۔ فقیر کا اس ملاقات کے بعد تو دوستانہ ہوگیا۔ وہ بھرپور محبت والے شخص تھے۔ علاقہ بھر میں وعظ وتبلیغ، سادہ مگر دل میں اترنے والی گفتگو سے مقبول دینی شخصیت تھے۔ دن کو سکول میں، چھٹی ہوتے ہی جلسوں میں شرکت کے لئے سفر کرنا آپ کا معمول تھا۔ ان کے دل میں انسان دوستی اور نفع خلق خدا کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

پاکستان بننے کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام پہلے چنیوٹ میں پھر ۱۹۸۲ء سے چناب نگر میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ چناب نگر کانفرنس ہمیشہ جمعرات جمعہ کو ہوتی ہے۔ جمعہ بعد از نماز فجر درس کا ہمیشہ سے معمول چلا آرہا ہے۔ ڈیڑھ دو گھنٹہ کا جامع ومفصل کسی ایک عنوان پر خطاب کا یہ معمول کانفرنس کا اہم حصہ ہے۔ عرصہ تک مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی یہ درس دیتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ایک بار اتفاق سے حاصل پور کی جماعت کے ساتھ شاہ صاحب رات کو کانفرنس میں شریک ہوئے۔ مقررین کی بہتات کے باعث رات کو بیان نہ ہوسکا۔ تو صبح درس کرادیا۔ پہلے ہی درس میں مجمع پر جادو کردیا۔ پھر تو ہمیشہ کا معمول بن گیا اور زندگی کے آخری دم تک اس روایت پر آپ عمل پیرا رہے۔

ظہر کے وقت حاصل پور سے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوتے۔ عشاء کے بعد رات گئے تک شریک کانفرنس رہتے۔ تھوڑی دیر آرام کرتے پھر ساتھیوں کو جگاتے اور صبح کی نماز صف اوّل میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ ادا کرتے۔ سلام پھرتے ہی منبر پر فروکش ہوتے پھر وعظ شروع ہوجاتا۔

جو اشراق تک جاری رہتا۔ درس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ سال بھر کانفرنس کے سامعین جس طرح کانفرنس میں شمولیت کے لئے دن گنتے رہتے۔ یہی حال اس درس کے لئے سامعین کا ہوتا۔

وعظ میں قرآن وسنت، تفسیر وتشریح، قصص، حکایات، عبرت آموز واقعات وتمثیلات، حالات حاضرہ پر تبصرہ، عوام کی خیر خواہی کے لئے پند ونصائح، حکومتی ظلم و بے دینی پر نقد وجرح، برموقعہ شعر واشعار واستعارات سے کام لینا۔ غرض خطابت کے تمام جوہر ان میں موجود تھے۔ بہاولپور اور چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شمولیت آپ کی زندگی کے معمولات قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

بہاولپور ایک بار ''مین مقرر'' تشریف نہ لائے۔ آپ کو آخر میں وقت دیا۔ ہاتھ میں ڈنڈا لے کر دھیمے انداز سے آغاز کیا۔ چند منٹوں میں پورا اجتماع ان کی مٹھی میں تھا۔ رات گئے تک کانفرنس جاری رہی۔ مین مقرر کی عدم تشریف آوری کا لوگ ویسے ہی بھول گئے۔

پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کے لئے غلہ منڈی بہاولپور میں احتجاجی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے حکومت پر وہ تعریضیں کیں کہ پہلے مقررین کی خطابت ان کے بیان کے نیچے دب گئی۔ ابھی ۱۱؍اپریل ۲۰۰۸ء کو ملتان میں ختم نبوت کانفرنس میں شمولیت کے لئے چلے۔ ان کے کانفرنسوں میں شرکت کے ہمیشہ کے ہمسفر الحاج منیر اختر صدر مجلس تحفظ ختم نبوت حاصل پور ہمراہ تھے۔ جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی وہاڑی پہنچے تو طوفانی باد وباراں نے مشکل کھڑی کردی۔ حاجی منیر اختر صاحب نے مولانا محمد اسحق ساقی کو فون کیا کہ اس حالت میں کیا حکم ہے۔ ساقی صاحب نے بتایا کہ ملتان میں بارش وآندھی نے طوفان کی کیفیت اختیار کر رکھی ہے۔ کانفرنس میں شرکت کی بجائے واپس جانا چاہیں تو کوئی حرج نہیں۔ مولانا سید عبدالوہاب سے حاجی منیر اختر نے صورت حال بیان کی۔ تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ موسمی مشکلات اپنی جگہ، مگر کانفرنس میں تو بہرحال شرکت کرنا ہے۔ چنانچہ شدید طوفان میں آئے اور کانفرنس کے اختتام تک دفتر مرکزیہ میں قیام پذیر رہے۔ یہ آپ کی عقیدہ ختم نبوت سے گہری وجذباتی وابستگی کی شاندار مثال ہے۔

آپ نے تبلیغ میں ایک سال لگایا۔ مقامی تبلیغی جماعت سے ربط باضبط رکھا۔ غرض وہ کئی صفات عالیہ کے حامل تھے۔ آپ کی پہلی بیعت حضرت تھانویؒ کے حلقہ کے ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ سے تھی۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت حافظ غلام حبیبؒ چکوال والوں سے ارادت کا تعلق قائم کیا۔ آپ کے خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر پیر ذوالفقار نقشبندی سے خلافت حاصل کی۔

عالم دین، صوفی کامل، شریعت کے عامل، سنت نبوی کے شیداء، تبلیغی مزاج، سادہ

طبیعت، سراپا عجز وانکسار کی صفات نے آپ کو چمکتا دمکتا زرخالص بنادیا تھا۔شاہ صاحب کا کھلا لمبا چہرہ، خوبصورت نرم ملائم چھدرک بالوں والی داڑھی، گندم گوں رنگ، معصومیت جھلکتی صورت، درمیانہ قد، مناسب جسمانی ساخت، نہ بالکل پتلے دبلے نا بالکل فربہ، درمیانی جسامت، سفید لباس، لمبا کرتا، سرپرٹوپی اس پر دوشملوں والی پگڑی، ہاتھ میں لمبا وموٹا ڈنڈا، چلنے میں وقار مگر پھرتیلی چال، یہ تھے سید عبدالوہاب شاہ صاحبؒ۔محبوبیت کا یہ عالم کہ چہرہ پر نظر پڑتے ہی دل میں گھر کر جانے والے۔مخلص رہنما، ہر دلعزیز عوامی خطیب، سید آل رسول، حسینی خون، غرض خوبیوں ونسبتوں سے مالا مال آپ کی شخصیت تھی۔چندسال قبل پرانا حاصل پور ہائی سکول روڈ پر وسیع قطعہ اراضی حاصل کر کے دارالعلوم حاصل پور کی بنیاد رکھی۔جامع مسجد ومدرسہ کی تعمیر کا کام زوروں پر، خاصہ مکمل بھی کرلیا۔متعدد بار حج وعمرہ کی سعادت حاصل کی۔مدینہ طیبہ ومکہ مکرمہ ان سے کئی ملاقاتیں رہیں۔وہاں ان کی وابستگی وشیفتگی کا رنگ ہی اور ہوتا تھا۔گرمی کی چھٹیوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ یا عمرہ کا معمول تھا۔یہ سب معمولات جاری تھے کہ دنیا سے دل بھر گیا۔آخری روز دجال کے فتنہ، اس سے بچنے کی ادعیہ پر ساتھیوں کو مطلع کرتے رہے اور بار بار کہا کہ اب نبی پاک ﷺ کے پاس جانے کو دل کرتا ہے۔تبلیغی سفر پر نکلے، پاکپتن دن کو وعظ کیا۔شام کو بورے والا آرہے تھے کہ تیز رفتار بس کار پر چڑھ گئی۔ڈرائیور اور خود موقع پر اور باقی دو ساتھی ہسپتال میں جاں بحق ہوگئے۔اگلے دن مثالی جنازہ ہوا۔وہ کیا گئے زمانہ کی رت ہی بدل گئی۔انا ﷲ وانا الیہ راجعون!(لولاک جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ)

(۴۵) ...... حضرت مولانا عبدالمجید انور کی رحلت!

(وفات ۱۱رجون ۲۰۰۸ء)

۲۳ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں شرکت کے لئے ۱۰رجون ۲۰۰۸ء کو ملتان سے روانہ ہوا۔اگلے روز کراچی حاضری ہوئی تو حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلالپوری نے بتایا کہ آج ۱۱رجون ۲۰۰۸ء مطابق ۷رجمادی الثانی ۱۴۲۹ھ بروز بدھ صبح ساہیوال میں حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ انتقال کر گئے ہیں۔انا ﷲ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔آپ چک نمبر ۹۲گ رب جو مریدوالا اور ماموں کانجن کے درمیان واقع ہے کے رہائشی تھے۔آپ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے ممتاز فضلاء میں سے تھے۔حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے نامور شاگرد

تھے۔ جامعہ خیرالمدارس سے فراغت کے بعد آپ مختلف مدارس میں درجہ کتب کے استاد رہے۔ پھر جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تشریف لائے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ کی صدارت، حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی کی نظامت میں عرصہ تک تشنگان علوم اسلامیہ کی جامعہ رشیدیہ میں پیاس بجھاتے رہے۔ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے۔ افہام وتفہیم کا حق تعالیٰ نے آپ کو ملکہ عطا فرمایا تھا۔ مشکل سے مشکل مسئلہ کو چٹکیوں میں سمجھانے پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔

آپ تدریس کے ساتھ ساتھ بہت اچھے واعظ وخطیب بھی تھے۔ خطابت میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ آپ کا آئیڈیل تھے۔ البتہ تقریر میں برموقعہ شعر پڑھنے میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا طرز اپناتے تھے۔ آپ کی تقریر عام فہم اور مؤثر ہوتی تھی۔ ایک زمانہ میں اکثر وبیشتر پنجاب کے بڑے مدارس کے سالانہ اجتماعات پر بڑی خصوصیت سے آپ کے وعظ ہوتے تھے۔ عوام وخواص آپ کے بیان میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ بیان میں پندونصائح، موعظت کے واقعات، ذکر الٰہی وفکر آخرت، اعمال صالحہ کی ترغیب، سنت رسولؐ کے احیاء، محبت نبویؐ، مدارس عربیہ کی اہمیت وضرورت، صالح معاشرہ کی تشکیل، بدعات ورسوم کی قباحت پر بیان کرتے تو بہت اچھا ماحول پیدا کردیتے۔ ہر جلسہ میں اپنے سے پہلے مقرر کی کسی بات کو لے کر بات کو آگے بڑھاتے تو مجمع کو چند منٹوں میں اپنا گرویدہ کرلیتے۔ ایک زمانہ میں جامعہ خیرالمدارس میں تقریر کرنا بڑے اعزاز کی بات ہوتی تھی۔ حضرت مولانا خیرمحمد جالندھریؒ مقررین کے انتخاب میں بہت سارے امور کو مدنظر رکھتے تھے۔ مولانا عبدالمجید انورؒ کا خیرالمدارس کے جلسہ میں اہمیت کے ساتھ بیان ہوتا تھا جو آپ کی کامیاب خطابت کے لئے بطور سند کے وزنی دلیل ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ رائے پوریؒ کے انتقال کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں اضمحلال در کر گیا۔ مولانا علامہ غلام رسولؒ، مولانا مفتی مقبول احمدؒ، مولانا سید نذر محمد شاہؒ نے جامعہ رشیدیہ سے علیحدگی اختیار کی تو مولانا عبدالمجید انورؒ بھی ان کے ساتھ جامعہ رشیدیہ سے اٹھ آئے۔ مولانا سید نذر محمد شاہ مرحوم نے تو الگ سے اپنا ادارہ انوار رحمت کے نام پر قائم کرلیا جو اب بھی بڑی کامیابی سے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ باقی حضرات نے نہر کے دوسرے کنارے پر جامعہ علوم شرعیہ قائم کرلیا۔ یہاں بھی مولانا عبدالمجید انورؒ بنیادی اور منتہی کتب کی تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ مولانا مفتی مقبول احمد برطانیہ کے اہم شہر گلاسگو میں خطیب مقرر ہوگئے۔ مولانا علامہ غلام رسولؒ کو آخرت کا بلاوا آگیا تو علوم شرعیہ کے سب سے سینئر استاذ ومدرس حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ ہی رہ گئے۔ آپ نے ان حالات میں جامعہ علوم شرعیہ میں تدریس کے بانکپن کو برقرار رکھا۔

حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ بنیادی طور پر تدریس وخطابت کے آدمی تھے۔ انتظامی امور میں زیادہ جوہر آپ کے کھل کر سامنے نہ آئے۔ مزاجاً ہنس مکھ انسان تھے۔ بات سے بات پیدا کرنی، اس میں رنگ بھرنا اور مجلس کو کشت زعفران بنانے کے بھی ماہر تھے۔ مزاج کے سڑیل بالکل نہ تھے۔ البتہ ہنسوڑ بھی نہ تھے۔ تاہم کسی سے ٹھن گئی تو گرہ کے بھی مضبوط تھے۔ اکھاڑ بچھاڑ نقدوجرح میں پہل تو آپ نہ کرتے لیکن چونچ اڑگئی تو دھیمے انداز میں خوب لتے لیتے۔ لیکن انداز ہمیشہ عالمانہ رہتا۔ کبھی بھی عالمانہ وقار کو مجروح نہ ہونے دیا۔

حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ کو بہت صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔ جامعہ رشیدیہ سے علیحدگی، نوعمر بیٹے کی حادثاتی جدائی پر آپ سراپا صبروشکر بن گئے۔ تمام صدمات کو برداشت کیا اور بڑے وقار کے ساتھ برداشت کیا۔ اب علوم شرعیہ میں آپ گرامی قدر رفقاء کے بعد اکیلے رہ گئے تو غم غلط کرنے کے لئے برطانیہ منتقل ہوگئے۔ حضرت مولانا مقبول احمد صاحب سے آپ کی عزیزداری بھی تھی۔ انہوں نے برطانیہ دورہ کی دعوت دی۔ آپ نے برطانیہ کے دوردراز شہروں کا دورہ کیا۔ ہر جگہ اپنی دل پذیر خطابت کا سکہ منوایا۔ ہر جگہ عزت کی نظر سے دیکھے گئے۔ برطانیہ کے اہم شہر رچڈیل میں ادارہ تعلیم الاسلام کی جامع مسجد اور دارالعلوم کی تعمیرنو کا مرحلہ شروع تھا۔ یہ جامع مسجد برطانیہ کی اہم خوبصورت ووسیع ودیدہ زیب مساجد میں شامل ہے۔ جامع مسجد کی خطابت اور دارالعلوم کی تدریس کے لئے ہر لحاظ سے مولانا عبدالمجید انورؒ موزوں کیا۔ قدرت کا تحفہ تھے۔ انتظامیہ نے درخواست کی تو آپ مان گئے۔ اس طرح مستقل برطانیہ میں منتقل ہوگئے۔ لیکن اہل وعیال کو پاکستان رکھنے اور برطانیہ منتقل نہ کرنے کے فیصلہ پر سختی سے کاربند رہے۔

جمعیت علمائے برطانیہ نے گوہر نایاب سمجھ کر انہیں اپنا سرپرست مقرر کرلیا۔ رچڈیل میں آپ نے تدریس کا آغاز کیا۔ بھرپور پذیرائی ملی۔ لیکن جوبن برقرار نہ رہ سکا۔ انتظامی مسائل سے نڈھال ہوگیا۔ البتہ مسجد کی خطابت کا شہرہ رہا اور خوب رہا۔

پاکستان کے موسم میں گردوغبار کی شاہی ہے تو برطانیہ میں نمی کا راج۔ پاکستان میں بھرپور شوروشغف تو برطانیہ میں خاموشی وتنہائی۔ غرض موسم وماحول دونوں یکسر بدلے تو جندوجان نے اس تبدیلی کو خوشدلی سے قبول نہ کیا۔ پہلے جگر نے بغاوت کی تو اب دل نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ ان دونوں کا اس میں کیا قصور خود مولانا نے بھی اس تبدیلی کو بہت زیادہ محسوس کیا۔ خوب یاد ہے کہ راقم ایک بار آپ کا ہمراہی تھا۔ رچڈیل کی مسجد دوسڑکوں کے درمیان ڈھلوان میں واقع ہے۔ سڑکوں پر آنے کے لئے سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ سیڑھیوں سے سڑک پر آئے تو یک دم

خوب صحت مند، چوڑے چکلے سینہ کے ابھار والی خاتون کا سامنا ہوا۔نظریں جھکائیں۔ استغفار پڑھا اور بے ساختہ ’’لقد صدق شیخ الدھیانوی‘‘ کہا اور دل گرفتہ ہوگئے۔راقم نے آپ کا ہاتھ سہارا دینے کے لئے پکڑا ہوا تھا تو میرے ہاتھ کو دبایا اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ میرے جامعہ رشیدیہ کے زمانہ کے ساتھی اور قدردان تھے۔ میں برطانیہ منتقل ہوا تو حضرت لدھیانویؒ نے ایک بار فرمایا کہ آپ کے اس فیصلہ پر مجھے شرح صدر نہیں۔آپ ضائع ہوجائیں گے۔ جو خدمت دین کے مواقع پاکستان میں حاصل تھے وہ یہاں کہاں نصیب۔ حضرت لدھیانویؒ کا یہ قول نقل کر کے مولانا عبدالمجید انورؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ حکیم العصر تھے۔میری طبیعت ومزاج کی رعایت کی۔ دراصل انہیں فرمانا چاہئے تھا کہ کس گناہ کی سزا میں برطانیہ آگئے ہو۔ نہ یہاں پڑھنا پڑھانا، نہ علمی مجالس، نہ دینی کاموں کا ماحول۔ کہاں وہ دوستوں کا جھرمٹ اور شاگردوں کی فوج اور کہاں یہ اجنبیت وپراگندئی ماحول۔ پھنسا ہوں اور بہت بری طرح پھنسا ہوں۔فرقة الاحباب وفرقة الشباب سے نڈھال ہوں۔اب بیماریوں نے گھیر لیا ہے۔ یہاں علاج ومعالجہ کی سہولت پر نظر کر کے وقت گزاری کر رہا ہوں۔ ذرہ صحت اعتدال پر آئے تو اڑ جانے کے لئے پرتول رکھے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالمجید انور دل وجان سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدردان بلکہ فدائی تھے۔ ملتان آتے تو دفتر تشریف لاتے۔مجلس کی کانفرنسوں میں شرکت فرماتے۔ برطانیہ سے پاکستان گئے تو حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحب کے جامعہ دارالقرآن فیصل آباد میں ختم بخاری کی تقریب میں مہمان خصوصی تھے۔اگلے دن چناب نگر مدرسہ ختم نبوت میں دارالمبلغین کی کلاس ردقادیانیت کورس کا افتتاح تھا۔تشریف لائے۔مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر آپ سے افتتاحی خطاب کی درخواست کی۔ بیان کیا تو نور بھرا ماحول بن گیا۔فلحمد للہ!

آپ نے برطانیہ ختم نبوت کانفرنس میں بیماری وعلالت کے باوصف کبھی ناغہ نہیں کیا۔ایسا بیان کرتے کہ کانفرنس میں جان ڈال دیتے۔مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری نے آپ کی وفات کی خبر سناتے ہوئے یہ فرمایا اور خوب فرمایا کہ مولانا عبدالمجید انورؒ کی وفات سے برمنگھم کانفرنس کے ایک کامیاب خطیب اور مؤثر مقرر سے ہم محروم ہوگئے۔حق تعالیٰ آپ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش فرمائیں۔ذاتی طور پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک خادم ہونے کے ناطہ میں راقم سے بہت ہی اکرام ومحبت کا معاملہ فرماتے۔ ڈھارس بندھا دیتے۔تقریر پر خوشی سے جھوم جھوم جاتے اور اصلاح بھی فرماتے۔راقم نے قرآن مجید ناظرہ بچپن میں ایک عورت سے پڑھا۔خود جاہل ہوں مجہول

کیا۔اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ پتہ نہیں صحیح بھی پڑھتا ہوں کہ نہیں۔ایک بار علیحدگی میں فرمایا کہ آپ کو کوئی نہیں کہے گا۔ یہ ناخوشگوار فریضہ میں سرانجام دیتا ہوں۔ زبر کی بجائے زیر ہے۔اس سے ان کی محبت واخلاص وسرپرستی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ زیروزبر تک مجھ مسکین پر نظر رکھتے تھے۔

ایک بار بیان میں راقم نے عرض کیا کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہاں دفن ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی کو پاخانہ کی جگہ موت کے باعث وہاں دفن ہونا چاہئے تھا تو تقریر کے بعد فرمایا کہ آپ نے جو بیان کیا یہ حضرت صدیق اکبرؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی تدفین کے موقع پر فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہاں دفن ہوتا ہے۔لیکن مشکوٰۃ شریف میں دوسری روایت میں اور بھی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جہاں اپنے نبی کا دفن ہونا مطلوب ہوتا ہے وہاں اپنے نبی کی وفات واقع فرماتے ہیں۔ فقیر نے سنا تو جھوم اٹھا۔شکریہ ادا کیا۔لیکن اپنی لاابالی کے باعث ایک بار پھر بیان کیا تو صرف پہلی روایت بیان کی۔ مولانا عبدالمجید انورؒ اب دوسری بار کے بیان میں بھی موجود تھے۔تو پھر علیحدگی میں فرمایا کہ پچھلے سال بھی ایک روایت مشکوٰۃ کی سنائی تھی۔اس میں موقف زیادہ اجاگر ہوتا ہے۔آپ نے آج پھر اسے بیان نہیں کیا۔غرض سبق کیا دیتے تھے سنتے بھی تھے اور یاد بھی کرادیتے تھے۔اس کے بعد تو موقعہ کی مناسبت سے کبھی اس روایت کو بھول نہیں پایا۔ان کی وفات مجلس تحفظ ختم نبوت کے دلی بہی خواہ کی وفات ہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ کھلا گول چہرہ، خوبصورت داڑھی، رنگت سانولی، کشادہ پیشانی، بھاری سر، چوڑا سینہ، صحت کے زمانہ میں خوب سڈول مائل بہ فربہی ڈیل ڈول اور درمیانہ قد کے تھے۔سر پر ہمیشہ تھانویؒ وضع کی ٹوپی رکھتے تھے۔کندھے پر رومال۔لباس سادہ کھلا اور اجلا۔ جو ملا پہن لیا۔لباس میں رنگت وغیرہ کے دل دادہ نہ تھے۔ چلنے میں وقار کی پھرتی۔ معاملہ فہمی کے ماہر اور دوستی دشمنی کے جھمیلوں میں نہ پڑنے والے تھے۔کبھی کبھار ذائقہ بدلنے کے لئے جو داڑھ کے نیچے آ گیا، رگڑا اور چل دیئے کا معاملہ ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں۔ بہت ہی صالح اور عبادت گزار تھے۔ پاکستان آتے جاتے عمرہ یا حج کا سفر ضرور کرتے۔اس لئے حج وعمرہ کا شمار تو وہ خود یا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں جن کی رضا کے لئے وہ کرتے تھے اجر بھی اسی ذات نے دینا ہے۔

پہلے ذکر کیا ہے کہ وفات کی خبر کراچی سنی۔ مولانا قاضی احسان احمد صاحب سے کاغذ قلم مانگا۔لیکن مضمون نہ لکھ سکا۔ آج ۲۳ جون ہے۔ایک دودن میں رچڈیل مسجد جانا ہے۔ مضمون دفتر لندن میں لکھ رہا ہوں۔تعزیت ان کے نمازیوں سے جا کر عرض کروں گا۔ لندن میں مغرب کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ پاکستان میں زرداری ٹائم رات کے دو بج گئے۔اسی پر ختم کرتا

ہوں۔اللہ کافی وبس۔ باقی سب ہوس۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

محسنوں کی وفات سے دل ودماغ پر کیا بیتتی ہے اس سے ہر ذی عقل انسان واقف ہے۔ راقم مزید کیا مرثیہ خوانی کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور سیأت سے درگزر فرمائے۔ مولانا مرحوم نے بیماری کے باوجود عمرہ کیا۔ پاکستان گئے۔ واپسی پر برطانیہ کے لئے سیٹ بک تھی۔ بیماری نے شدت اختیار کی تو سیٹ کینسل کرادی۔اپنے گھر ساہیوال میں کچھ دن زیر علاج رہے کہ بلاوا آ گیا۔ برطانیہ آنے کی بجائے بطن ارض کی طرف کوچ کیا۔چلو آخری خواہش کہ صحت بحال ہوتے ہی ہمیشہ کے لئے وطن جانے کے لئے پرتولے ہوئے ہوں کا ایک حصہ پورا ہوگیا۔ وطن آ گئے اور اب فوتگی کے بعد صحت کیا جوانی بھی عود کر آئی ہوگی کہ آخر صالح عالم دین تھے۔ ان کی تمنا قدرت نے یوں پوری کردی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین!(لولاک رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ)

(۴۶) ...... الحاج بلند اختر نظامیؒ کی رحلت!

(وفات ۱۳؍ستمبر ۲۰۰۸ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور لاہور مجلس کے امیر الحاج بلند اختر نظامیؒ ۱۳؍ستمبر ۲۰۰۸ء کو انتقال فرماگئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

بلند اختر نظامی جناب چوہدری محمد یوسف کے گھر ۹؍دسمبر ۱۹۳۸ء کو لاہور میں پیدا ہوئے اور سلیمنگ روڈ مسجد ٹھنڈی میں آپ نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ مشنری سکول اور وطن اسلامیہ ہائی سکول برانڈرتھ روڈ سے تعلیم حاصل کی۔ نظامی صاحب نے لاہور شاہ عالمی میں ویسٹ پاک ٹریڈرز کے نام پر ۱۹۵۵ء سے تیل کا کاروبار شروع کیا۔ مولانا سید جاوید حسین ترمذی ساکن کلویا ضلع ٹوبہ، ان دنوں لاہور مجلس کے مبلغ تھے۔ آپ کی مساعی سے جناب نظامی صاحب ۱۹۶۵ء سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے شریک کاروان ہوئے۔ نصف صدی سے زائد عرصہ آپ مجلس سے وابستہ رہے۔ آپ نے مولانا حبیب اللہ امرتسری کے عزیز جناب حکیم ذوالقرنین صاحب کے ساتھ لاہور مجلس میں بطور ناظم اعلیٰ کے کام کیا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے منظور نظر رہے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مجلس کے تمام کاموں میں دل وجان سے بڑھ چڑھ کر ایثار کرنے والے تھے۔ لاہور مجلس کے ساتھ آپ مرکزی مجلس شوریٰ کے حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے عہد امارت سے

رکن چلے آ رہے تھے۔ آپ مجلس کی مرکزی مالیاتی کمیٹی کے رکن رکین بھی تھے۔

چنیوٹ اور پھر چناب نگر کی آل پاکستان ختم نبوت کانفرنسوں میں ہر سال باقاعدگی سے شریک ہوتے تھے۔ ایک اجلاس کی صدارت بھی کرتے تھے۔ قدرت نے آپ کو بہت ہی خوبیوں سے نوازا تھا۔ معاملہ فہم اور زیرک انسان تھے۔ مجلس کے ساتھ دل وجان سے آپ کی وابستگی قابل رشک تھی۔ آپ چناب نگر مجلس کی تعمیراتی کمیٹی کے رکن بھی رہے۔

گذشتہ کچھ عرصہ سے شوگر کے مرض نے آپ کو گھیر لیا۔ آخر وقت تک اللہ تعالیٰ نے کسی کا محتاج نہیں کیا۔ تین حج اور دو عمرے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ مسجد رحمانیہ اور مدرسہ رحمانیہ کی تعلیم میں کلیدی کردار ادا کیا۔ کلویا ضلع ٹوبہ میں والدہ کے ایصال ثواب کے لئے بچیوں کا مدرسہ قائم کیا۔ مدرسہ حسینیہ عزیز الاسلام بنگلہ دیش کے معاون خصوصی تھے۔ مساجد ومدارس کی مقدور بھر مدد کرتے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چھ صاحبزادے دیئے۔ فضل الرحمٰن، عتیق الرحمٰن، محمد عامر، محمد حامد، محمد احمد، محمد عمر فاروق۔ سب صاحبزادے تعلیم یافتہ اور اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد کا جانشین بنائے۔ ۱۳ر ستمبر کے دن ظہر کے قریب آپ کا انتقال ہوا اور اسی روز بعد از عشاء آپ کا جنازہ ہوا۔ آپ کی وصیت تھی کہ میرا جنازہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماء پڑھائیں۔ حسب وصیت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں دنیا سے دامن جھاڑ کر رحمت خداوندی کے دامن سے جاوابستہ ہوئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ خوب مرد مومن تھے۔ مدتوں ان کی یادیں رہیں گی۔ (لولاک صفر ۱۴۳۰ھ)

(۴۷) ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمدؒ کا سانحہ ارتحال!

(وفات ۲۷ر ستمبر ۲۰۰۸ء)

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد صاحبؒ ملتان میں ۲۷ر ستمبر ۲۰۰۸ء، ۲۴ر رمضان ۱۴۲۹ھ بروز ہفتہ انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

لمبا کھلا چہرہ، رنگ گندمی، متوسط قد مائل بہ درازی، مشت بھر خوبصورت چھٹرک بالوں والی داڑھی، جسم ہلکا اور مظبوط، چلنے میں وقار، طبیعت سادہ، منکسر المزاج، نیک سرشت، زندگی بھر غیر مناسب جملہ زبان پر لانے سے مجتنب۔ تمکنت کے کوہ ہمالیہ، آواز مدہم لیکن حق کی کڑک اپنے انداز سموئے ہوئے، بولیں تو موتی رولیں، علم وفضل کے پہاڑ، زہد وتقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر فائز،

ہمیشہ چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام، بات میں اعتدال، بات کریں تو تول کر، اسباق پڑھاتے ہوئے دریا کو کوزہ میں بند کرنے کا اعلیٰ نمونہ، فقہ حنفی کے وجوہ ترجیح کے بیان میں اعتدال اور معقولیت کا انداز ایسا اپناتے کہ باقی تینوں آئمہ (امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ) بھی سنیں تو محبت سے گلے لگالیں۔ کتاب کا مشکل سے مشکل مسئلہ ایسی خوبصورت ادا سے نبھاتے کہ بات دل سے نکلتی دل پر اثر کرتی۔ زندگی بھر شاید کبھی ایک پیسہ فضول خرچی نہ کی ہو۔ لیکن دل کے ایسے دریا کہ مساجد، مدارس واداروں کی ہمیشہ مدد فرماتے۔ زندگی ایسی سادگی سے گذاری کہ جس پر بادشاہی بھی رشک کرے۔

فقیر نے آپ کی پہلی زیارت ۱۹۶۶ء کے اواخر میں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں کی۔ تب آپ سے مشکوٰۃ شریف پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ مشکوٰۃ اور دورہ کے اسباق پڑھانے کے لئے تشریف لاتے۔ سر پر ٹوپی اس پر سادہ سا پگڑی کی طرح بندھا سفید رومال، سفید قمیص، سفید چادر، سادگی پر دیکھنے والے کیا فرشتے بھی جھوم جاتے ہوں گے۔ مدرسہ میں سائیکل پر تشریف لاتے۔ وقت کے اتنے پابند کہ ان کی آمد پر گھڑیوں کا ٹائم ملایا جاسکتا تھا۔ مسند تدریس پر بیٹھتے تو علم کا وقار تقویٰ کی بہار کا گمان ہوتا تھا۔ بہت ہی منکسر المزاج بات کرتے تو ہلکے سے متبسم انداز میں، دلربائی ان کی نیکی کے اثرات کے باعث محبوبیت کا پرتو لئے ہوئے۔ ایک بار جو درس میں شریک ہوا افہام وتفہیم کی شیریں دلنواز گفتگو سے وہ زندگی بھر آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ اللہ اللہ اس دھرتی پر صحیح معنی میں چلتے پھرتے عالم ربانی، مستغنی مزاج ایسے کہ دنیاداران کے گھر کا پانی بھریں۔

قارئین کرام! جنہوں نے ان کو نہیں دیکھا وہ اس تحریر کو مبالغہ پر محمول کریں گے۔ جنہوں نے ان کو دیکھا ہے اور ان کی شخصیت کی ہمہ گیری پر نظر رکھتے ہیں۔ اس عکس بندی کو عشر عشیر بھی قرار نہ دیں۔ دونوں حق بجانب، اس لئے کہ اب نہ تو ان کی مثال دی جاسکتی ہے اور نہ انہیں واپس لایا جاسکتا ہے۔ واقعی جنہوں نے نہیں دیکھا وہ اس تحریر کو مبالغہ پر محمول نہ کریں تو کیا کریں۔ جنہوں نے دیکھا وہ اس تحریر کو ان کی شخصیت کے مقابل میں ہیچ نہ سمجھیں تو کیا کریں۔

آپ میلسی کے علاقہ ککری خورد میں ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے میلسی وجہانیاں میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ درس نظامی کے آخری چار سال جامعہ خیرالمدارس ملتان میں پڑھا۔ اسی جامعہ سے دورہ حدیث شریف، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا مفتی محمد عبداللہؒ، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ، مولانا کمال الدینؒ سے پڑھا۔ آپ نے ۲۷ سال سے زائد عرصہ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں حدیث شریف کی تعلیم دی۔ خیرالمدارس میں اعلیٰ درجہ کی کتب پڑھاتے رہے۔

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ، قاری محمد طاہر مدنیؒ، مولانا سید عطاء المحسنؒ ایسے ہزاروں نابغہ روزگار شخصیات آپ کی شاگرد ہیں۔

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے بعد آپ جامعہ قاسم العلوم ملتان کے مہتمم بھی رہے۔ میری معلومات کے مطابق زندگی بھر کبھی تدریس واہتمام کی تنخواہ نہیں لی۔ رزق حلال اپنے قائم کردہ مکتبہ امدادیہ سے کماتے۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان ان کے اہتمام کا زمانہ قاسم العلوم کی تاریخ کا بہترین دور قرار دیا جاسکتا ہے۔ بعض شوریٰ کے دنیادار اراکین ناقدروں کے رویہ سے دلبرداشتہ ہوئے تو خیر المدارس اپنی مادر علمی کی خدمت کو معمول بنالیا۔ اللہ رب العزت کے ایک محبوب بندے کی ناقدری پر قاسم العلوم کے در ودیوار پر آج بھی اداسی چھائی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی رونقیں بحال فرمائیں۔

مفتی محمد شفیع ملتانیؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مولانا فیض احمدؒ جیسا اہتمام تو ہزار کوشش کے باوجود ملنے کی توقع بھی عبث ہے۔ پردۂ غیب سے اللہ رب العزت حضرت مولانا محمد اکبر شیخ الحدیث کو اس گرداب سے جامعہ کو نکالنے کی توفیق دے دیں تو۔ وما ذالك على الله بعزيز!

حضرت مولانا فیض احمد صاحبؒ نے ۱۹۷۰ء کا الیکشن اپنے حلقہ میلسی سے لڑا تو ستر ہزار ووٹ لے کر دوسری پوزیشن حاصل کی۔ پہلی اور آخری بار اس وادی میں قدم رکھا۔ پھر اس سے کنارہ کشی کی تو مڑ کر دوبارہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ وہ اس ملک میں اسلامی نظام کے لئے جمعیت علماء اسلام کے بھرپور حامی تھے۔ آپ وفاق المدارس کی شوریٰ کے رکن بھی رہے اور ایک عرصہ تک مرکزی خازن کی ذمہ داری بھی نبھائی۔

مولانا فیض احمد صاحبؒ کو علوم وہبی عطا ہوئے تھے۔ حدیث وفقہ پر بھرپور دسترس حاصل تھی۔ ویسے تو جو بھی آپ نے کتاب پڑھائی تو ایسے محسوس ہوتا تھا کہ کتاب کے مصنف کی روح ان میں بول رہی ہے۔ یہ سب کچھ ان کی نیکی کے اثرات تھے۔ وہ چلتے پھرتے علم وعمل کا وقار وبھرم تھے۔ ان کو دیکھ کر اسلاف کی عظمتوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھومنے لگ جاتا۔ ان کے وضو کے پانی سے فرشتے غسل کریں۔ اگر مثال صحیح ہے تو وہ اس کے مصداق تھے۔ وہ جامع المعقول والمنقول تھے۔ کریما سے بخاری ومسلم تک کی آپ نے تعلیم دی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر کی عظمتوں کے معترف تھے۔ مجلس سے انہیں دلی محبت تھی۔ وہ مجلس کی مرکزی شوریٰ کے ممبر بھی آخری سانس تک رہے۔ بیماری کے باوجود کبھی کسی اجلاس سے غیر حاضر نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ کمر کی ہڈی کے عارضہ کے باعث کرسی پر یا پھر ان کے لئے

جگہ بنادی جاتی، لیٹ کر بھی اجلاس میں شریک رہتے۔ یہ مجلس سے ان کی کمال محبت کی دلیل تھی۔

علماء کے حلقہ سے ملتان سے موجودہ شوریٰ کے وہ واحد ممبر تھے۔ مشکل سے مشکل امر کے لئے قریب پاکر مرکزی ناظم اعلیٰ ان سے رہنمائی کے لئے گاہے بگاہے حاضر ہوتے تو جھولی بھر کر واپس تشریف لاتے۔ اب تو ان کی شفقتوں، محبتوں اور بالغ نظری کے تذکرے ہی رہ گئے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں ان کی حسنات کا بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

حضرت مولانا فیض احمد نے پہلے مکتبہ امدادیہ پھر مکتبہ حقانیہ سے درجنوں نایاب کتب کو اعلیٰ درجہ پر شائع کر کے انہیں زندہ جاوید کیا۔ جو آپ کے لئے یقیناً ذخیرہ آخرت ہے۔ یوں تو ان کی زندگی کا ہر لمحہ آخرت کا ذخیرہ ہے۔ خود بھی درجنوں کتابوں کے مصنف تھے۔

آخری عمر میں بیماری نے گھیر لیا۔ تو ان کا وجود سراپا نور بن گیا۔ ان کی غذاء صرف یاد الٰہی ہی رہ گئی۔ حدیث شریف میں ہے کہ آخری زمانہ کے لوگ دجال کے فتنہ کے دور میں صرف ذکر الٰہی پر زندگی بسر کریں گے۔ ان کی زندگی بغیر مادی خوراک کے بسر ہوگی؟۔ اس کا نمونہ مولانا کی ذات میں دیکھنے والوں نے دیکھا۔ یومیہ ایک آدھ چمچ آب زم زم، چند گھونٹ سیال خوراک پر کئی ماہ تک انہوں نے اپنی زندگی گذار کر دکھائی۔ اس حالت میں قلب وجگر کی دنیا یاد الٰہی سے آباد، چہرہ ایسا روشن اور اجلا کہ ہزاروں حسن اس پر قربان، اس حالت میں صاحب دل حضرات کا کہنا تھا کہ وہ تیز رفتار لفٹ پر سوار قرب الٰہی کی منزلوں کو بڑی سرعت سے طے کر رہے ہیں۔

رمضان المبارک اللہ رب العزت کا مہمان ماہ مبارک، اس میں ان کی وفات، علماء، طلباء کی جنازہ میں شرکت، جنازہ ایسا جو جنازہ پڑھنے والوں کے لئے بھی باعث مغفرت۔ زہے نصیب! حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین! (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ)

(۴۸) ...... قاری محمد اسماعیل شہیدؒ

(وفات ۴؍نومبر ۲۰۰۸ء)

ضلع خوشاب کے ایک معروف اور قدیمی قصبہ گنجیال میں انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں بنین وبنات کے دو مدرسے اپنے اخلاص کی دولت سے چلانے والے قاری محمد اسماعیل شہیدؒ ۴؍نومبر ۲۰۰۸ء بروز منگل ساڑھے سات بجے شب، سول لائن جوہر آباد میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر کے سفر آخرت کو سدھار گئے۔ برلب سڑک اس فرزند اسلام کے سینے پر گولیاں برسا کر دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! ان کی ساری زندگی

خدمت دین، خدمت قرآن کریم اور خدمت علماء واکابر سے مزین تھی۔ وہ قرآن کے نور سے اپنے علاقہ کو منور کر دینا چاہتے تھے۔ کچھ عرصہ قبل جب قائد آباد میں تحصیل سطح پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا یونٹ عمل میں لایا گیا تو انہیں وہاں کے لئے بحیثیت امیر چنا گیا۔ اس سے پہلے وہ جمعیت علماء اسلام کے لئے کام کرتے رہے۔ وہ بے لوث محنت کے خوگر تھے۔ انتہائی ملنسار اور خوش مزاج تھے۔ کسی سے کوئی منافرت نہ رکھتے تھے۔ گوکہ اسباب کی فراوانی انہیں حاصل نہ تھی۔ اس کے باوجود وہ اپنی تدریسی خدمات کو بام عروج پہ پہنچانا چاہتے تھے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے محل نہ ہوگا کہ یہ خانقاہ سراجیہ اور خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کا فیض ہی تھا جو انہیں خدمت دین کے لئے توفیق ایزدی سے اڑائے پھرتا تھا۔ جس روز انہیں شہید کیا گیا اس روز بھی وہ خانقاہ سراجیہ سے ہوکر آئے تھے۔ موت وحیات کا خالق انہیں وہاں سے جائے اجل پر لے کر آیا تھا۔ جنازے کے وقت علاقہ بھر کے علماء ومشائخ اور عوام کا جم غفیرہ دیکھنے میں آیا۔ حتیٰ کہ عورتیں بھی اپنے گھروں سے نکل کر جنازہ گاہ کے اردگرد جمع ہوگئیں۔

بعدازاں خانقاہ سراجیہ میں مشاورت سے طے پانے کے بعد ۱۶؍نومبر ۲۰۰۸ء کو قصبہ گنجیال میں ایک تعزیتی جلسہ قاری محمد اسماعیل شہید کی یاد میں کیا گیا۔ جس میں سرگودھا، خوشاب اور میانوالی تینوں اضلاع سے علماء کرام بکثرت تشریف لائے۔ صاحبزادہ خلیل احمد صاحب نے جلسہ کی صدارت کی اور صاحبزادہ صاحب رفقاء کی مشاورت سے اس مدرسہ کے باقاعدہ سرپرست مقرر ہوئے۔ شہید کے بیٹے جو زیر تعلیم ہیں مہتمم قرار پائے۔ فراغت کے بعد یہ ذمہ داری انہیں سونپ دی جائے گی۔ جلسہ میں سرکردہ مقامی علماء کے ساتھ ساتھ مولانا مفتی طاہر مسعود مدیر مفتاح العلوم سرگودھا، مفتی شاہد مسعود سرگودھا، مفتی زاہد محمود جوہرآباد، حکیم رشید احمد ربانی جوہر آباد، مولانا محمد الیاس چنیوٹی ایم پی اے، مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالستار، مولانا مہر علی اترا، مولانا محمد آصف گنجیال نے انتہائی مفید ومؤثر بیانات فرمائے اور دیگر بہت سے نامور علماء نے شرکت فرمائی۔ ٹیکسلا سے شہید کے استاد قاری صاحب بھی تشریف لائے تھے اور طے پایا کہ مولانا محمد امجد صاحب اس مدرسہ کا اہتمام فی الحال چلائیں گے۔

آخری غیر مصدقہ اطلاع کے مطابق ان کا قاتل گرفتار ہوگیا ہے۔ موبائل چھیننے کی غرض سے ان پر حملہ آور ہوا۔ آپ نے دفاع کیا۔ اس نے گولیاں چلادیں۔ حق تعالیٰ قاری صاحب کو اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائیں۔ آمین! (لولاک صفر ۱۴۳۰ھ)

(۴۹) ...... حضرت مولانا محمد ایوب مدنی ملتانی کا انتقال

(وفات ۳۰؍نومبر ۲۰۰۸ء)

جامع مسجد مدنی چوک کمہاراں ملتان کے خطیب مولانا قاری نذیر احمد صاحب کے جواں صاحبزادہ مولانا محمد ایوب مدنی صاحب ۳۰؍نومبر کو انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! مولانا محمد ایوب مدنی نے ۲۰۰۳ء میں جامع خیرالمدارس ملتان سے فراغت حاصل کی۔ بلوکی کے معروف حکیم مولانا محمد عبداللہ سے حکمت کی تعلیم حاصل کی۔ اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم۔اے اسلامیات کیا۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے بیعت کا تعلق تھا۔ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی سے فن مناظرہ سیکھا۔ والد گرامی کی سرپرستی میں جامع مسجد مدنی کے خطیب اور مدرسہ کے ناظم تھے۔ بھرپور محنتی اور جفاکش عالم دین تھے۔ کچھ عرصہ پہلے ان کا نوعمر بیٹا اور پھر والدہ فوت ہوگئیں۔ ان صدمات نے انہیں متأثر کیا جو فطری تقاضہ تھا۔ اللہ رب العزت کی شان صمدیت کہ گردن توڑ بخار میں مبتلاء ہوئے۔ لاہور ملتان کے بڑے ہسپتالوں میں علاج ہوتا رہا۔ لیکن تقدیر غالب آئی اور جان کی بازی ہار گئے۔ اگلے دن جنازہ ہوا۔ حضرت مولانا محمد عابد مدرس خیرالمدارس نے جنازہ پڑھایا۔ ملتان کے علماء، طلباء، سیاست دان اور عوام نے بھرپور شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت اور پسماندگان کو صبر جمیل کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین! (لولاک صفر ۱۴۳۰ھ)

(۵۰) ...... مولانا ارشاد اللہ صدیقیؒ کی رحلت!

(وفات ۲۲؍دسمبر ۲۰۰۸ء)

حضرت مولانا ارشاد اللہ صدیقی صاحبؒ ۲۲؍دسمبر ۲۰۰۸ء بروز پیر صبح منڈی بہاؤالدین میں انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا ارشاد اللہ صدیقیؒ نے حفظ قرآن مجید کرنال والی مسجد لیہ میں کیا۔ کتابیں حضرت مولانا ولی اللہؒ انہی شریف، میانوالی رانجھا ضلع منڈی بہاؤالدین میں پڑھیں۔ پھر مولانا محمد اسحٰق کھمب خورد سے مزید استفادہ کیا۔ دورہ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ آپ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ کے نامور شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد چوکیرہ ضلع سرگودھا میں کچھ عرصہ پڑھاتے رہے۔

۱۹۶۸ء میں جامع مسجد نورالہدیٰ منڈی بہاؤالدین کے خطیب مقرر ہوئے اور اسی مسجد

میں آپ نے مدرسہ عربیہ کا اجراء کیا۔۱۹۸۲ء سے گوجرانوالہ ڈویژن کے لئے وفاق المدارس کے مسئول مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۷ء میں نہر کے کنارے جامع نورالہدیٰ کے لئے جگہ خرید کی اور وہاں پر جامعہ کی نئی عمارت تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے آپ کا ارادت وبیعت کا تعلق تھا۔ ان کے مبارک ہاتھوں سے جامعہ کی نئی جگہ کا سنگ بنیاد رکھوایا۔ وفاق المدارس کے مسئول، جامعہ کے مہتمم، جامع مسجد نورالہدیٰ کے خطیب اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت منڈی بہاؤالدین کے تاحیات سرپرست رہے۔ جامعہ نورالہدیٰ میں حفظ وگردان کی تین کلاسیں اور درجہ کتب عالیہ تک کی تعلیم بطریق احسن ہورہی ہے۔

مولانا ارشاداللہ صدیقی ایک منجھے ہوئے عالم دین تھے۔ خلق خدا نے آپ سے بہت فائدہ اٹھایا۔ زیرک معاملہ فہم ہونے کے علاوہ ہر دلعزیز تھے۔ تمام حلقہ میں آپ کا احترام تھا۔ میانہ روی کے باعث جس کام کو شروع کرتے اسے پایہ تکمیل تک پہنچاتے۔ عرصہ تک آپ نے مسجد دارالہدیٰ کا ایک کمرہ دفتر ختم نبوت کے لئے وقف کئے رکھا۔ ضلع بھر میں ختم نبوت کے کام کی نگرانی فرماتے۔ جامع خیرالمدارس ملتان تو آپ کا مادر علمی تھا۔ لیکن وفاق المدارس کی میٹنگوں کے موقعہ پر ہمیشہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ میں تشریف آوری کو معمول بنائے رکھا۔ مولانا ارشاداللہ صدیقی کے دو بیٹے ہیں۔ ایک اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

بڑا بیٹا مفتاح العلوم سرگودھا میں دورہ حدیث شریف پڑھ رہا ہے۔ مدرسہ کا اہتمام مسجد کی خطابت اور والد مرحوم کی نیابت اس کے حصہ میں آتی ہے۔ مرحوم کے انتقال سے بہت بڑا علمی خلاء واقع ہوگیا ہے۔ وفاق المدارس، مجلس ختم نبوت، جامع نورالہدیٰ کے لئے آپ کی وفات بہت بڑا سانحہ ہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی تربت پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں اور مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی باقیات الصالحات کو پردۂ غیب سے حفاظت وترقی سے سرفراز فرمائیں۔ آمین! (لولاک ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ)

(۵۱) ...... حکیم قاری محمد یونسؒ کا وصال!

(وفات ۳؍فروری ۲۰۰۹ء)

۳؍فروری ۲۰۰۹ء مطابق ۶؍صفر ۱۴۳۰ھ قبل از نماز فجر حکیم محمد یونس صاحبؒ راولپنڈی میں انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! قاری محمد یونسؒ دواخانہ ختم نبوت سرکلر روڈ بنی چوک راولپنڈی کے بانی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ

کے رکن تھے۔ سرخ اور سپید رنگ، گول کشادہ چہرہ، عقابی آنکھیں، میانہ مائل بہ درازی قد، جسم سیڈول۔ چلنے میں وقار، بات کرنے میں سکون، داڑھی کے بال سفید چھڑک ملائم اور خوبصورت۔ سر پر عموماً نقشبندی ٹوپی۔ ایک ہاتھ میں تسبیح دوسرے ہاتھ میں چھڑی۔ کندھے پر رومال، یہ تھے جناب حکیم قاری محمد یونس صاحب مرحوم ومغفور۔ حکیم محمد یونسؒ بہت اچھے قاری تھے۔ سنن، نوافل، فرائض کے پابند ہی نہیں بلکہ ان کی پابندی ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ ہر کام وقت پر کرنے کے عادی تھے۔ طبیعت کے سخی اور دل کے غنی تھے۔ ہر ماہ ہزاروں کماتے اور اس سے زیادہ خرچ کردیتے۔ مساجد ومدارس بنانے کے عادی تھے۔ اس وقت بھی مستقل کئی ادارے چلا رہے تھے۔ پہلو میں مؤمن کا دل رکھتے تھے۔ جس نے جو کہا اسے سچ سمجھ لیا۔ جب کہیں سے اس کے خلاف کوئی مصدقہ اطلاع مل گئی تو پہلا مؤقف بدلنے اور معذرت کرنے میں دیر نہ لگاتے تھے۔ صاف دل تھے۔ دوست ان کو بہت جلد گھیر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ میں شفاء رکھی تھی۔ بعض ان کے نسخے خوب تھے۔ طب میں جدت بھی روا رکھتے تھے۔ طبیہ بورڈ کے امتحانی رکن بھی تھے۔ طب اسلامی کو فروغ دینے میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ بات کرنے کے دھنی تھے۔ باتوں باتوں میں مریض کا ایسا نفسیاتی علاج کرتے کہ وہ اسی وقت اپنے آپ کو آدھا تندرست محسوس کرنے لگتا۔ فسد خون چاند کی مقررہ تاریخوں پر کرنے کا ان پر دھن سوار تھا۔ طبیعت میں جذب کی کیفیت تھی۔ بیٹھے بیٹھے خیال آیا تو پاکستان کو چھوڑا، برطانیہ جاکر مطب جاری کردیا۔ وہاں سے طبیعت بھر گئی تو پھر راولپنڈی آگئے۔ وہاں سے طبیعت اکتا گئی تو کراچی جاکر مطب کھول لیا۔ کچھ عرصہ بعد وہاں مطب چل نکلا طبیعت بھر گئی تو پھر پنڈی آگئے۔ یکے بعد دیگرے کئی عقد کئے۔ لیکن اللہ رب العزت کی شان بے نیازی کہ لاولد رہے۔ آخری عمر میں تجرد اختیار کرلیا۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے بیعت کا تعلق تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کے دل وجان سے فدائی تھے۔ تبلیغ کے ساتھ ہمیشہ گہرا تعلق رکھا۔ ان کی طب پر بھی تبلیغ کی گہری چھاپ تھی۔ ہر مریض کو نماز، روزہ، ورزش کی شرعی اہمیت وافادیت کا قائل ہی نہیں بلکہ عامل بنادیتے تھے۔ خوش خوراک، خوش لباس اور خوش گفتار تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں بہت کچھ دیا۔ لیکن اس تمام کو انہوں نے فی سبیل اللہ خرچ کے آخرت کے خزانہ میں جمع کرادیا۔ عمر ستر، اسی سال کے پیٹے میں ہوگی۔ آخری عمر میں شوگر کے باعث کمزور ہوگئے۔ لیکن معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔ جمعہ کے روز صبح صادق کے قریب انتقال ہوا۔ اسی روز عصر کے بعد جنازہ ہوا اور رحمت حق کے سپرد ہوگئے۔ راولپنڈی، اسلام آباد کی پوری دینی

قیادت سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ وہ سب جنازہ میں شریک تھے۔ مرکز کی نمائندگی کے لئے اسی شام مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے اور تین روز بعد جا کر مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے تعزیت کی۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین ثم آمین! (لولاک ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ)

(۵۲) ...... آہ! پیر نصیر الدین گولڑویؒ

(وفات ۱۳ر فروری ۲۰۰۹ء)

۱۳ر فروری ۲۰۰۹ء جمعہ کے روز خانقاہ عالیہ گولڑہ شریف کے گدی نشین جناب پیر سید نصیر الدین نصیرؒ دل کے دورہ کے باعث انتقال فرماگئے۔ انا لللّٰہ وانا الیہ راجعون! حضرت پیر سید نصیر الدین نصیرؒ اپنے دادا پیر طریقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کی خانقاہ کے گدی نشین تھے۔ عالم، فاضل، علوم جدید وقدیم کے شناور، صوفی، سکالر اور شاعر تھے۔ روایتی پیروں سے ہٹ کر وہ توحید کے علمبردار تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی آبیاری اور پاسبانی انہیں ورثہ میں ملی تھی۔

فتنہ قادیانیت کے رد کے لئے کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کے لئے قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی زیر صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آل پارٹیز میٹنگ منعقد کی۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کی طرف سے دعوت نامہ اور پیغام خصوصی لے کر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد ان سے ملنے گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، خانقاہ سراجیہ کے موجودہ سجادہ نشین کے بڑے صاحبزادہ ہیں تو اکرام واحترام کی بارش کردی۔ بہت ہی عزت افزائی کی۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے پہلے سے طے شدہ پروگرام کو پس وپیش کرنے کا فرمایا۔ دوروز بعد پہلے سے طے شدہ پروگرام میں تبدیلی نہ ہونے کے باعث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے پاس وفد بھیج کر معذرت کی اور کانفرنس میں نہ صرف اپنا نمائندہ وفد بھیجا بلکہ تحریری پیغام بھی ارسال کیا۔ جو صدر اجلاس مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔

حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ اگست ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی سے مناظرہ ومقابلہ کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔ مرزا قادیانی نے پیر صاحب کے مقابلہ سے راہ فرار اختیار کر کے

اپنے چہرہ ودل کی طرح قادیانیت کی تاریخ کو بھی سیاہ کردیا۔اس واقعہ کے سو سال پورے ہونے پر ۲۰۰۰ء میں پیر نصیر الدین نے لاہور میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کیا۔مولانا پیر نصیر الدین صاحب سے ایک بار چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے درخواست کی۔کانفرنس کے دنوں میں ہی آپ کا سفر عمرہ طے تھا۔تاہم وعدہ کیا کہ جب پنجاب کے سفر پر ضلع جھنگ کا دورہ ہوا تو چناب نگر مسجد ومدرسہ ختم نبوت کے لئے مستقل وقت دوں گا۔ ہماری سستی کہ ہم دوبارہ یاددہانی نہ کراسکے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حضرت مولانا قاری محمد امینؒ مہتمم جامعہ عثمانیہ راولپنڈی ان سے مسلسل رابطہ میں رہتے تھے اور حضرت پیر صاحب مجلس کی کارکردگی پر غائبانہ دعاؤں سے سرفراز کرتے رہتے تھے۔ان کے بہت ہی اجلے کردار اور اپنے اباؤاجداد کی روایات کو برقرار رکھنے کے لئے تفصیلی مقالہ کی ضرورت ہے۔ان سے عہد رفتہ کی بہت سی وابستہ یادیں آئندہ نسلوں کے لئے زریں تاریخ کا درجہ رکھتی ہیں۔وہ کیا گئے عہد رفتہ کی تاریخ کا باب ہی گم ہوگیا۔حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔آمین ثم آمین!

(لولاک ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ)

(۵۳) ...... حاجی معراج دینؒ کی رحلت!

(وفات ۲۴؍فروری ۲۰۰۹ء)

۲۴/فروری ۲۰۰۹ء بروز منگل رات ۲ بجے حاجی معراج دینؒ ملتان میں رحلت فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حاجی معراج دین صاحب گورداسپور قصبہ مسانیاں کے رہنے والے تھے۔مسانیاں قادیان کے جوار میں واقع ہے،مسانیاں وہ جگہ ہے کہ جب مرزامحمود قادیانی نے اپنے آقایان ولیٔ نعمت انگریز کے قدموں پر سجدہ ریز ہوکر حضرت امیر شریعتؒ کے قادیان میں داخلہ پر پابندی لگوادیا کرتا تھا۔کئی بار ایسے ہوا،تب احرار رہنما جناب ماسٹر تاج الدین انصاریؒ نے پابندی کی مدت ختم ہوتے ہیں امیر شریعتؒ کا مسانیاں میں جلسہ رکھ دیا۔

گردونواح اور خود قادیان کے بہت سارے مسلمان مسانیاں میں حضرت امیر شریعتؒ کے بیان سے مستفیض ہوئے۔ماسٹر تاج الدین انصاریؒ نے گاڑی والے سے کہہ کر بٹالہ جانے کے لئے سیدھے راستہ جانے کی بجائے قادیان کا راستہ اختیار کیا۔بغیر ارادہ وخبر کے حضرت امیر

شریعتؒ قادیان پہنچ گئے۔ ماسٹر صاحبؒ نے فوری منادی کرا کر مسجد میں حضرت امیر شریعتؒ کا بیان کرا کر بٹالہ بھجوادیا۔ مرزا محمود قادیانی کا یہ پروپیگنڈا کہ حضرت امیر شریعتؒ قادیان میں آئے تو امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوجائے گا، وہ پادر ہوا ہوا، انگریز حکومت کے لئے حضرت امیر شریعتؒ کے قادیان میں داخلہ پر پابندی کا جواز باقی نہ رہا۔ حاجی معراج دینؒ نے اسی مسانیاں میں آنکھ کھولی۔ قادیان کے جوار میں ہونے کی وجہ سے قادیانی فتنہ سے آگاہی حاجی صاحب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔

تقسیم کے بعد ملتان آکر آباد ہوئے تو حضرت امیر شریعتؒ اور مجاہد ملت حضرت جالندھریؒ سے برابر رابطہ رہا، ہر جلسہ میں طبعی مناسبت کی وجہ سے شریک ہوتے، پیر طریقت حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ، مسکین پور شریف کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ سے بیعت کا تعلق ہوا، ان کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ مولانا سیّد محمد عبداللہ شاہ کراچی والوں سے بیعت کا رشتہ جوڑا، سیّد محمد عبداللہ شاہ صاحب نے مسکین پور خانقاہ شریف میں قائم مدرسہ تعلیم القرآن کی نگرانی ملتان کے حاجی اصغر علی مرحوم اور حاجی معراج دین مرحوم کے سپرد کی۔ حاجی اصغر علی مرحوم کے بعد اکیلے حاجی معراج دینؒ نے اس ذمہ داری کو بھرپور نبھایا۔ متذکرہ دونوں حضرات کا تبلیغی جماعت سے گہرا تعلق تھا۔ حاجی معراج دینؒ نے متعدد مساجد بنوائیں، تعلیم الاسلام گورنمنٹ ہائی اسکول چناب نگر کی مسلم مسجد حاجی صاحبؒ نے اپنی نگرانی میں بنوائی، بنیادی طور پر آپ الیکٹرک کے شعبہ سے تعلق رکھتے تھے۔ نشتر ہسپتال ملتان کا عرصہ تک الیکٹرک کا شعبہ آپ کے سپرد رہا۔ نشتر ہسپتال کے شعبہ حادثات سے انٹری گیٹ کے پاس مدنی مسجد کو وسعت دی، اس کا انتظام و انصرام احسن وجوہ پر چلایا۔

خانقاہ سراجیہ کے ٹیوب ویل کی درستگی کے لئے آپ نے خدمات سرانجام دیں، چناب نگر مدرسہ ختم نبوت کے ٹیوب ویل کی نگرانی ازخود انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کے شروع ہونے سے ایک شب پہلے اس ٹیوب ویل میں چارپائی ڈال دیتے اور کانفرنس کے اختتام تک ٹیوب ویل کو چلانے اور بند کرنے کا کام اپنے ذمہ لے لیتے۔ مجال ہے کہ پانی کی کمی ہونے پائے، ہر سال بڑھتی ہوئی حاضری کو سامنے رکھ کر پانی کے انتظام میں وسعت کے منصوبے سوچتے رہتے۔ مدرسہ مسکین پور، مدرسہ ومسجد مدنی نشتر ہسپتال ملتان کے آخری سانس تک نگراں رہے، ہر سال ایک دوبار حج وعمرہ کا سفر کرنے کا آپ کا معمول رہا، شب جمعہ واجتماع رائے ونڈ میں شرکت کا کبھی ناغہ نہ ہوا۔

قیام چناب نگر کے دوران مسلم کالونی میں گزرنے والے قادیانیوں کو گھیر کر قادیان کے ہمسائے ہونے کے ناتہ ہموار کر کے قادیانیت کے کفر کو ان پر واضح کرتے، ان کی گفتگو سادہ مگر پُرتاثیر ہوتی تھی، زندگی بھر دین پر عمل پیرا رہے، عبادت وتبلیغ اور دین والوں کے تعلق سے ہی ان کی زندگی میں بہار کی کیفیت رہی، آخری عمر میں دنیا سے انقطاع پیدا ہو گیا، اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

آخری دن آپ کو اختلاج قلب کی تکلیف ہوئی، ہسپتال میں چند گھنٹے گزار کر گھر منتقل ہو گئے، رات کو پھر تکلیف ہوئی گھر والوں نے ہسپتال جانے کا کہا مگر صاف انکار کر دیا، ذکر کرتے، درود شریف پڑھتے، کلمہ کا ورد کرتے ہوئے رات ۲ بجے کے قریب مالک الملک کے حضور حاضر ہو گئے، عصر کے بعد جنازہ جامع مسجد ابدالی روڈ تبلیغی مرکز میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے پڑھایا اور اپنی تعمیر کردہ مدنی مسجد نشتر ہسپتال ملتان کے کونے میں نشتر قبرستان میں رحمت حق کے سپرد ہو گئے، حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین۔

(لولاک ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ)

(۵۴) ...... میاں عبدالواحدؒ کا انتقال

(وفات ۲۸ فروری ۲۰۰۹ء)

کنری سندھ میں جناب میاں عبدالواحد صاحب ۲۸ فروری ۲۰۰۹ء کو انتقال فرماگئے۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون! میاں عبدالواحد صاحب نے ایم۔ ایس۔ سی تعلیم پائی۔ گورنمنٹ ہائی سکول کنری میں ۲ سال سائنس ٹیچر رہے۔ ملازمت سے دل بھر گیا تو زمیندارہ شروع کیا۔ زمینداہ میں اپنی ذاتی شرافت، دیانتداری کے باعث نام پیدا کیا۔ خوب سے خوب تر کی تلاش کے جذبہ کے تحت زمیندارہ پیشہ میں ایک کامیاب اور ماہر کا درجہ اختیار کر گئے۔ آپ نے اپنی اہلیہ سمیت حج کی سعادت حاصل کی۔ کنری مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اور روح رواں رہے۔ بہت ہی گہرے اور ٹھنڈے دل ودماغ کے انسان، معاملہ فہمی میں اپنی مثال آپ تھے۔ پڑھے لکھے، زیرک، نرم مزاج، پختہ رائے، ایسے اوصاف نے انہیں ہردل عزیز بنادیا تھا۔ اپنے پرائے، ہندو، مسلم سب کے دلوں پر انہوں نے بے تاج بادشاہ کی طرح حکمرانی کی۔ اللہ رب العزت نے ایک بیٹا و بیٹی کی دولت سے مالا مال کیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کنری کے لئے ان کا وجود سایہ الٰہی تھا۔ ان کی مرنجان مرنج

شخصیت کے نقوش عرصہ تک اہل علاقہ کے لئے ایک یادگار کے طور پر ضرب المثل رہیں گے۔ مولانا محمد علی صدیقی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کنری میں ان کا جنازہ ایک مثالی جنازہ تھا۔ مرکز کی طرف سے حضرت ناظم اعلیٰ دامت برکاتہم نے بذات خود تعزیت کے لئے سفر کیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین! (لولاک ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ)

(۵۵) ...... قاری خبیب احمد عمرؒ کا وصال!

(وفات یکم/ مارچ ۲۰۰۹ء)

مولانا قاری خبیب احمد عمر یکم/ مارچ ۲۰۰۹ء بروز اتوار انتقال فرما گئے۔ ’’انا لله وانا الیه راجعون‘‘ چٹا گورا رنگ، دراز قد، خوبصورت سفید چمکیلی داڑھی، کھلا چہرہ، عقابی آنکھیں، سفید اجلا لباس، صورت وسیرت کے حسین وجمیل، مرد مجاہد، حضرت مولانا قاری خبیب احمد عمر، جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، جہلم اور اس سے وابستہ کئی شاخوں کے مہتمم برمنگھم میں انتقال فرما گئے۔ ۳/ مارچ کو ان کا جنازہ جہلم میں ہوا اور اپنے گاؤں میں والد گرامی حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ کے پہلو میں میں دفن کر دیئے گئے۔

مولانا قاری خبیب احمد صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے داماد اور مولانا زاہد الراشدی کے بہنوئی تھے۔ قاری صاحب کے تمام صاحبزادگان دینی تعلیم کے شناور ہیں۔ بڑے صاحبزادہ قاری ابوبکر صدیق کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ آپ کا جنازہ خدام اہل سنت کے سربراہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر نے پڑھایا۔ جید اکابر، علماء، وطلباء آپ کے شاگردان، ومتعلقین اور علاقہ کے عوام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مولانا قاری خبیب احمد صاحب جامع نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے فارغ التحصیل تھے۔ اس وقت جامع نصرۃ العلوم کے استاذ الحدیث حضرت مولانا قاری عبدالقدوس قارن آپ کے ہمدرس ہیں۔

قاری خبیب احمد صاحب نے آج سے دس سال قبل اپنے والد گرامی کے جانشین کے طور پر جامعہ حنفیہ اور خدام اہل سنت کی جماعتی ذمہ داریوں کو سنبھالا اور حق یہ ہے کہ والد گرامی کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ اپنے والد گرامی کی طرح ملک عزیز کی دیگر دینی جماعتوں، بالخصوص مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ملتان گذشتہ سال دفتر مرکزیہ تشریف لائے۔ آپ کے احترام میں استقبالیہ ترتیب دیا گیا۔ اس میں شرکت فرمائی۔ لائبریری میں گھنٹہ بھر کتابوں سے جی بہلاتے رہے۔ ہر سال جامعہ کے جلسہ میں مجلس کے نمائندہ کو ضرور

بلاتے۔ پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کے لئے اپنے جامعہ میں کانفرنس کرائی۔ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں شرکت سے ممنون احسان فرماتے۔ اس وقت ان کا وجود بہت غنیمت تھا۔ انہوں نے اپنے والدگرامی کے تمام حلقہ کی خوب قیادت ورہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔

موصوف بھرپور محنتی اور جفاکش عالم دین تھے۔ آپ کو اللہ رب العزت نے بہت ہی خوبیوں سے سرفراز کیا تھا۔ وہ عظمت اہل بیتؓ وصحابہ کرامؓ وعقیدہ توحید وختم نبوت کے بہترین خطیب تھے۔ قرآن مجید کی بہت ہی خوبصورت تلاوت کرتے تھے۔ ہر سال برطانیہ کے طول وعرض میں وعظ وتبلیغ کی مجلسوں کو رونق بخشتے۔ اس وقت بھی برطانیہ کے سفر پر تھے۔ بخار ونمونیہ میں مبتلا ہوئے۔ سانس کا نظام بہت متأثر ہوا۔ ہسپتال لے جائے گئے۔ لیکن اجل کی آمد نے تمام ڈاکٹری کوششوں کی ایک نہ چلنے دی۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(لولاک ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ)

(۵۶) ...... مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ کا وصال!

(وفات ۱۲؍اپریل ۲۰۰۹ء)

۱۲؍اپریل ۲۰۰۹ء بروز اتوار مولانا سید امیر حسین گیلانی انتقال فرمائے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

۱۱؍اپریل کو بادشاہی مسجد لاہور میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس پونے چار بجے صبح اختتام پذیر ہوئی۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا معرکۃ الاراء اختتامی بیان تھا۔ بیان کیا تھا لگتا تھا مولانا کی خطابت معراج پر ہے۔ فجر کی اذانیں دوستوں کو ملتے ملاتے سٹیج پر ہوگئیں۔ کام کو سمیٹا۔ عائشہ مسجد مسلم ٹاؤن میں فجر کی نماز آکر پڑھی۔ دفتر میں تھکے ماندے، گھوڑے بیچ کر دراز ہوگئے۔ دوپہر کو اٹھے۔ چائے کا ایک کپ لیا۔ ظہر پڑھتے ہی خانقاہ سراجیہ کے لئے عازم سفر ہوئے۔ موٹروے پر مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا فون موصول ہوا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کو فون کریں۔ ابھی ان کا فون بند ہوا ہی تھا کہ مخدوم گرامی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کی کال مولانا صاحبزادہ عزیز احمد کے فون پر موصول ہوئی۔ بات کرنے کے بعد صاحبزادہ صاحب نے فون مجھے تھمادیا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کامیاب کانفرنس کے انعقاد پر مبارک باد دی۔ فقیر ان کی کامیاب ولاجواب مدلل تقریر پر ان کا ممنون احسان ہوا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اگلے ہی لمحہ حضرت مولانا سید امیر حسین گیلانی کے سانحہ وفات کی اطلاع

دی۔اس سے پہلے بالکل بے خبر تھے۔سخت صدمہ ہوا۔معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ابھی اوکاڑہ کے لئے عازم سفر ہو رہے ہیں۔ہم لوگوں نے خانقاہ سراجیہ پہنچنا تھا کہ ملک بھر سے شوریٰ کے ارکان نے اسی شام خانقاہ سراجیہ تشریف لانا تھا اور اگلے روز ۱۳/اپریل کو شوریٰ کا اجلاس تھا۔جنازہ میں شرکت کی محرومی پر دل پسیج گیا۔ذیل کے تعزیتی چند کلمات سے اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید تھے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ قید و بند کی منزلوں سے گزرے۔عرصہ ہوا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شائع کی تھی۔اس زمانہ میں مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ سے ایک انٹرویو کیا تھا۔وہ ملاحظہ فرمائیں:

''مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں تبلیغی جماعت کے ساتھ کراچی گیا ہوا تھا۔احراری خون تھا۔کراچی جہانگیر پارک میں ظفر اللہ خان قادیانی کی تقریر میں موجود تھا۔اس نے اسلام کو مردہ مذہب اور قادیانیت کو زندہ اسلام کہا۔سنتے ہی ہم نے شور کر دیا۔مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ سب سے پہلے پتھر ظفر اللہ خان کی طرف میں نے چلایا۔جلسہ ہلڑ بازی کا شکار ہو گیا۔ہم گرفتار کر لئے گئے۔رات گئے تک تھانہ میں رہے۔پھر ہم نوخیز نوجوانوں کو رہا کر دیا گیا۔تبلیغ میں وقت لگا کر واپس پنجاب آ گئے۔جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لے لیا۔تحریک ختم نبوت کی ابتداء میں موچی دروازہ لاہور میں جلسہ عام جس میں مولانا ابوالحسناتؒ کی صدارت تھی۔حضرت امیر شریعتؒ، حضرت لاہوریؒ کا خطاب تھا۔شریک ہوا۔پھر نسبت روڈ پر جلسہ منعقد ہوا۔اس میں مجلس عمل کے رہنماؤں نے خطاب کیا۔سب سے بہترین اور عمدہ خطاب مولانا محمد علی جالندھریؒ کا ہوا۔اس میں بھی مجھے شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مرزائیت کا مذہبی وسیاسی تجزیہ کیا۔تقریر معلومات کا خزانہ اور دلائل کا سمندر تھی۔مجھے اب بھی یاد ہے کہ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے ظفر اللہ قادیانی کے وزیر خارجہ ہونے کے حوالے سے اس کی تعیناتی پر سخت گرفت کی۔آپ نے فرمایا کہ ظفر اللہ قادیانی کے وزیر خارجہ ہوتے ہوئے ان وجوہات کی بناء پر کشمیر کے مسئلہ کا حل ناممکن ہے۔اس لئے:

۱...... ظفر اللہ خان نے قادیانی ووٹ غیر مسلموں میں شامل کرا کر گرداسپور کو غیر مسلم اقلیت کا ضلع باؤنڈری کمیشن کے سامنے ثابت کیا۔کشمیر کا پاکستان سے رابطہ وراستہ ہی جب اس نے کاٹ دیا تو اب اس سے کشمیر کے مسئلہ کے حل کی توقع رکھنا مسلم لیگی حماقت ہے۔

۲...... کشمیر پاکستان سے مل جائے تو مسلم کاز کو تقویت ملے گی۔ جب کہ یہ (ظفراللہ) مسلم کاز کا ہندوؤں سے زیادہ دشمن ہے۔

۳...... کشمیر حاصل کرنے کے لئے اسلامی ممالک کا تعاون ضروری ہے۔ ظفراللہ خان نے وزیر خارجہ ہونے کے ناتے تمام سفارت خانوں میں قادیانی افراد بھرتی کر کے ملت اسلامیہ کی ہمدردی سے پاکستان کو محروم کر دیا ہے۔

۴...... ظفراللہ خان کا گرو مرزا بشیر الدین اکھنڈ بھارت کا الہامی عقیدہ رکھتا ہے۔ یہ اپنے گرو کے نقش قدم پر چلے گا نہ کہ مسلمانوں کی خاطر کشمیر کیس لڑے گا۔

۵...... ظفراللہ نے یو این او میں کشمیر سے پاکستان کی افواج کے اخراج اور ہندوستانی فوج کی وہاں پر موجودگی میں ہی مہاراجہ کشمیر کی زیر نگرانی استصواب رائے کے معاہدہ پر دستخط کر دیئے ہیں۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ کشمیر ہمیں مل جائے گا یہ ان کی حماقت کا بہترین شاہکار ہے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی تقریر کے بعد حضرت امیر شریعتؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد علی جالندھریؒ کی یہ تقریر کسی بین الاقوامی پلیٹ فارم سے ہوتی تو آج مولانا نے جس طرح اپنا کیس ثابت کیا ہے مسلم لیگ کے لئے ظفراللہ خان کو وزیر خارجہ رکھنے کا کوئی جواز باقی نہ رہ جاتا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے فرمایا مجھے فخر ہے اس بات پر کہ میری جماعت کے رفقاء دلائل و براہین کی دنیا میں اپنا کیس ثابت کرنے میں کسی بیرسٹر سے کم نہیں۔ یہ کہہ کر شاہ جیؒ نے تقریر کرنے سے انکار کر دیا۔

کچے کو توڑ دو (لطیفہ)

سید امیر حسین گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں اس تقریر میں موجود تھا۔ مولانا کی تقریر کے دوران نسبت روڈ کے مرزائیوں نے اپنے مکانات سے سنگ باری شروع کر دی۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مشتعل ہجوم کو کوئی کاروائی کرنے سے روک دیا اور موقعہ کی مناسب سے ایک لطیفہ بھی سنایا جو یہ تھا کہ ایک دفعہ نوکرانی بادشاہ کے گھر میں چکی پیس رہی تھی۔ بادشاہ کی گھر والی کو نوکرانی نے کہا کہ آپ کی لڑکی جوان ہے اور میرا لڑکا جوان ہے۔ رشتہ نہ کر لیں؟ بادشاہ کی گھر والی نے اپنے خاوند سے ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ جہاں نوکرانی بیٹھی تھی وہ جگہ کھدواؤ۔ چنانچہ ایسا کیا۔ نیچے مدفون خزانہ ملا۔ (کچا) جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ وہ نکال کر بادشاہ نے جگہ ہموار کرا دی اور پھر گھر والی کو کہا کہ اب جب دوبارہ نوکرانی چکی پیسنے آئے پھر دیکھنا یہ کیا کہتی ہے۔ چنانچہ دوسرے دن نوکرانی آئی۔ دانے پیسے مگر کوئی بات نہ کی۔ بادشاہ کی گھر والی نے خود کہا کہ کل آپ نے اپنے لڑکے اور میری لڑکی کے رشتہ کی بات کی تھی۔ تو نوکرانی قدموں پر گر گئی کہ میں نے قطعاً یہ بات نہ

کی تھی۔ مجھ پر تہمت نہ لگائی جائے۔ بادشاہ کی گھر والی نے اپنے خاوند کو یہ رپورٹ دی تو خاوند نے کہا کہ پہلے دن نوکرانی نہیں اس کے نیچے سے (کجا) بول رہا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان مرزائیوں کو کچھ نہ کہو جو اینٹیں مروار ہے ہیں اس ''کجے'' (ظفراللہ خان) کو توڑ دو۔ اس پر مجمع لوٹ پوٹ ہوگیا اور مولانا کو خوب داد ملی اور یہ کہ فتنہ بھی ختم ہوگیا۔

مولانا گیلانی موصوف فرماتے ہیں کہ تحریک کے شروع ہونے پر باہر سے آنے والے قافلوں کو سنبھالنا وغیرہ میرے ذمہ ٹھہرایا۔ جب موقع ملتا نوجوان رفقاء کا جلوس لے کر لاہور میں بازار کا چکر بھی لگالیتے۔ مجھے یاد ہے کہ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد ہم دواڑھائی سو نوخیز نوجوانوں اورلڑکوں کا ایک گروپ دھنی رام روڈ پر جارہا تھا۔ ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہوکر تقریر شروع کی۔ قادیانی نوجوان فوج کی جیپ میں سوار تھے۔ تقریر کرنے والے کو گولی داغ دی۔ دوسرا نوجوان بڑھا۔ اس نے سپیکر سنبھال کر تقریر شروع کردی۔ قادیانی اوباشوں نے اس کو بھی گولی داغ دی۔ اسی طرح پانچ چھ نوجوان یکے بعد دیگرے تڑپے مگر عشق رسالت مآب ﷺ کے جذبہ کو ماند نہیں پڑنے دیا۔ اس قادیانی ظلم پر روڈ کے دونوں طرف کے مکانات سے اس جیپ پر پتھراؤ شروع ہوگیا۔ جیپ والے قادیانی سورما بھاگ نکلے اور ہمارا جلوس پھر روانہ ہوگیا۔

انارکلی میں راست اقدام کا اشتہار میں نے تقسیم کیا۔ اشتہار تقسیم کررہا تھا کہ پولیس آن دھمکی۔ ایک گلی سے ہوکر گرفتاری سے بچ نکلا۔ جامع مسجد وزیرخان کو جب فوج نے خالی کرالیا تو ہمارے رضا کاروں کا دستہ جامع مسجد علی ہجویریؒ (داتادربار) منتقل ہوگیا۔ ان کے لئے تانگہ پر دیگ پکوا کر لایا۔ میں خود سائیکل پر تھا۔ مسجد کے دروازے پر آئے تو پیچھے بازار میں افراتفری تھی۔ معلوم ہوا کہ ملٹری کے ٹینک بکتر بند گاڑیاں یہاں بھی آ گئی ہیں۔ تنگ گلی سے ایک ہاتھ پر سائیکل اٹھایا اور نکل گیا۔ اب جاکر مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے ملاقات کی۔ شہر میں فوج کا گشت تھا، جس پولیس کے دستہ نے گولی چلانے سے انکار کردیا تھا وہ حوالہ زندان کردیئے گئے۔ ملٹری کا جو دستہ شہر میں آکر مسلمانوں کے جذبہ عشق ومستی کو دیکھتا اور متاثر ہوتا انہیں تبدیل کردیا جاتا تھا۔ فوج پاراچنارا یا بنگال کی لائی گئی تاکہ وہ تحریک کے لوگوں کی سرے سے بات ہی نہ سمجھ پائے۔ مولانا ہزاروی نے ایبٹ آباد، مانسہرہ، سرحد کے لوگوں کے پتے لکھ دیئے کہ ان کو مل کر وہاں سے آواز کو مؤثر طور پر اٹھایا جائے۔ گوجرانوالہ گیا۔ وہاں سے مولانا عبدالقیوم صاحب میرے ساتھ ہوئے۔ قلعہ کالری گجرات میں جاکر تقریر کی۔ جلوس نکالا۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ پہلے گرفتار تھے۔ وہاں سے جہلم، پنڈی، ہزارہ کا دورہ کیا۔ خان عبدالقیوم خان وزیراعلیٰ سرحد نے اعلان کررکھا تھا کہ پنجاب کے غنڈوں

(تحریک کے لوگوں) کو یہاں آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہم نے ہزارہ ڈویژن کا دورہ کرلیا۔ خان عبدالقیوم خان کو دورہ پڑا وہ ہزارہ آیا۔ ہم ہزارہ سے راولپنڈی وہاں سے جہلم آگئے۔ جہلم میں جمعہ پر بیان ہوا وجلوس نکالا۔ گرفتار ہوگئے۔ چھ ماہ قید کاٹ کر رہا ہوئے۔ رہائی پر پھر جہلم میں تقریر کی اور پھر لاہور آگئے۔'' (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص۸۲۱،۸۲۳)

مولانا امیر حسین گیلانی بلا کے بہادر تھے۔ ان میں حسینی خون تھا۔ وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے ڈٹ جاتے تھے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جمعیت علماء اسلام کی طرف سے مجلس عمل میں نمائندگی فرماتے رہے۔ ملک کے جس حصہ میں دعوت دی جاتی ضرور تشریف لاتے۔ چنیوٹ، چناب نگر کی کانفرنسوں پر ان کی تشریف آوری میں شاید کبھی ناغہ ہوا ہو۔

جمعیت علماء اسلام ان کی سرگرمیوں کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ مرکزی نائب امیر، پنجاب جمعیت کے امیر اور اسلامی نظریاتی کونسل کے دوبار رکن رہے۔ بہت بیدار مغز رہنما تھے۔ ان کی تقریر شعلہ بار ہوتی تھی۔ خوب تیز بولتے تھے۔ شاہ صاحب کا رنگ پکا، جسم گھنا اور فربہ، قد درمیانہ، پیشانی کشادہ، داڑھی مشت بھر شدید گھنی، طبیعت سادہ، مزاج میں جمال وجلال کی کیفیت حسب موقعہ اس کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ ضیاء الحق کے شدید مخالف، ایم۔ آر۔ ڈی کی تحریک میں بڑی بہادری سے حصہ لیا۔ مذہبی تحریکوں میں ہمیشہ صف اوّل میں رہے۔ شوگر کے مریض تھے۔ اس نے گردوں پر شدید اثر کیا۔ زید ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ وفات گھر پر ہوئی۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن نے جنازہ پڑھایا۔ مرحوم پر فضل الٰہی ہو۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت کریں۔ ان کی وفات سے تاریخ کا ایک باب بند ہوگیا۔ جامعہ مدنیہ اوکاڑہ، چھ بیٹے، دو بیٹیاں، اہلیہ، ہزاروں عقیدت مند، جمعیت علماء اسلام ان کا صدقہ جاریہ ہیں۔ (لولاک جمادی الاوّل ۱۴۳۰ھ)

(۵۷) ...... شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خانؒ کا سفر آخرت!

(وفات ۵؍مئی ۲۰۰۹ء)

۵؍مئی ۲۰۰۹ء رات پونے دو بجے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور فرمائیں اور ان کو قبر میں جنت کی راحتیں واسائشیں نصیب فرمائیں۔ ان کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ ساتھ ان کی مکمل حفاظت ونصرت فرمائیں۔'' اللھم ارحمہ واجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ، امین بحرمۃ خاتم النبیین''

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کے والد گرامی کا نام نور محمد خان تھا۔ وہ مانسہرہ کے ایک گاؤں ڈھکی چیڑاں داخلی کڑمنگ کے رہنے والے تھے۔ ان کے گھر مولانا سرفراز خان ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ہزارہ وگردونواح میں حاصل کی اور حصول تعلیم کے لئے تکلیف دہ اور صبر آزما مراحل سے آپ کو گذرنا پڑا: ''حنا رنگ لاتی ہے، پتھر پے پس جانے کے بعد'' ان مصائب کو جھیل کر بڑے مجاہدہ سے آپ وادی علم کو طے کرتے رہے۔ ۱۹۴۱ء میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۹۴۳ء میں آپ گکھڑ میں تشریف لائے۔ اوّلاً جس مسجد میں پڑھنا پڑھانا، درس دینا، جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ تادم واپسیں اسی مسجد کو ہی اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکز بنائے رکھا۔ یہاں پر مکان بنایا اور یہیں سے جنازہ اٹھا۔ استقلال ووفاء کی دنیا میں ایک مثال قائم کر گئے۔

مولانا محمد سرفراز خان صفدر، گھنا کسرتی جسم، درمیانہ قد، داڑھی مبارک دراز، چہرہ پر علم کا جلال اور عمل کا نور، پیشانی کشادہ، نگاہ عقابی، ناک ستواں، خدوخال محبوبانہ، رنگ پکا سرخی وسفیدی مائل، حفاظت نظر کے لئے گردن ہمیشہ جھکی ہوئی، کپڑے اکثر سفید، جوانی میں سر پر ہمیشہ پگڑی، اس کے نیچے کپڑے کی ٹوپی، خندہ رو، بولیں تو علم ابلتے چشمہ کی مانند رواں دواں، مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں حل کرنے کے ماہر، پاکستان میں اس وقت فن حدیث کے سب سے بڑے ماہر وامام، قلم شستہ، تحریر میں پختگی وروانگی، تمام اختلافی مسائل پر قلم اٹھایا۔ لیکن متانت کے ساتھ، قرآن وسنت کے دلائل سے ان مسائل میں علماء دیوبند کے موقف کی تشریح فرمائی کہ دوست ودشمن اہل علم حضرات عش عش کر اٹھے۔

بعض مقامات جواب آں غزل آیا ہو تو اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس میں بھی انہوں نے علمی وقار ومتانت کو داغ دار نہیں ہونے دیا۔ بلکہ مثال قائم فرمائی کہ اہل علم کے اختلاف کی حدیں یوں ہوتی ہیں۔ راقم نے اوّلاً آپ کی زیارت ۶۸، ۱۹۶۷ء میں مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں کی۔ ختم بخاری کے موقع پر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے سالانہ جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ سہ روزہ اجتماع میں اس وقت کی تمام چوٹی کی دینی قیادت شمولیت فرماتھی۔

راقم کو اللہ رب العزت نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی شمولیت سے سرفراز کیا تو تقریباً اکثر وبیشتر چنیوٹ کی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان کی زیارت کا موقع مل جاتا۔ یہ کانفرنس دسمبر میں منعقد ہوتی تھی۔ آپ نصرۃ العلوم میں پہلے وقت

پڑھا کر کانفرنس میں شرکت کے لئے چنیوٹ کا سفر کرتے۔ظہر کے بعد اجلاس میں آخری بیان کرتے۔عصر پڑھ کر واپسی ہو جاتی۔سردیوں کے دن ہوتے،اکثر سواتی دھسہّ پہنے ہوئے،سر پر پشاوری پگڑی،عینک لگائے،ہاتھ میں عصا لئے سٹیج پر تشریف لاتے۔تمام تر سادگی کے باوجود ہر خورد وکلاں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے۔

نماز عصر کے بعد بسا اوقات چائے کے دوران علیحدگی میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ سے مشاورت کا منظر بھی راقم کی آنکھوں میں گھومتا نظر آ رہا ہے۔ایک بار اپنی صحت کے آخری دور میں آپ جامعہ قاسم العلوم میں ختم بخاری کے موقع پر تشریف لائے۔اتفاق کی بات ہے کہ مجلس کے بڑے حضرات سب سفر پر تھے۔راقم دفتر میں اکیلا تھا۔عشاء سے قبل قاسم العلوم ملتان حاضر ہوا۔حضرت کے ساتھ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس قارن استاذ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم تھے۔ان سے عرض کیا کہ عشاء کے متصل بعد ختم بخاری ہے۔اس کے بعد رات گئے تک جلسہ جاری رہے گا۔حضرت آرام نہیں کرسکیں گے۔اگر قیام دفتر ختم نبوت ہو جائے تو بہت مناسب رہے گا۔مولانا قارن صاحب نے فقیر کی طرف سے حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی۔خندہ پیشانی سے قبول فرمالی۔ہمارے بخت جاگ اٹھے۔آپ نے جامعہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث مولانا محمد اکبر خان صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ ختم بخاری کے بعد مجھے آرام ختم نبوت کے دفتر کرنا ہے۔مولانا محمد اکبر خان نے فرمایا کہ صبح نماز کے بعد آپ کے درس قرآن مجید کا بھی قاسم العلوم جامع مسجد میں ہم نے اعلان کر رکھا ہے۔تو حضرتؒ نے فرمایا ٹھیک ہے۔اذان کے بعد دفتر ختم نبوت سے لے لینا۔نماز فجر یہاں آپ کے ہاں باجماعت ادا کریں گے۔لیجئے!تشریف آوری یقینی ہوگئی۔آپ آرام کے لئے دفتر تشریف لائے۔صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس اور حضرت کے لئے نیچے کے مہمان خانہ میں بستر لگوادیئے۔لیٹنے سے قبل چائے یا دودھ کا کپ نوش فرمایا۔طہارت ووضو فرمایا اور لیٹ گئے۔

دفتر میں دقت یہ کہ گھنٹی بھاری آواز کی لگوائی ہے۔سردی کی راتوں میں مہمان آجائیں تو گھنٹی سے ساتھی بیدار ہو کر دروازہ کھول دیتے ہیں۔خیال ہوا کہ گھنٹی کھلی رہی کوئی مہمان آیا اس نے گھنٹی بجادی تو حضرت کے آرام میں خلل آئے گا۔ساتھیوں سے عرض کیا کہ آپ سو جائیں۔صبح سے کچھ دیر قبل تازہ عمدہ چائے کا نظم کرنا ہوگا اور ساتھ میں فرائی ایک ایک انڈہ اور کیک بھی منگوا کر ابھی رکھ لیں۔ساتھی سو گئے۔راقم نے گھنٹی بند کر دی اور خود دربان بن کر

گیٹ پر رات گذاردی کہ کوئی آہٹ ہو تو دروازہ کھل جائے اور بغیر شور وغل کے مہمان کو ٹھہرالیا جائے۔ تا کہ حضرتؒ کو تکلیف نہ ہو۔ رات کے آخری حصہ میں حضرتؒ معمول کے مطابق از خود اٹھ گئے۔ گرم پانی پیش کیا۔ وضوفرمایا اور معمولات میں مشغول ہوگئے۔ آذان فجر سے قبل چائے نوش فرمائی۔ آذان شروع ہوتے ہی حضرت مولانا محمد اکبر خان مدظلہ تشریف لائے۔ انہوں نے بھی چائے نوش فرمائی اور حضرتؒ روانہ ہوگئے۔ امید ہے کہ جس ذات کریم تعالیٰ نے ایک رات اپنے مقبول بندے کی خدمت کی توفیق دی۔ اس خدمت کے صدقے خادم کی بھی نجات فرمادیں گے۔ وما ذالك على الله بعزيز!

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ سے ایک یادگار ملاقات جو گھنٹوں پر محیط ہے وہ گکھڑ میں ہوئی تھی۔ ملک عزیز کے نامور خطیب، جفاکش اور مجاہد اسلام جناب حافظ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری مدظلہ جانشین امیر شریعتؒ، وروح رواں مجلس احرار الاسلام پاکستان نے اپنے مسلک کی تمام جماعتوں کو مجلس علماء اسلام کے نام پر جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کو اس کی امارت کے لئے آمادہ کرلیا۔ آپ نے امارت قبول فرمائی۔ یکے بعد دیگرے لاہور اور مختلف مقامات پر تمام جماعتوں کے نمائندگان کے اس نئے پلیٹ فارم پر اجلاس منعقد ہوئے۔ راقم اپنی تبلیغی مصروفیات کے باعث کسی اجلاس میں شریک نہ ہو پایا تو ایک ملاقات میں حضرت المکرّم جانشین امیر شریعت سید عطاء المؤمن نے حکماً فرمایا کہ گکھڑ میں فلاں تاریخ کو مجلس علماء اسلام کی میٹنگ پر ضرور حاضر ہونا ہے۔ ان کے حکم خاص کے باعث پہلے کی غیر حاضریوں کی ندامت دھونے کا موقعہ مل گیا۔ مقررہ تاریخ پر حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب عثمانی رکن مرکزی مجلس شوریٰ کے ہمراہ گکھڑ جا حاضری دی۔ حضرتؒ کے ایک ملنے والے کے وسیع وعریض مکان کے ہال میں بھرپور میٹنگ ہوئی۔ تمام جماعتوں کی نمائندگی تھی۔ حضرتؒ بھی گھنٹوں اس اجلاس کی آخر تک صدارت پر متمکن رہے۔ اجلاس میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجلس علماء اسلام میں شریک جماعتوں کے راہنما مجلس علماء کے نظم کو چلانے کے لئے عہد کریں کہ وہ کوئی اور نیا پلیٹ فارم نہیں بنائیں گے۔ نہ اس میں شریک ہوں گے۔ آپ کا اشارہ مخدوم زادہ مولانا زاہد الراشدی کی طرف تھا کہ انہوں نے ان دنوں ایک نیا پلیٹ فارم بنایا۔ ’’اسلامک ہیومن رائٹس‘‘ یا اس سے کوئی ملتا جلتا اس کا نام تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی اس تجویز پر راقم نے بھی موقعہ غنیمت جان کر کہا کہ نہ صرف اندرون ملک نئی جماعت

نہ بنائیں بلکہ بیرون ملک بھی۔ مولانا زاہد الراشدی میری چوٹ کو سمجھ کر اچھلے اور قہقہہ مارا، تو اس موقع پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے سر اٹھا کر ایک بار مولانا راشدی کی طرف اور دوسری بار راقم کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔ اس پر راقم نے سوچا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ پر اس تجویز کے میرے تائیدی کلمات کا منفی اثر نہ پڑا ہو۔ لیجئے لیپا پوتی میں راقم نے ایک اور حماقت کر ڈالی۔ کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس جماعت کے والد گرامی حضرت شیخ الحدیثؒ سربراہ ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی بحیثیت ایک جماعت کے نمائندہ اور شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادہ ہونے کے ناتہ اپنا تمام وزن اسی پلڑے میں ڈالیں۔ بس اس کی تشریح میں اپنی حماقت سے ایک جملہ بھی کہہ دیا کہ بچھے کسی کھرلی سے اور دودھ کسی دوسری کھرلی پر یہ مناسب نہیں۔ اس پر مولانائے محترم مولانا بشیر احمد شاد پھڑک اٹھے اور زوردار تائید فرمائی۔ اس لئے کہ وہ بھی شاکی تھے کہ جمعیت علماء اسلام (س گروپ) بنانے میں بانی کا کردار مولانا راشدی دامت برکاتہم کا تھا۔ اب اسے بھی چھوڑ دیا۔ گویا (روندی یاراں نوں ناں لے لے بھرانواں دے) مولانا بشیر احمد شاد نے میری تائید میں اپنا دکھڑا کہہ سنایا۔ اب حضرت سید عطاء المؤمن شاہ بخاری نے جو مصرعہ اٹھایا تھا وہ راقم نے شعر بنا دیا۔ مولانا شاد نے اس پر غزل مکمل کر ڈالی۔ مولانا راشدی نے فقیر کی طرف غضب ناک نظروں سے ہلکی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے دیکھا۔ (کہ کیا طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا) فقیر نے ہمیشہ کی طرح ان کے سامنے نیازمندی سے آنکھیں جھکالیں۔ اس پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ اصولاً صحیح ہے کہ جماعتیں بہت ہیں۔ نت نئی جماعت ٹھیک نہیں اور مجلس علماء اسلام کو بھی کوئی نئی جماعت نہ سمجھا جائے۔ یہ تو اتحاد کے لئے ایک کوشش ہے۔ یہ فرما کر مزید بحث کا دروازہ بند فرما دیا۔

ایک بار مولانا اختر کاشمیری نے سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے انکار کے لئے ابن خلدون کے مقدمہ سے اقتباس لے کر مضمون اچھل ڈالا۔ راقم ان سے لاہور میں ملا اور عرض کیا کہ آپ کب سے خارجی ہوگئے؟ باتوں باتوں میں انہوں نے فرمایا کہ مضمون تو اگل ڈالا۔ اب ایک شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدرؒ اور دوسرا مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے قلم سے ڈر لگ رہا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ دو بار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی تشریف لائے۔ ایک بار حضرت مولانا محمد جمیل خان شہیدؒ ذریعہ بنے۔ دوسری بار حضرت

مولانا زاہد الراشدی کی عنایت کام آئی۔ ایک بار ڈھاکہ میں آل بنگلہ دیش ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے بمع اپنے جانشین حضرت مولانا زاہد الراشدی کے کراچی تک کا سفر فرمایا۔ کانفرنس کی منظوری نہ ملنے کے باعث سفر ملتوی کرنا پڑا۔ رب کی شان ایسے آخری مرحلہ پر منظوری ملی۔ کانفرنس تو ہوگئی لیکن تنگی وقت کے باعث باہر سے مہمان حضرات کی شرکت نہ ہوسکی۔

۱۱/اپریل ۲۰۰۹ء کو ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور کے لئے اپنے صاحبزادہ اور ہمارے مخدوم ومخدوم زادہ مولانا عبدالحق خان بشیر کے ذریعہ پیغام بھجوایا۔ جسے مولانا عبدالقدوس قارن نے اپنے بیان میں لاکھوں سامعین کے سامنے دہرایا۔ شیخ الحدیث کے تقریباً الفاظ آپ نے یوں ارشاد فرمائے کہ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ: ''تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے میرے تمام شاگرد، مریدین ومتعلقین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ہر قسم کا بھرپور تعاون فرمائیں کہ یہ جماعت ہمارے بزرگوں کی قائم کردہ ہے۔ میری سب کو یہ نصیحت اور حکم ہے۔''

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے آپ کا یہ ارشاد ایک اعزاز سے کم نہیں۔ تقریباً یہی جملے مولانا عبدالحق خان بشیر نے آپ کے جسد اطہر کے سامنے جنازہ سے قبل بھی ارشاد فرمائے۔ غالباً یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا آخری پیغام ہے جو لاہور کے جلسہ عام میں سنایا گیا۔ مجلس کے خدام اسے اپنے لئے حرز جان سمجھیں۔ فلحمدللّٰہ!

حضرت شیخ الحدیثؒ امت کا مشترکہ سرمایہ تھے۔ ہر جماعت اپنی نسبت حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ قائم کرنے میں اپنی سعادت سمجھتی ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلک دیوبند کی ہر جماعت کو انہوں نے اپنی شفقتوں سے نوازا۔ جمعیت علماء اسلام کے ضلعی کے امیر بھی رہے۔ غرض جمعیت علماء اسلام کی قیادت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبیداللہ نورؒ، مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت حضرت امیر شریعتؒ، حضرت جالندھریؒ، حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت مناظر اسلامؒ سے آپ کا تعلق عشق ومحبت، احترام باہمی اور دوستانہ تھا۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ، حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی، سے دینی تعلق اتنا مثالی تھا جو بالآخر رشتہ داری کا روپ دھار گیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے ورثاء اور نام لیواؤں کو بھی اس تعلق کو نبھانے کی توفیق رفیق فرمائیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے ردقادیانیت پر بھی چار کتابیں تصنیف فرمائیں۔۱......’’عقیدہ ختم نبوت قرآن وسنت کی روشنی میں‘‘ ۲......’’توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام‘‘ ۳......’’چراغ کی روشنی‘‘ آخری رسالہ میں معراج جسمانی کے مسئلہ کو مبرہن کیا۔ جس کا مرزا قادیانی نے صراحتاً انکار کیا اور پھر اس مسئلہ میں ماضی قریب میں مودودی صاحب نے بھی تشکیک کی راہ اپنالی۔ یہ ان کے رد پر مشتمل ہے۔۴......مودودی صاحب کا ایک غلط فتویٰ جناب مودودی صاحب لاہوریوں کو کفرواسلام کے درمیان معلق سمجھتے تھے۔اس کے اوپر آپ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو احتساب قادیانیت کی کسی قریبی جلد میں ان رسائل کو بھی یکجا شائع کرنے کی سعادت نصیب ہوجائے گی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر جیل کی کوٹھریوں کو آباد کیا۔ اس کی تفصیل میں خود آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:’’اللہ تعالیٰ نے راقم اثیم (حضرت شیخ الحدیث) پر جو احسانات اور انعامات کئے ہیں۔ راقم اثیم قطعاً ویقیناً اپنے آپ کو ان کا اہل نہیں سمجھتا۔ یہ صرف اور صرف منعم حقیقی کا فضل وکرم ہے کہ حضرات علماء اور طلباء اور خواص وعوام اس ناچیز سے محبت بھی کرتے اور قدردانی بھی کرتے ہیں۔ ڈھول اندر سے تو خالی ہوتا ہے۔مگر اس کی آواز دور دور تک جاتی ہے۔یہی حال میرا ہے کہ علم وعمل تقویٰ اور ورع سے اندر خالی ہے اور حقیقت اس کے سوانہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ راقم اثیم تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) کے دور میں پہلے گوجرانوالہ جیل میں پھر نیوسنٹرل جیل ملتان میں کمرہ نمبر۱۴ میں مقید رہا۔ ہماری بارک نمبر۶ دو منزلہ تھی اور اس میں چار اضلاع کے قیدی تھے اور سبھی ہی علماء طلباء تاجر اور پڑھے لکھے لوگ تھے جو دیندار تھے۔ اضلاع یہ ہیں ضلع گوجرانوالہ، ضلع سیالکوٹ، ضلع سرگودھا اور ضلع کیمل پور (موجودہ ضلع اٹک) بحمد اللہ تعالیٰ جیل میں بھی پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری تھا۔ راقم اثیم قرآن کریم کا ترجمہ، موطا امام مالک، شرح نخبۃ الفکر اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ کتابیں پڑھاتا رہا۔ دیگر حضرات علماء کرام بھی اپنے اپنے ذوق کے اسباق پڑھتے پڑھاتے رہے۔ آخر میں راقم اثیم کمرہ میں اکیلا رہتا تھا۔ کیونکہ باقی ساتھی رہا ہوچکے تھے اور میں قدرے بڑا مجرم تھا۔ تقریباً دس ماہ جیل میں رہا اور ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کی تردید میں بجواب دو اسلام ’’صرف ایک اسلام‘‘ وہاں ملتان جیل ہی میں راقم اثیم نے لکھی تھی۔

خواب نمبر۱: ۱۳۷۳ھ، ۱۹۵۴ء میں تقریباً سحری کا وقت تھا کہ خواب میں مجھ (حضرت شیخ الحدیثؒ) سے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں آ رہے ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہاں تمہارے پاس تشریف لائیں گے۔ میں خوش بھی ہوا کہ حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا اور کچھ پریشانی بھی ہوئی کہ میں تو قیدی ہوں۔ حضرت کو بٹھاؤں گا کہاں؟ اور کھلاؤں پلاؤں گا کیا؟ پھر خواب ہی میں یہ خیال آیا کہ راقم کے نیچے جو دری، نمدہ اور چادر ہے یہ پاک ہیں۔ ان پر بٹھاؤں گا۔ خواب میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھ ان کا ایک خادم تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سر مبارک ننگا تھا۔ چہرہ اقدس سرخ اور داڑھی مبارک سیاہ تھی۔ لمبا سفید عربی طرز کا کرتا زیب تن تھا، اور نظر نہیں آتا تھا مگر محسوس یہ ہوتا تھا کہ نیچے حضرت نے جانگیہ اور نیکر پہنی ہوئی ہے اور آپ کے خادم کا لباس سفید تھا۔ فٹ کرتا اور قدرے تنگ شلوار اور سر پر سفید اور اوپر کو ابھری ہوئی نوک دار ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ راقم اثیم نے اپنے بستر پر جو زمین پر بچھا ہوا تھا دونوں بزرگوں کو بٹھلایا۔ نہایت ہی عقیدت مندانہ طریقہ سے علیک سلیک کے بعد راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مؤدبانہ طور پر کہا کہ حضرت! میں قیدی ہوں اور کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ صرف قہوہ پلا سکتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا لاؤ۔ میں خواب ہی میں فوراً تنور پر پہنچا جہاں روٹیاں پکتی تھیں۔ میں نے اس تنور پر گھڑا رکھا اور اس میں پانی چائے کی پتی اور کھانڈ ڈالی اور تنور خوب گرم تھا۔ جلدی ہی میں قہوہ تیار ہوگیا۔ راقم اثیم خوشی خوشی لے کر کمرہ میں پہنچا اور قہوہ دو پیالیوں میں ڈالا اور یوں محسوس ہوا کہ اس میں دودھ بھی پڑا ہوا ہے۔ بڑی خوشی ہوئی اور دونوں بزرگوں نے چائے پی۔ پھر جلدی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور خادم بھی ساتھ اٹھ گیا۔ میں نے التجاء کی کہ حضرت ذرا اور آرام کریں اور ٹھہریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہمیں جلدی جانا ہے۔ پھر انشاء اللہ العزیز جلدی آجائیں گے۔ یہ فرما کر رخصت ہوگئے۔ راقم اثیم اس خواب سے بہت ہی خوش ہوا۔ فجر ہوئی اور ہمارے کمرے کھلے تو راقم اثیم استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت بھی تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ جیل میں مقید تھے اور ان کے سامنے خواب بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا میاں تمہیں معلوم ہے کہ حضرت انبیاء کرام اور فرشتوں کی (جو تمام معصوم ہیں) شکل وصورت میں شیطان نہیں آسکتا۔ واقعی تم نے حضرت

عیسیٰ علیہ السلام ہی کو دیکھا ہے اور میاں ہوسکتا ہے کہ تمہاری زندگی ہی میں تشریف لے آئیں۔
استاذ محترم کا راقم اثیم سے بہت گہرا تعلق تھا اوران کے حکم سے ان کی علمی کتاب تدقیق الکلام کی ترتیب میں راقم اثیم نے خاصا کام کیا ہے۔ حضرت کی قبل از وفات اپنی خواہش اوران کے جملہ لواحقین اور متعلقین کی قلبی آرزو کے مطابق ۱۶؍جمادی الاول ۱۴۱۱ھ، ۴؍دسمبر ۱۹۹۰ء کو مؤمن پور علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں راقم اثیم نے ان کا جنازہ پڑھایا اور دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر سنت کے موافق دعاء مانگی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین!

خواب نمبر۲: راقم اثیم (حضرت شیخ الحدیثؒ) نے دوسری مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوخواب میں دیکھا کہ حضرت شلوار پہنے ہوئے تھے اور گھٹنوں سے ذرا نیچے تک قمیص زیب تن تھی اور سر مبارک پر سادہ سا کلہ اوپر پگڑی باندھے ہوئے تھے اور کوٹ میں جو گھٹنوں سے نیچے تھا ملبوس تھے اور بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ راقم اثیم کو پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جارہے ہیں تو راقم بھی پیچھے پیچھے چل پڑا اور سلام عرض کیا۔ یوں محسوس ہوا کہ بہت آہستہ سے جواب دیا اور رفتار برقرار رکھی۔ راقم بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ کافی دور جانے کے بعد زور زور کی بارش شروع ہوگئی۔ حضرت اس بارش میں بیٹھ گئے اور اوپر ایک سفید رنگ کی چادر تان لی۔ کافی دیر تک مغموم اور پریشان حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر بارش میں ہی اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے اور پھر نظر نہ آئے۔
اس خواب کے چند دنوں بعد مہاجرین فلسطین کے دو کیمپوں صابرہ اور شتیلہ کا واقعہ پیش آیا کہ یہودیوں نے تقریباً بتیس ہزار مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور مریضوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد راقم اثیم خواب کی تعبیر سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شدید بارش میں چادر اوڑھ کر بیٹھنا اور پریشان ہونا اس کی طرف اشارہ تھا کہ تقریباً ستر لاکھ ظالم یہودیوں کے ہاتھوں تقریباً تیرہ کروڑ کی آس پاس کی مسلمان حکومتوں کی موجودگی میں جنہوں نے بے غیرتی کا مظاہرہ کیا اور مصلحت کی چادر اوڑھ رکھی ہے اور مظلوم مسلمانوں پر بارش کی طرح گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔

ان دو خوابوں میں راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔
خاصا عرصہ ہوا کہ راقم اثیم نے حیات حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک مسودہ کی کچھ ترتیب بھی دی تھی۔ گو وہ مسودہ مکمل تو نہ تھا مگر خاصا علمی مواد اس میں جمع تھا۔ اس کی خاصی تلاش کی مگر مسودات کے جنگلات میں بسیار تلاش کے بعد بھی ناکامی ہوئی۔ س مد کے کچھ حوالے مختلف شذرات پر ملے

اور کچھ مزید حوالے جمع کر کے ان کو اس صورت میں حضرات قارئین کی خدمت میں یہ توضیح المرام پیش کی جارہی ہے۔ علمی، استدلالی اور حوالوں کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے والے حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جائے گا اور اصلاح میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز!

اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ دعاء ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے توحید وسنت پر قائم رہنے کی توفیق بخشے اور شرک وبدعت اور بری رسموں سے بچائے اور راقم اثیم کا اور ہر مسلمان کا خاتمہ بالایمان کرے۔ آمین ثم آمین! (العبدالعاجز، ابوالزاہد محمد سرفراز، یکم محرم الحرام ۱۴۱۷ھ، ۱۹؍مئی ۱۹۹۶ء)

آپ کی تصنیف توضیح المرام ص۱۲تا۱۵ کے پیش لفظ کا یہ اقتباس آپ نے پڑھا۔ اس میں بہت کچھ ہونے کے باوجود، یہ عاجزی وانکساری ان کے اخلاص وورع کی دلیل ہے۔ حالانکہ آپ اپنے زمانہ کے نامور محدث، امام اہل سنت اور متکلم اسلام تھے۔ آپ نے جامعہ نصرۃ العلوم میں نصف صدی تک قرآن وسنت کی تعلیم دی۔ اخلاص کا پیکر تھے۔ ان کو دیکھ کر اکابر وصلحاء کے زہد وتقویٰ کا نمونہ دیکھنے کو مل جاتا تھا۔ آپ پنجاب کے معروف نقشبندی پیر طریقت مولانا حسین علیؒ، کے شاگرد وخلیفہ مجاز تھے۔

آپ نے تحریک ختم نبوت کی طرح تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی گرفتاری پیش کی۔ غرض آپ کی زندگی جہد مسلسل کی زندگی تھی۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ رحمت عالم ﷺ کے دین متین کی ترویج کے لئے وقف رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایان شان بلند درجات نصیب فرمائے۔ مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالحق خان بشیر، مولانا عبدالقدوس قارن، قاری حماد الزہراوی، قاری راشد خان اور دیگر تمام متعلقین سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اظہار تعزیت ودلی ہمدردی کے ساتھ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین!

تکملہ

یاد آیا کہ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کے اضافہ کے لئے تحریک جاری تھی۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر ان کو گجرات لائے۔ مولانا حمید اللہ خان اور راقم کو ملانے کے لئے مولانا راشدی حضرت مرحوم کے پاس لے گئے تو آپ نے پوچھا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت میں ہمارے دوست مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا کیا حال ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ وہ تو انتقال فرماگئے۔ آپ نے انا للّٰہ پڑھا اور پھر اجتماعی دعائے مغفرت کرائی۔ آپ کا حافظہ دیکھ کر محدثین کے حافظہ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ اللہم احشرنا معہم۔ آمین! (لولاک جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ)

(۵۸) ...... شیخ الحدیث مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ کا سانحہ ارتحال!

(وفات ۶؍جولائی ۲۰۰۹ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت برطانیہ کے زیراہتمام ۱۲جولائی ۲۰۰۹ء سنٹرل جامع مسجد برمنگھم یوکے میں ۲۴ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی تیاری کے لئے برطانیہ کے پانچ ہفتوں کے سفر پر برمنگھم میں قیام کے دوران شیخ الحدیث مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے سانحہ ارتحال کی افسوسناک خبر سنی۔ مولانا قاری سعید الرحمٰن ۶؍جولائی ۲۰۰۹ء بروز پیر دن ساڑھے گیارہ بجے ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ ۱۵؍اپریل ۱۹۳۵ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز اور مظاہر العلوم سہارنپور کے استاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ کے آپ صاحبزادے تھے۔ قرآن مجید آپ نے ہردوئی انڈیا میں حفظ کیا۔ جہاں مولانا شاہ ابرارالحقؒ نے مدرسہ قائم کررکھا تھا۔ ابتدائی دینی تعلیم بھی آپ نے انڈیا مظاہرالعلوم اور دیگر اداروں میں حاصل فرمائی۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ جامعہ خیرالمدارس ملتان میں تشریف لائے۔ تب مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب نے یہاں پر مولانا خیرمحمد جالندھریؒ، مولانا عبدالقدیر مومن پوریؒ جیسے اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔ دارالعلوم ٹنڈوالہ یارخان میں مولانا بدرعالم میرٹھیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت بنوریؒ اور اپنے والد گرامی سے دورہ حدیث پڑھا۔

مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ کا آبائی گاؤں بہبودی علاقہ چھچھ ضلع اٹک تھا۔ آپ نے ۱۹۷۰ء میں جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر میں قائم کیا۔ اپنے خاندانی پس منظر اور ذاتی طور پر اپنے دور کے اہل علم کی آنکھوں کا آپ تارہ تھے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ ایسے اکابر کا راولپنڈی میں قیام آپ کے جامعہ میں ہوتا تھا۔

مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ سیاسی طور پر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ مولانا مفتی محمودؒ کے انتقال کے بعد مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ جمعیت سے وابستہ رہے۔ آپ نے متعدد بار اپنے علاقہ چھچھ سے الیکشن میں حصہ لیا۔ محکمہ اوقاف کے صوبائی وزیر بھی رہے اور ضیاء الحق کی شوریٰ کے رکن بھی۔ اپنے علاقہ میں خوانین کی رعونت اقتدار کے سامنے آپ سدسکندری

بنے رہے۔ پورے علاقہ کی دینی قیادت کو متحد کر کے سیاسی مذہبی قوت بنا کر جاگیرداروں، خوانین کے خواب وخور کو پریشان کر دیا۔ یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ آپ نے دم واپسیں تک علاقہ کے علمائے کرام کو متحد رکھا۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے دور امارت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے قیام کے لئے پارک ہوٹل راولپنڈی کا انتخاب بھی آپ کا مرہون منت ہے جو آپ کے جامعہ اسلامیہ کے بالکل قریب تھا۔ اس حوالہ سے اس وقت کی تمام مرکزی قیادت کے شانہ بشانہ تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جنرل محمد ضیاء الحق سے امتناع قادیانیت قانون پاس کرانے میں آپ کا بھی حصہ ہے۔ مشرف کے غیر شریفانہ دور میں آپ نے پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کے لئے اسلام آباد، راولپنڈی میں تحریک کو پروان چڑھایا۔ اپنے علاقہ چھچھ میں طوفانی دورے کئے۔ مجاہد ختم نبوت مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا عبدالسلام حضروی، مولانا قاضی ارشد الحسینی کے ساتھ پورے علاقہ کو سراپا تحریک بنا دیا۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا عبیدالرحمٰن مرحوم کا مستقل قیام برطانیہ تھا۔ آپ کے اکثر وبیشتر وہاں کے سفر ہوتے تو ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں ضرور شرکت فرماتے۔

۳۰؍مارچ ۲۰۰۹ء کو آپ کی زیر صدارت آپ کے جامعہ میں ختم نبوت کنونشن منعقد ہوا۔ آپ کی دعوت پر راولپنڈی، اسلام آباد کے سینکڑوں علماء کرام جمع ہوئے۔ اسی اجلاس میں آپ کی تحریک پر ۳؍اپریل کے جمعہ پر راولپنڈی، اسلام آباد کی جامع مساجد میں یوم ختم نبوت منایا گیا۔ ۲۷؍اپریل کو راولپنڈی لیاقت باغ میں ختم نبوت کانفرنس کرنے کا آپ کی زیر صدارت فیصلہ ہوا۔۔ (یہ کانفرنس آخری مرحلہ پر منظوری نہ ملنے کے باعث ملتوی کرنا پڑی) فقیر راقم کی ۳۰؍مارچ کے اجلاس میں آپ سے آخری ملاقات ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو دل کی تکلیف ہوئی۔ سی۔ ایم۔ ایچ میں بائی پاس ہوا۔ کافی عرصہ زیر علاج رہے۔ یہیں پر ہی ۶؍جولائی کو پیام اجل کو لبیک کہا۔

قاری صاحب مائل بہ درازی قد، خوب ڈیل ڈول والا جسم۔ سرخ وسپید رنگ، عقابی نظریں، کشادہ پیشانی، کھلا گول چہرہ، سنت نبویؐ کی اس پر بہار، چلنے میں وقار، گفتگو مین علمی متانت، عالی ظرف، وسیع دماغ، دوستوں کے دوست، محبت کرنے والی ہردلعزیز شخصیت، آپ کی وسیع العلم شخصیت راولپنڈی، اسلام آباد کے دینی حلقہ کے لئے قابل احترام مرکزیت کا درجہ رکھتی تھی۔ ان کی ذات سے اکابر علماء حق کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھومنے لگ جاتا تھا۔ بہت عالی

اقدار کے حامل تھے۔ اپنے والد مرحوم کے علمی مقام کے صحیح اور بجا طور پر وارث تھے۔ عرصہ سے اپنے جامعہ میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر رونق افروز تھے۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبدالمنان ہزارویؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا قاری محمد امینؒ، مولانا عبدالحکیمؒ، مولانا محمد رمضان علویؒ، مولانا محمد عبداللہؒ صاحب کے بعد اس علاقہ میں، بالخصوص راولپنڈی، اسلام آباد میں سب سے بڑی دینی شخصیت تھے۔ علم وفضل وقیادت وسیاست کا مظہر تھے۔ وہ کیا گئے سب بہاروں پر خزاں چھا گئی۔ بہبودی میں انتقال کے روز رات ساڑھے دس بجے آپ کے صاحبزادہ مولانا قاری عتیق الرحمٰن نے جنازہ پڑھایا۔ اپنے والد گرامی مولانا عبدالرحمٰنؒ اور برادر کبیر مولانا عبیدالرحمٰن کے پہلو میں ابدی نیند سو گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! (لولاک رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ)

(۵۹) ...... حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہبازؒ کا وصال!

(وفات ۱۶؍جولائی ۲۰۰۹ء)

تلونڈی تحصیل نکودر ضلع جالندھر کی آرائیں فیملی کے چشم وچراغ مولانا محمد علی جانبازؒ تھے۔ جو پہلے مجلس احرار اور پھر مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔ بہت ہی محنتی وجفاکش درویش منش رہنما تھے۔ تقسیم ہند کے بعد سمندری ضلع فیصل آباد بخاری مسجد کے خطیب رہے۔ مرحوم کے صاحبزادگان میں سے مولانا عطاء الرحمٰن شہبازؒ اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ نے بڑا نام ومقام پایا۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ شہادت کے عالی مرتبہ سے سرفراز ہوئے۔ ان کے برادر مولانا عطاء الرحمٰن شہبازؒ بھی ۱۶؍جولائی ۲۰۰۹ء کو دل کے دورہ سے داغ جدائی دے گئے۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون!

فقیر راقم الحروف برطانیہ کے سفر سے ۱۶؍جولائی کو واپس آیا۔ اپنے گھر آرام کے لئے تین دن عمداً کلیۃً فون بند رکھا۔ چوتھے روز فون آن کیا تو یکے بعد دیگرے مختلف میسج ملے۔ ان میں ایک دل کو پسیج دینے والا میسج مولانا عطاء الرحمٰن شہبازؒ کے انتقال کا بھی تھا۔ مولانا عطاء الرحمٰن شہبازؒ نے گوجرانوالہ میں ۱۶؍جولائی کو بعد از ظہر مسلسل ڈیڑھ گھنٹہ عقیدہ حیات النبیؐ پر دھواں دھار خطاب کیا۔ گرمی کی حدت وشدت سے نڈھال، پسینہ سے شرابور، اختتام بیان پر مسجد کے ہال سے برآمدہ مسجد میں آئے تو دل کے درد سے دراز ہوگئے۔ ایمبولینس منگوائی گئی۔ ہسپتال لیجایا گیا۔ لیکن وہ جانبر نہ ہوسکے۔ آپ کے بیان کے بعد مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ کا خطاب شروع تھا کہ ان کے انتقال کی خبر آ گئی۔ عشاء کے بعد نصرۃ العلوم میں نماز جنازہ حضرت

تونسوی مدظلہ کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ جنازہ سمندری لایا گیا۔ اگلے روز سمندری میں نماز جنازہ کے بعد والد گرامی مرحوم کے پہلو میں سپرد خاک ہوگئے۔ رحمة الله عليه، رحمة واسعة!

مولانا عطاء الرحمٰنؒ، دراز قد، چٹا رنگ، زلف دراز، کشادہ چہرہ، چھریرا بدن، سفید لباس، درویش فاقہ مست طبیعت، مجذوبانہ بھولی بھالی چال ڈھال، مختلف پتھروں کی سجی ہوئی انگوٹھیوں سے لدی پھدی دراز انگلیاں، پان کے رسیا، مسکرانے میں سخی، دل کے غنی اور صاف، سر پر سندھی ٹوپی، سرخ مہندی سے رنگا رنگ داڑھی وسر، عموماً سندھی اجرک سردیوں میں لئے ہوئے، گرمیوں میں کندھے پر لٹکائے ہوئے، قلندرانہ چال کے حامل، قہقہہ کے وقت پورے جسم پر بجلی کا سماں طاری، پریشانی میں محبوبانہ ادا سے دنیا ومافیہا سے گم سم اور اللہ تعالیٰ سے نیازمندی میں مصروف ہوجانے والے رہنما، معقول بات ماننے سے کبھی دریغ نہ کرتے، خطابت واجبی، آواز سریلی، اردو پنجابی نما، دوران بیان پورا زور لگانے کے عادی، گفتگو میں سوز وساز رومی کی بجائے پیچ وتاب رازی کے خوگر، جفاکش، سادہ مگر پروقار زندگی۔ یہ تھے مولانا عطاء الرحمٰن شہبازؒ۔ باپ جانباز۔ بیٹا شہباز۔ بھائی (مولانا ضیاء الرحمٰن) دلگداز سب پر اللہ کی رحمت ہو۔

۱۹۶۸ء میں فقیر کا مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ کے طور پر لائل پور (فیصل آباد) میں تقرر ہوا۔ تب کھرڑیانوالہ میں مجلس کے مبلغ مولانا سید ممتاز الحسن گیلانیؒ اور سمندری میں مجلس کے مبلغ مولانا محمد علی جانبازؒ تھے۔ اس زمانہ میں مولانا عطاء الرحمٰنؒ جامعہ رشیدیہ میں زیر تعلیم تھے۔ دارالعلوم کبیروالا میں بھی پڑھے اور خیرالمدارس ملتان میں دورہ حدیث کیا۔ فراغت پر والد صاحب کی زیرنگرانی سمندری میں خطابت کے جوہر دکھائے۔ پھر یکدم معلوم ہوا کہ گلگت چلے گئے۔ وہاں بہت عرصہ رہے۔ ایک بار قادیانی تنازعہ کے حل کے لئے شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف امیر مجلس اسلام آباد کی سربراہی میں فقیر راقم کو گلگت کے سفر پر جانے کا اتفاق ہوا۔ تب وہاں جتنے دن قیام رہا شب وروز سایہ کی طرح ساتھ رہا۔

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ نے اپنے والد کے وصال کے بعد بخاری مسجد کی اوقاف کے تحت خطابت قبول کی۔ آگے چل کر ملک بھر کی جماعتی مصروفیات، تبلیغی ملکی وغیر ملکی دوروں کے باعث خطابت سمندری کو خیرباد کہا تو مولانا عطاء الرحمٰنؒ گلگت سے واپس آکر سمندری اسی مسجد کے خطیب مقرر ہوگئے۔ گویا والد گرامی اور برادر محترم کی جانشینی سنبھال لی۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ کی شہادت کے بعد ان کی جماعت میں شمولیت اختیار کی تو مرکزی شعبہ تبلیغ کے نگران بن

گئے۔اب مولانا عطاء الرحمٰن شہبازؒ سے مولانا عطاء الرحمٰن شہباز فاروقیؒ کے طور پر جانے پہچانے لگے۔اس دوران ان سے بہت ہی محبت کا تعلق رہا۔ وہ فقیر کو چچا اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کو بھائی جان کہتے تھے۔عمر اور منصب کے اعتبار سے یہ رشتہ جوڑ نہ کھاتا تھا۔ایک دن عقدہ کشائی کے لئے پوچھ لیا کہ یہ کیسے؟۔تو گویا ہوئے کہ آپ میرے والد کے ساتھ رہے اس لئے چچا ہوئے۔ میں مولانا محمد علی جالندھریؒ کی گود میں پلا ہوں اور ان کو بچپن میں ابا جان کہتا تھا اس لئے مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری بھائی جان ہوگئے۔ راقم نے کہا کہ پھر تو میں آپ کے صاحبزادوں کا دادا ہوا۔فرمایا کیوں نہیں۔راقم نے عرض کیا کہ کیا صاحبزادے یہ مانتے بھی ہیں۔ فرمایا یہ محبت کے رشتے آپ کی اور ہماری ذات تک ہیں۔ رہی اولاد وہ تو خود باپ بننے کے چکر میں ہے۔اس صحیح اور حاضر جوابی سے خوب دونوں طرف قہقہہ پڑا۔

ایک بار چناب نگر میں سالانہ کانفرنس پر رات گئے تشریف لائے۔فقیر مہمانوں اور سٹیج کے کاموں میں گھرا ہوا،نہیں بلکہ گرفتار حالت میں تھا۔ اورنگزیب اعوان آئے اور مولانا کی تشریف آوری کا مژدہ سنایا۔عرض کی بٹھائیں،کھانا کھلائیں۔فقیر ابھی حاضر ہوتا ہے۔اگلے منٹ پر پھر وہ آدھمکا کہ مولانا فرماتے ہیں۔ابھی بیان کرنا ہے۔میں نے عرض کیا کہ اس وقت مقررین کا رش ہے۔کل جمعہ کے بھرپور اجتماع میں بیان ہوگا۔وہ پیغام لے کر گیا۔کچھ دیر بعد فقیر حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ انہیں جلدی تھی۔وہ تو نو دو گیارہ ہوگئے۔

دوسرے روز فیصل آباد کے ایک روزنامہ میں ان کے نام سے بیان چھپا ہوا پڑھا کہ کانفرنس میں مشن جھنگوی کو نظر انداز کردیا گیا۔فوراً ماتھا ٹھنکا کہ بیان نہ ہوسکنے کا انتقام لیا ہے۔ راقم نے خاموشی بلکہ ڈڑوٹ لیا۔کافی عرصہ بعد سندھ کے سفر سے ملتان دفتر تشریف لائے۔ لائبریری میں راقم کام کررہا تھا۔ دروازہ میں داخل ہوتے ہی ہاتھ باندھ کر فرمایا۔چاچا معافی مانگنے آیا ہوں۔اتنا عرصہ مارے ڈر رہا۔فقیر نے اس ادا پر جھک کر سلام کیا۔معانقہ ہوا۔پوچھا کیا پروگرام ہے۔کہا،نہانا ہے،کھانا ہے،آرام کرنا ہے اور لائبریری کی اس الماری کے پاس نشست گاہ بنادیں۔جہاں ہمارے فریق ثانی کی اصل کتب ہیں۔یہاں کام کرنا ہے۔کاغذ گتہ پر لگا کر رکھ دیں۔شام تک قیام ہوگا۔رات کو ملتان میں کانفرنس سے خطاب کرنا ہے۔پھر رات ہی سفر ہوگا۔

ایک سانس میں اتنی تفصیل سے ایسی بے تکلفی پر لطف ہی آگیا۔ میں نے کہا کہ نشست گاہ کے ساتھ پان کے لئے اگالدان کا رکھنا بھول گئے۔ پوری توانائی سے قہقہ مارا کہ

لائبریری کا حال گونج اٹھا۔ راقم نے عرض کیا پہلے غسل کرلیں۔ باقی انتظام میں کرتا ہوں۔ کپڑے بدلنے کے لئے بیگ کھولا نئی اجرک نکالی اور یہ کہہ کر پیش کی کہ یہ آپ کی خدمت میں ہدیہ۔ راقم نے لے کر آنکھوں پر رکھا، سینہ سے لگایا، قبول ہے۔ تہہ کر کے ان کے بیگ میں رکھ دی کہ اب یہ میری طرف سے آپ کے صاحبزادہ کے لئے ہدیہ۔ مان گئے، نہا دھو، کپڑے بدل کر پرفیوم لگا کر شہزادے بن گئے۔ اتنی دیر میں کھانا لگ گیا۔ دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ کھانا شروع ہوا۔ تو فرمایا کہ قادیانیوں کے خلاف کام کرتے ہیں۔ یہ جو بارہ کو نبی مانتے ہیں ان کے خلاف کیوں نہیں کام کرتے؟ راقم نے عرض کی وہ تو آپ کرر ہے ہیں۔ فرمایا لیکن آپ بھی تو کریں۔ راقم نے تفنناً کہا کہ وہ ان کو نبی نہیں مانتے۔ نہ ہی نبوت کو جاری مانتے ہیں۔ امام کے لئے نبی کا لفظ یا نبوت جاری یہ کہیں ان کی کتب سے ایک حوالہ دیکھا دیں۔ تو ابھی سر جھکا لوں گا۔ لیکن جو میرے دعویٰ کے لفظ ہیں۔ حوالہ میں اس کی رعایت و پابندی ضروری ہے۔ فوراً پکار اٹھے کہ ہاں ایسا تو ان کی کتب سے حوالہ میری نظر سے نہیں گذرا۔

لیکن وہ ائمہ کو معصوم مانتے ہیں۔ راقم نے کہا کہ ہر نبی معصوم ہوتا ہے۔ لیکن ہر معصوم نبی نہیں۔ جیسے بچے معصوم ہیں۔ لیکن نبی نہیں، فرشتے معصوم ہیں۔ لیکن نبی نہیں۔ غیر نبی کے لئے دعویٰ معصومیت کو غلط کہیں کہ یہ غلط عقیدہ ہے۔ لیکن اس سے دعویٰ نبوت، یا نبوت کے اجراء کی دلیل لانا تو غلط ہے۔ فرمایا وہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا۔ راقم نے عرض کیا کہ وہ خواب کی بات ہے۔ خواب سے کسی کے عقیدہ پر دلیل لانا کیسے صحیح ہے۔ فرمایا وہ حضرت مولانا علی میاںؒ نے لکھا۔ راقم نے کہا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ الاسلام حضرت بنوریؒ، شیخ الاسلام حضرت عثمانیؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ نے فلاں فلاں مرحلے پر ان سے اتحاد کیا۔ تو پھر اس پر کیا فرمائیں گے؟ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ ابھی اطمینان نہیں ہوا۔

راقم نے عرض کیا مولانا محترم! غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا، غیر نبی کو معصوم کہنا، غیر نبی کو حلال وحرام کا مالک ماننا غلط عقیدہ ہے۔ اس کی ضرور تردید کریں۔ لیکن ائمہ کے لئے انہوں نے نبی کا لفظ کہیں نہیں لکھا۔ نبوت جاری ماننے والے کو وہ کافر کہتے ہیں۔ اس لئے وہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کے باعث اسے کافر مانتے ہیں۔ اب ان کو ختم نبوت کا منکر کہنا یا قادیانیوں کی طرح کافر کہنا اس سے قادیانیوں کا کفر ہلکا کرنا ہے۔ جو بجائے خود صریح زیادتی ہے۔ آپ اور وجوہ سے جو چاہیں فتویٰ دیں۔ ہمیں غرض نہیں لیکن وہ بارہ وجہ سے، قادیانی ایک وجہ سے، جب کہتے ہیں تو قادیانیوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ اس سے اجتناب لازم ہے۔ فرمایا بالکل صحیح۔ اب اطمینان ہوا کہ ایسے

نہیں کہنا چاہئے۔اپنے رفقاء سے بات کروں گا۔

اتنے میں کھانے سے فارغ ہوگئے۔بستر لگا تھا۔نشست گاہ بنی تھی۔کاغذگتہ موجود، اگال دان حاضر، وہیں دراز ہوگئے۔راقم نے لائبریری ان کے سپرد کی۔خود دوسرے کمرہ میں چلا گیا۔گھنٹہ، دو، بعد جو دیکھا کتابوں پر جھکے ہوئے بکھرے بال، موٹا مارکر سفید کاغذ پر دھڑ ادھڑ موٹا موٹا لکھا جارہا ہے۔عنوان، حوالہ، دوسطری تبصرہ نیچے اپنا نام،فون نمبر،صدر شعبہ تبلیغ فلاں،صفحہ ختم۔راقم نے عرض کیا: حضرت یہ کیا؟۔اجی مولانا ایک ایک صفحہ ایک ایک حوالہ دومنٹ میں پڑھ لیں گے۔کارکنوں کو کچھ تو یاد رہ جائے گا۔ذہن سازی ہوگی۔خدمت ہے۔ فقیر اس حالت سے بہت متاثر ہوا کہ مشن سے اخلاص کی دلیل تھی۔لو صاحب! پانچ چھ حوالوں پر پانچ چھ ہینڈ بل تیار ہوگئے۔سینکڑوں فوٹو کروائے۔ بیگ میں رکھ لئے۔کیا درویش تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرمائے۔

اب کے پچھلے سال گھر جا کر درخواست گذاری، کانفرنس چناب نگر پر تشریف لائے۔ بڑی اہمیت سے بیان کرایا۔انہوں نے دوران خطاب کسی کتاب کے حوالہ فرمادیا کہ سب سے پہلا مدعی رسالت ابن سبا تھا۔اس جلسہ کو قادیانی سنتے ہیں۔دشمن کیا کہے گا کہ یہ مؤقف صراحتاً خلاف واقعہ جیسا کہ بخاری شریف سے ثابت کہ پہلا مدعی نبوت کاذبہ مسیلمہ کذاب تھا۔جس نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں دعویٰ نبوت کیا۔ابن سبا وہ تو سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے دور کی بات تھی۔دشمن اپنے لوگوں میں بیٹھ کر مذاق اڑائے گا۔فوراً راقم نے تصحیح کر کے دشمن کا منہ بند کرنا اپنے خیال میں ضروری سمجھا۔کچھ عرصہ بعد ملنا ہوا تو فقیر نے عرض کیا کہ آپ نے اس دن کیا فرمادیا تھا؟ فوراً فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے واقعی غلطی ہوئی تھی۔اس صاف بیانی پر وہ مبارک باد کے مستحق تھے۔فیصل آباد کانفرنس کے لئے دعوت نامہ دروازہ پر جا کر پیش کیا۔گھر سے نکلتے ہی فرمایا کہ ابھی سوچ رہا تھا کہ والد صاحبؒ کے بعد سمندری ختم نبوت کانفرنس نہیں ہوئی۔ اب کرانی ہے۔فقیر نے وعدہ کرلیا یہ آخری ملاقات تھی۔

ایک دوست نے بتایا کہ ہمارے ہاں چار روزہ دورہ پر آئے تو تہجد پڑھتے اور پھر سجدہ کی حالت میں رو رو کر دعائیں کرتے۔انہیں میں نے دیکھا۔واقعی نیک مخلص درویش صفت تھے۔اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ بہت ساری یادیں رہ گئیں۔لیکن اب تھک گیا ہوں۔ بس کرتا ہوں۔حیات النبیؐ پر بیان، خانہ خدا میں باوضو، موت، اللہ تعالیٰ ہر محبّ رسول کو نصیب کریں۔(لولاک رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ)

(۶۰) ...... حضرت مولانا غلام فریدؒ کا وصال!

(وفات ۳؍اگست ۲۰۰۹ء)

۳/ اگست ۲۰۰۹ء سوموار رات ۹ بجے دریا خان میں مولانا غلام فرید صاحب انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! دریا خان دریائے سندھ کے ایک کنارے پر، ڈیرہ اسماعیل خان دوسرے پر واقع ہیں۔ دریا خان پہلے میانوالی ضلع کا حصہ تھا، اب بھکر کے حصہ میں ہے۔ دریا خان کے قریب ایک دیہات کا نام دریا حسن شاہ ہے، وہاں پر ایک پرانی طرز کے حافظ مہر علی صاحب تھے۔ اللہ رب العزت کا ان پر ایسا کرم تھا کہ اس دور افتادہ ریتلے گاؤں میں بیٹھ کر انہوں نے سینکڑوں بچوں کو قرآن مجید کا حافظ بنایا۔ جو آج بھی آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں آپ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا، جس کا آپ نے غلام فرید نام رکھا، جو بعد میں حضرت مولانا غلام فرید صاحب کے نام سے معروف ہوئے۔

مولانا غلام فرید نے ابتدائی تعلیم مدرسہ نعمانیہ صالحہ ڈیرہ اسماعیل خان میں حاصل کی، پھر کبیر والا ضلع خانیوال کے گاؤں نٹر ہال میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا منظور الحقؒ صاحب کے پاس مزید فنون کی تعلیم حاصل کی، پھر کراچی کی مشہور عالم درس گاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور فقیہہ وقت حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ سے دورۂ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۶۵ء میں آپ نے فراغت حاصل کی، اپنے والد گرامی حافظ مہر علیؒ اور اپنے استاذ حضرت مولانا علاؤالدین صاحب مدظلہ کے مشورہ پر دریا خان کی جامع مسجد گلزار میں خطیب مقرر ہوگئے، اس کے ملحقہ کمروں میں دینی تعلیم کا آغاز کیا، امامت، خطابت، درسِ قرآن، تدریس، لوگوں کی دینی مسائل میں راہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ جامع مسجد گلزار اوقاف کے کنٹرول میں آئی تو پھر بھی آپ وابستہ رہے۔ نمازیان، علاقہ بھر کے عوام میں تو احترام تھا ہی اب محکمہ اوقاف کے افسران بھی آپ کی امانت، دیانت، تبحر علمی کے سامنے سرنگوں ہونے لگے۔ اوقاف میں مدت ملازمت پوری ہوئی، آپ نے ریلوے لائن کے دوسرے کنارے محلّہ رام چند میں جگہ خرید کی، دارالعلوم فاروقیہ اور مسجد کی بنیاد رکھی، محلّہ کا نام بھی رام چند سے محلّہ فاروق اعظم ہوگیا، اس علاقہ کے بھاگ جاگ اٹھے، علاقہ بھر سے کشاں کشاں طالب علموں کی فوج در فوج شریک درس ہونے لگی، آپ نے بھی درجہ بدرجہ مدرسہ کو موقوف علیہ تک پہنچادیا۔

مولانا اصولی و بنیادی طور پر مدرس تھے۔تدریس میں افہام وتفہیم کا قدرت نے آپ کو ملکہ دیا تھا، خطابت میں ہمیشہ عوام، مسلمانوں کی خیرخواہی مدنظر رہی، آپ بہت ہی معتدل مزاج عالم دین تھے، درمیانہ ابھرتا ہوا قد، گندم گوں رنگ، کھلا چہرہ، خوبصورت داڑھی، دانتوں میں ہلکا سا خوبصورت درمیان میں وقفہ تھا، جس نے خوبصورتی میں اور اضافہ کر دیا، سر پر ہمیشہ کپڑے کی ٹوپی رکھتے۔خوبصورت خمدار لمبے بال بہت اچھے لگتے تھے، گفتگو دھیمی کرتے، جو بات کرتے پتے کی کرتے، مزاج میں نرمی اور موقف میں پختگی تھی، سیاسیات میں ہمیشہ جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے گہرے مراسم تھے۔

بیعت کا تعلق حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم سے تھا، وفات سے ایک روز قبل یکم اگست کو حضرت قبلہ سے خانقاہ سراجیہ میں ملاقات کر کے آئے، مبالغہ نہ ہوگا کہ ہر ماہ بغیر ناغہ کے حضرت قبلہ سے ملنے کے لئے ضرور تشریف لے جایا کرتے تھے، بھکر کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد عبداللہ دامت برکاتہم سے محبت واحترام کا رشتہ تھا۔

درمیان میں کچھ عرصہ اپنی مادر علمی مدرسہ نعمانیہ صالحہ ڈیرہ اسماعیل خان میں اپنے استاذ محترم یادگارِ اسلاف حضرت مولانا علاؤالدین مدظلہ کے حکم پر ترمذی شریف کا بھی سبق پڑھاتے رہے، قدرت نے آپ کو علم نافع عطا فرمایا تھا۔فقیر راقم کی آپ سے ملاقات ۱۹۶۸ء میں ہوئی، جب مجلس کا مبلغ بنا اور پہلا تبلیغی سفر ضلع میانوالی کا ہوا، کوٹ ادو سے چکڑالہ تک جن حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں۔خصوصیت سے کلورکوٹ کے بزرگ راہنما حضرت حافظ سراج دینؒ اور حضرت مولانا غلام فریدؒ سے تو گویا نیازمندی کا رشتہ قائم ہوگیا۔ پہلے حافظ صاحب راہی ملک عدم ہوئے۔اب حضرت مولانا غلام فریدؒ بھی چل بسے۔ **کل من علیها فان ویبقٰی وجه ربک ذوالجلال والاکرام**۔آپ کے ایک صاحبزادے عالم دین اور دارالعلوم فاروق اعظم میں آپ کے جانشین اور دوسرے قاری صاحب جو حفظ کی کلاس کو پڑھاتے ہیں۔۳/ اگست کو عشاء کے قریب دل کی تکلیف ہوئی، منٹوں، سیکنڈوں میں ایک جہان سے دوسرے جہان کا سفر کر ڈالا، آپ کے ساتھ بہت ساری یادداشتیں وابستہ تھیں، صحیح معنیٰ میں عالم ربانی تھے۔حق تعالیٰ شانہ بال بال مغفرت فرمائیں اور درجات عالیہ نصیب ہوں، اگلے روز بہت بڑا جنازہ ہوا، ۸۰ فیصد علماء کرام حاضرین میں شامل تھے۔ ”قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری“ آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا علاؤالدین نے جنازہ کی امامت فرمائی، ریلوے لائن دریا خان کے قریب عیدگاہ قبرستان سے روز جزاء اٹھیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ادارہ وورثاء کے حامی وناصر ہوں۔آمین بحرمة النبی الکریم! (لولاک شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ)

(۶۱) ...... حضرت مولانا علی شیر حیدریؒ!

(وفات ۱۷/اگست ۲۰۰۹ء)

۱۷/ اگست ۲۰۰۹ء دو بجے رات مولانا علی شیر حیدری شہید کر دیئے گئے۔ حق تعالیٰ شانہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

بلوچوں کی ایک قسم چانڈیہ ہے، اس کی ایک شاخ جھانوری کے معروف فرد جناب اللہ وارث کے گھر ۱۹۶۴ء میں ایک بچہ پیدا ہوا، جس کا انہوں نے علی شیر نام رکھا، جو بعد میں مولانا علی شیر حیدری کے نام سے دنیا میں جانے پہچانے گئے۔ مولانا علی شیر حیدریؒ نے مختلف اساتذہ کے پاس دینی تعلیم حاصل کی اور کل پانچ، ساڑھے پانچ سال کے عرصہ میں دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم مکمل کر کے فارغ التحصیل عالم دین بن گئے۔

آپ کے معروف اساتذہ میں مولانا علی محمد حقانی لاڑکانہ، مولانا غلام محمد میمنؒ کلاب ضلع خیر پور، مولانا عبدالہادیؒ استاذ الحدیث دارالہدیٰ ٹھیڑی و جامعہ اشرفیہ سکھر، حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب شیخ الحدیث دارلہدیٰ ٹھیڑی شامل ہیں۔ اسی جامعہ دارالہدیٰ سے مولانا نے دورۂ حدیث شریف کی سند حاصل کی۔ عام طلباء دس بارہ سال میں جو علوم حاصل کرتے ہیں وہ آپ نے ساڑھے پانچ سال میں حاصل کر لئے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قدرت نے آپ کو کتنا ذہین بنایا تھا۔

قد متوسط، خندہ رو، انتہائی وجیہہ، رنگ گورا، جسامت لحیم و شحیم، سر چوڑا اور موٹا (موٹے سر، سرداراں دے) ان پر خوبصورت گھنے بال، کانوں کی لو تک، سر پر ہمیشہ سیاہ رنگ کی پگڑی، دور کی نظر کا چشمہ چشم آ ہو پر سجائے، چال ڈھال میں بول چال میں عالمانہ وقار، یہ تھے حضرت مولانا علی شیر حیدریؒ، عاش سعیداً و مات سعیداً، بیس پچیس سال قبل فقیر راقم نے خیر پور ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے موقع پر پہلی بار آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، جب آپ کی داڑھی میں ایک بال بھی سفید نہ تھا۔ مولانا مرحوم مہمان نوازی کا فرض نبھاتے ہوئے۔ ملاقات کے لئے قیام گاہ پر تشریف لائے، جلسہ کے شروع میں ایک ساتھ اسٹیج پر تشریف لے گئے، تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لے گئے۔ مولانا حق نوازؒ کی شہادت کے بعد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ، مولانا علی شیر حیدریؒ کی دعوت پر خیر پور تشریف لائے۔ آپ کو اپنی جماعت میں شمولیت کی دعوت دی، قبول کرنے پر صوبہ سندھ کی امارت ان کے سپرد کر دی گئی۔ یہ ۱۹۹۰ء کے لگ بھگ کی بات ہوگی۔ مولانا نے گوجرانوالہ میں مختصر عرصۂ اسیری میں قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا علی شیر حیدریؒ ایک متبحر

عالم دین تھے۔قدرت نے انہیں نکتہ رس ذہن نصیب کیا تھا،ادنیٰ سی مناسبت سے استدلال کرنا ان پر ختم تھا۔ بلا کے خطیب تھے،ان کا بیان علمی معلومات کا بھرپور مرقع ہوتا تھا، بات کرنے اور سمجھانے کا ان کو ڈھنگ آتا تھا،ان کی گفتگو میں چاشنی ہوتی تھی اور سامعین کو ساتھ لے کر چلتے تھے،ان کی بات دل سے نکلتی تھی، دل پر اثر کرتی تھی۔

مولانا سے اختلاف رائے کیا جاسکتا ہے لیکن آپ کی محنت اوراپنے کاز سے لگاؤ وہ ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔مولانا اس وقت اپنے میدان کے میر کارواں تھے،مولانا حیدریؒ جس موضوع پر بولتے تھے، دلائل کے موتیوں کے خزانہ کا منہ کھول دیتے تھے،ان کی آواز میں رعب تھا، کڑک تھی، رہی گفتگو میں روانی تو وہ بجلی کی رو سے کیا کم ہوگی،مولانا سے بارہا مختلف مواقع پر زیارتوں کا شرف حاصل رہا،ایک بار جھنگ میں ان کی جماعت کی میٹنگ تھی،اس موقع پر چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس تھی، جھنگ میں ان کے جماعتی رفقاء نے عرض کیا کہ ختم نبوت کانفرنس میں جماعت کی نمائندگی آپ کردیں، مان گئے،ہمیں اطلاع تک نہ تھی،ان کے کارکنوں کا اپنی قیادت سے رابطہ کا مضبوط نیٹ ورک ہے،اپنی قیادت کے آنے پر تمام ضابطوں سے بالا طاق ہوکر، جلسہ والوں کی مجبوری کو درخور اعتناء نہ سمجھنا،خوب زوردار اچھل کود کے ساتھ فلک شگاف نعروں سے قیادت کا استقبال ان کارکنوں کا ٹریڈ مارک ہے، لیجئے صاحب!ایک طوفانی و ہیجانی کیفیت میں ان کی آمد پر کانفرنس کا جاری اجلاس بھی افراتفری کا شکار،معلوم کیا کہ کیا ہوا؟ پتہ چلا مولانا حیدریؒ،مولانا فاروقیؒ تشریف لائے ہیں۔اجلاس بحال کیا، ملنے کے لئے مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر کے کمرہ نمبر۴ میں گئے، دروازوں پر کارکنوں کی دھکم پیل، ہر کارکن اپنی قیادت کے سامنے پرخلوص حاضری لگوانے،شرف زیارت حاصل کرنے کا متمنی،ان کی جانے بلا کہ کون آرہاہے؟ کون ملنا چاہتا ہے؟ قیادت سے محبت ہوتو ایسی والہانہ،قلبی اور پُرخلوص، خیر کسی ساتھی نے پہچان لیا کہ میاں ان کے ملنے کا بھی حق تسلیم کرلو، تب اندر جانے کی اجازت ملی۔ قائدین سے پُرخلوص معانقے ہوئے،انہوں نے ہمارے چہروں سے حیرت کو بھانپ لیا اور فرمایا: جھنگ میٹنگ تھی، ساتھیوں نے کہا، چلا آیا، ہماری حیرت دور ہوئی، اب قلبی وساوس پھانک کی طرح اٹکے ہوئے کہ مولانا دوسرے محاذ کے جرنیل، ہمارا اسٹیج اور اس کی نزاکت، موضوع کی پابندی؟ مولانا خوب ذہین آدمی تھے، فوراً تاڑ گئے اور مسکرا کر فرمایا کہ اطمینان خاطر رہے کہ موضوع سے ایک ذرہ ادھرادھر نہ ہوں گا، پریشانی کافور ہوگئی، اطمینان کا سانس لیا، اسٹیج پر واپس جاکر مقررین کے بیان کے تسلسل کو جاری رکھا، مولانا اپنے گرامی قدر رفقاء سمیت کھانے اور نماز

کے عمل سے فارغ ہوئے، کارکنوں کو نعرہ بازی سے منع کر کے اطمینان کے ساتھ اسٹیج پر تشریف لائے، سب کے چہرے مسکرا اٹھے، حضرت الامیر مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کو دوزانو ہو کر ملے، آپ نے بھی ان کو سینہ سے لگایا، خوب یاد ہے کہ اس اجلاس میں آخری سے پہلا بیان آپ کا ہوا، آخری بیان علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو کا ہوا۔

مولانا حیدریؒ نے ختم نبوت فی الاحادیث پر بیان کیا، ایسا عمدہ پیرایہ میں بیان ہوا کہ سب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی، خوب تفصیلی بیان ہوا، پہلی بار دلجمعی سے اول تا آخر لفظاً لفظاً مولانا کے بیان کو سنا روایتاً نہیں، واقعتاً خوب استفادہ کیا۔

مولانا حیدریؒ ہر سال برطانیہ تشریف لے جاتے اسی موقع پر ہی ختم نبوت کانفرنس برطانیہ منعقد ہوتی ہے۔ ہماری حفاظتی تدابیر اور اسٹیج کی سابقہ روایات کو برقرار رکھنے کی مجبوریوں سے وہ کماحقہ باخبر تھے، جب بھی ملتے خندہ روئی سے کبھی اشارہ و کنایہ سے شکوہ وشکایت کو قریب نہ پھٹکنے دیا، بہت سارے پروگراموں میں یکجائی بھی ہو جاتی، مثلاً گلاسگو ختم نبوت کانفرنس میں انجمن اتحاد المسلمین کی دعوت پر سینٹرل مسجد تشریف لائے، ایک ہی نشست میں مولانا مرحوم اور فقیر راقم کا بیان تھا، آپ پہلے نمبر پر، فقیر دوسرے نمبر پر، آپ کا بیان ہوا، پڑھا لکھا سنجیدہ طبقہ، آپ کی علمی گفتگو نے جادو کا کام کیا۔ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ نے بروقت اور صحیح فرمایا کہ مولانا حیدریؒ صاحب کے اس ظالمانہ بیان کے بعد آج آپ کا بیان نہیں بلکہ امتحان ہوگا، اعلان ہوا، ہانپتا کانپتا اسٹیج پر گیا، مولانا حیدریؒ سے معانقہ ہوا، میں نے گزارش کی کہ آپ تشریف لے جائیں، آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے آپ کا بیان سننا ہے، لاکھ کہا لیکن وہ مصر رہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام لیں، اللہ رب العزت مدد فرمائیں گے، شروع کریں، یہ فرما کر سامنے آلتی پالتی ماری اور دھونی رما کر براجمان ہو گئے، فقیر نے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر گفتگو کی، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پاس مارک دلوا دیئے۔ مولانا کی دریا دلی ملاحظہ ہو کہ اختتام پر اتنے بلند و بالا الفاظ فرمائے کہ فقیر دوبارہ جوان ہو گیا، غرض آپ سے بہت ہی احترام کا تعلق تھا۔

آپ کے والد گرامی کی شہادت کے موقع پر تعزیت کے لئے حاضر ہوا، مولانا گھنٹوں انتظار فرماتے رہے ٹرین لیٹ ہوگئی، آپ نے جلسہ پر جانا تھا، لیکن اپنے عملہ کو ہدایات دے کر گئے، حاضر ہوا ان کا اپنا دفتر کھلا ہوا تھا، ساتھیوں نے سر آنکھوں پر بٹھایا، مدرسہ کی تب پرانی عمارت تھی چند کمرے نئے تھے، ایک بار پیغام بھجوایا کہ قادیانیوں کی اصل کتب کا سیٹ درکار ہے، فقیر نے جواباً عرض کیا کہ برطانیہ سے آسانی سے مل جائے گا۔

ایک بار حکم ہوا کہ احتسابِ قادیانیت کا مکمل سیٹ (اس وقت ۲۸ جلدوں طبع ہوئی تھیں) وہ بھجوائیں تو بہت ہی ممنون ہوئے، اہل علم کے لئے کتاب سے بڑھ کر بڑا ہدیہ کیا ہوسکتا ہے؟

گزشتہ سال حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے ذریعہ حکم فرمایا کہ کچھ دنوں کے لئے تقابلِ ادیان کورس خیر پور میں شرکت کریں، انہیں دنوں اسی عنوان پر مجلس کے زیر اہتمام کورس چناب نگر ہوتا ہے، فقیر نے پیغام بھجوایا کہ بہت پھنسا ہوا ہوں، دوسرے ساتھی کو بھجوا دیتا ہوں، فرمایا میرا مطالبہ اصالتاً کا تھا، نیابتاً کا نہیں، اب کے بار پھر چناب نگر سے فارغ ہوئے تو شہادت کی خبر ملی۔ خبر سنتے ہی جو دل کی کیفیت ہوئی پہلی بار احساس ہوا کہ مولانا کی ذات گرامی سے مجھے کتنی محبت تھی؟ کئی روز تک یہ کیفیت رہی کہ جب ان کی جدائی کا صدمہ یاد آتا تو سب کچھ بھول کر اس صدمہ میں کھو جاتا، وہ اس وقت بلاشرکت غیرے محاذ مناظرہ کے شاہ نشین تھے، ہمارے مخدوم سرمایۂ اہل سنت حضرت تونسوی مدظلہ برکت العصر ہیں بڑھاپے نے جوانی کی تمام جولانیوں پر قبضہ جمانے کی ٹھان لی ہے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالغفار تونسوی بلاشبہ اس محاذ کے بہادر شاہ سوار صاحب علم وعمل، لیکن ان کا حلقہ بہت مخصوص، چاروں صوبوں میں ملک گیر بلکہ عالم گیر تعارف کے حامل اور مناظر کی تمام تر صلاحیتوں کے حامل مولانا علی شیر حیدریؒ ہی تھے، اللہ رب العزت کی ذات کریم تلافی مافات ضرور فرمائے گی۔ آج کل مولانا مرحوم اپنے قائم کردہ جامعہ میں شیخ الحدیث تھے۔ تعزیت کے لئے مولانا کے ادارہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے وفد کے ہمراہ حاضری ہوئی، کہاں وہ پرانا مدرسہ، کہاں اب نیا جامعہ، کوہِ قامت عمارت، زیر تعمیر کشادہ مسجد کی بنیادیں، سب کچھ تھا لیکن اداسی چھائی ہوئی تھی، بجھے اور دکھے دل سے مولانا مرحوم کے برادر صغیر مولانا ثناء اللہ حیدری سے ملاقات ہوئی۔ تعزیت مسنونہ عرض کی وہ مولانا کی آرزوؤں کا مرکز ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ادارہ، ان کی جماعت، ان کے ورثاء سب کی حفاظت فرمائیں۔ جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں سے بھی تعزیت عرض کی، وہ بھی دل گرفتہ، کمر شکستہ تھے، ڈاکٹر صاحب نے مولانا مرحوم سے آخری اپنی ملاقات کی دلربا معلومات بہم پہنچائیں، لیکن چشم پرنم سے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت باکرامت رکھیں، وہ خود ہی بیان فرمائیں گے۔

مولانا حیدری مرحوم نے شاہی مسجد لاہور کی ختم نبوت کانفرنس کو انٹرنیٹ پر سنا اور مبارکبادی کا پیغام مولانا محمد فیاض مدنی کی معرفت بھجوایا، ایک کارکن نے نعرہ بازی کی کوشش کی فقیر نے روکا، اس پر پیغام میں فرمایا: ''میں ہوتا تو اس کارکن کی پٹائی کرتا'' فرمایا کہ اوقاف کی مسجد، ختم نبوت کی کانفرنس اور حساس حالات، ان میں دوسری نعرہ بازی کوئی عقلمندی کی بات نہ تھی، ہر

قائد اپنے کارکن کی صفائی دیتا ہے، گفتگو ہوتی تو مولانا کو بھی اپنے کارکن کی صفائی دینی چاہئے تھی لیکن کمال دیانت اور کمال معاملہ فہمی کہ یہ پیغام بھیج کر مجھ مسکین کے بے ڈھبے پن پر پردہ ڈال دیا، وہ بڑے آدمی تھے، ان کی باتیں بھی بڑی تھیں، ان کا سانحہ بھی بڑا بلکہ بہت بڑا ہوا، پیر جو گوٹھ کے قریب کسی دیہات میں جلسہ کر کے آرہے تھے، پہلے سے گھات لگائے دشمن نے فائر کھول دیا، اتنے وہ ماہر نشانہ باز کہ صرف ڈرائیور مرحوم اور مولانا مرحوم کو ٹارگٹ بنایا، ارد گرد بیٹھے ساتھی، گن مین سب محفوظ رہے، یہ سب تو واقعات ہیں لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے وقت موعود آگیا، وہ سب کو روتا چھوڑ کر چل دیئے، جو پلاٹ تنازعہ کا اولاً باعث بنا، اس میں پہلے والد مرحوم کا اور اب ان کے پہلو میں مولانا اور ان کے رفیق سفر امتیاز پھلپھوٹو کے مزارات بنے۔ حق تعالیٰ ان کے مزید درجات بلند فرمائے۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی سے فقیر نے تجویز عرض کی تھی کہ تصفیہ طلب امور میں مولانا حیدری صاحب کو فیصل مان لیا جائے۔ راقم کی یہ تجویز ادھوری رہ گئی، اللہ اکبر! کتنے اللہ کے بندوں کی مولانا مرحوم کی جدائی سے آرزوؤں وتمناؤں کا خون ہوا ہوگا، اس کے تصور سے بھی رونگھٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ **لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امراً۔**

۱۴۲۹ھ کے حج پر حضرت مولانا حیدریؒ سے ملاقات رہی، حرم کعبہ کے تہہ خانہ میں جاتے جاتے نظر پڑی ایک صاحب بڑے انہماک سے تلاوت میں مصروف، ابھی حج میں کچھ ایام باقی تھے۔ کالی پگڑی، پٹے، ڈیل ڈول سے اندازہ ہوا کہ حضرت حیدری صاحب لگتے ہیں، قریب گیا، مولانا کی بھی نظر پڑ گئی پھر جو محبتوں سے ایک دوسرے کو ملے تو گویا دل کی بے قراری کو قرار آ گیا، ایک دوسرے سے دعاؤں کا تقاضا، معانقہ، رخصتی، پھر تو اندازہ ہوگیا کہ مولانا کے بیٹھنے کی جگہ یہ ہے ہر دوسرے، تیسرے روز ملاقات ہو جاتی، مداحوں میں گھرے ہوتے تو دور سے صاحب سلامت، اکیلے ہوتے تو گلے مل لیتے۔ مدینہ منورہ میں بھی ملاقاتیں رہیں۔ حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری سے بھی مدینہ طیبہ میں آپ کی ملاقات ہوئی، ایک دن حرم نبوی میں کافی ملکوں کے علماء ایک ساتھ بیٹھے ہوئے، مجلس کا رنگ جما ہوا، سب کی نظریں گنبد خضرأ پر، ایک صاحب کوئی بات کرتے تو باقی نظریں گنبد خضرأ، زبان پر درود شریف، کان متکلم کی طرف، مولانا کا ادھر سے گزر ہوا دیکھ لیا تو تشریف لائے، علماء سے تعارف ہوا، گویا سب کو گوہر مقصود مل گیا اور مجلس کا رنگ چوکھا ہوگیا۔ لیجئے صاحب اب انشاء اللہ روز جزاء صاحب ختم نبوت کے لوائے حمد کے نیچے ملاقات ہوگی۔ **وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز۔** اس پر بس کرتا ہوں۔ (لولاک شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ)

www.amtkn.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

Aalmi Majlis Tahaffuz Khatm-e-Nubuwwat

kn apps	www.khatm-e-nubuwwat.com	www.khatm-e-nubuwwat.info	www.laulak.info	facebook.com/amtkn313
ختم نبوت ایپ	مرکزی ویب سائٹ	ہفت روہ ختم نبوت	ماہنامہ لولاک	فیس بک

---

kk Course	Online Course	E-Maktaba	Sitemap	Contact us
خط و کتابت کورس	خط و کتابت آن لائن کورس	ای مکتبہ	سائٹ میپ	رابطہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

/amtkn313 www.emaktaba.info
www.amtkn.com
ameer@khatm-e-nubuwwat.com